

المیہات علی الاستعداد لیوم المعاد

از شیخ شہاب الملک علامہ محمد بن علی ابن ابی العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

کا اردو ترجمہ

# موت کا سفر

حضرت علامہ

منفی محمد خلیل خان  
القادری  
البرکاتی

قدس سرہ العزیز



موت کا سفر

المنہات علی الاستعداد لیوم المعاد

از شیخ شہاب الملتنی علامہ محمد بن علی ابن ابی العسقلانی رضی اللہ عنہ

کارڈو ترجمہ

# موت کا سفر

حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان قادری البرکاتی

مفتی شمس سرہ العزیز

مع تکملہ از

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی خلفا اکبر

یوسف مارکیٹ عزلی سٹریٹ

اردو بازار لاہور ☎ 7352795

پروگرامنگ

نام کتاب	.....	موت کا سفر
مصنف	.....	مفتی خلیل احمد برکاتی رحمۃ اللہ علیہ
بار اول	.....	ستمبر 2000ء
ناشر	.....	چوہدری غلام رسول - میان جواد رسول
پرنٹرز	.....	حاجی حنیف پرنٹرز
کیوزنگ	.....	جاپان آرٹ - نسبت روڈ لاہور - 7210026
قیمت	.....	روپے

## ملنے کے پتے

○ پروگریسیو بکس ○ فیصل مسجد ○ اسلام آباد  
○ اسلام بک ڈپو ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

## فہرست مضامین

51	عقائد و مسائل قبر	11	انتساب
53	عزت دنیا و آخرت	13	حرف آغاز
56	غم دنیا و فکر آخرت	16	مترجم کا تعارف
58	طالب علم اور طالب معصیت	27	بسم اللہ کی اہمیت
59	کریم کون، حکیم کون؟	29	پندرہ مسائل متعلقہ
60	اصل سرمایہ	30	چھینک آنا (فائدہ)
62	گناہ کون سے معاف	32	درود شریف
66	ذلت آدم علیہ السلام	34	مذہب اہلسنت والجماعت
66	گناہ اور اطاعت	37	مصنف کا تعارف
67	گناہِ صغیرہ	39	دو نکتوں کا بیان
69	عاذف اور زاہد	39	ایمان باللہ، نفع مسلم، شرک، ضرر
70	معرفت الہی اور معرفت نفس	44	علماء و حکماء کے ساتھ بیعت، علم حکمت کا مشہور
71	زبان اور رول	50	قبر میں داخلہ

94	استدراج، فتنہ، غرور	74	شہوت اور صبر
96	عقل مند کون؟	77	فائدہ نفسیہ (قصہ یوسف)
97	نجات، مہلکات، درجات، کفارات	77	عقل اور خواہش
99	موت، جدائی، بدلہ	78	ترک گناہ اور ترک حرام
100	تین شخص سایہ عرش میں	78	اکل حلال
101	خلیل اللہ کیسے بنتا ہے؟	80	عقل کی تکمیل
102	ذکر، زیارت، حق بات	81	عالم اور جاہل کا وطن
102	ادب، صبر، تقویٰ	82	قرب الہی اور معرفت ربانی
104	ایک نبی کی طالب علم کو نصیحت	83	برائیوں اور فتنوں کی جڑ
105	دنیا، شیطان، خلق خدا	85	کوٹاہی کا اقرار، نعمت کی ناشکری
107	ابو سلیمان دارانی کی دعا		تین نکتوں کا بیان
107	بڑا خوش نصیب	87	صبح کرنے کی حالت اور تواضع
108	تین فضول عادتیں	89	تونگری، جوانی، تندرستی
109	خوشخبری	90	محبت، سوال، تدبیر
110	اللہ رسول اولیاء کی سنتیں	91	ترک اور حرص
111	مولانا علی کا ایک قول	93	نہت، شغل، عبرت

129	بہترین چیزیں	112	حضرت عزیر کی طرف وحی
130	اللہ کی طرف سے بھلائی کسے ملی؟	112	حاتم اسم سے شیطان کی گفتگو
130	رسول اللہ کی تین پسندیدہ چیزیں	113	گناہ سے بچنے پر تین نصیحتیں
131	خلفاء راشدین کی تین پسندیدہ چیزیں	114	حضور کی صحابہ سے گفتگو
131	حضرت جبریل کی تین پسندیدہ چیزیں	116	حضرت صالح مرقدی کا خطاب
132	اچھی باتیں	118	حضرت مولیٰ علی کی نصیحت
134	ذوالنون مصری اور سلیمان دارانی کا قول	118	حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول
135	عبادت کیا ہے؟	119	ابراہیم بن ادہم کا فرمان
138	تین کا مقابلہ تین سے	120	شبلی کی دعا
	چار نکلتوں کا بیان	121	اللہ سے مانوس ہونے کا طریقہ
138	حضرت ابو ذر کو حضور کی نصیحت		لفظ زہد کا مفہوم
139	چار چیزیں چار سے اچھی		
140	چار چیزیں چار سے بری	122	حامد الغاف کی ایک سائل کو نصیحت
141	امان کی چیزیں	123	حضرت لقمان کی اپنے فرزند کو نصیحت
142	چار کی تکمیل چار سے	124	سواک، روزہ، قرأت قرآن
143	نماز، روزہ، قرأت، صدقہ	126	مومن کے لیے تین قطعے

158	چار قسم کے دنیا دار	145	چار سمندر
159	اللہ کے چار احسانات ہر بندے پر	145	بندگی کی مٹھاس
160	نیند، فخر، راحت، شہوت	146	قول علی اور فرمان نبی
162	مال، راحت، لذت، رزق	147	صوم، صلوات، صدقہ، جہاد
162	چار چیزیں تھوڑی ہی بہت ہیں	148	دل کی تاریکی اور روشن ضمیری
162	چار چیزوں کی قدر	148	چار چیزیں چار کے بغیر
164	نمازی، روزہ دار، حاجی، بلا میں گرفتار	149	شقاوت و سعادت کی علامتیں
165	موت کے وقت چار چیزوں سے مقابلہ	150	شعائر ایمان، چار اصلی چیزیں
166	ایک عارف باللہ کا قول	151	چار انسانی جوہر
167	عقل کے لیے چار ساعتیں	152	جنت و دوزخ کی چار چار چیزیں
169	پانچ نکتوں کا بیان	153	ایک صاحب حال کا مقام
169	پانچ آدمیوں کی توہین نہ کرو	153	چار کلمے چار کتابیں
171	پانچ کی محبت پانچ کی بھول	154	ایک مصیبت میں چار نعمتیں
172	پانچ کے سبب مزید پانچ	155	چالیس ہزار سے چار ہا انتخاب
174	پانچ اندھیرے پانچ چراغ	155	حضرت سحیحی کو سید کہنے کی وجہ
175	پانچ جنتی	157	دین و دنیا کا وجود چار چیزوں سے



193	سب سے اچھا ظلیل	176	متقین کی پانچ نشانیاں
193	زہد پانچ خصلتوں کا مجموعہ	177	پانچ بری عادتیں
194	یحییٰ بن معاذ رازی کی مناجات	178	حضور کی پانچ خصوصیات
	چھ نکتوں کا بیان	179	پانچ چیزوں کا عادی دارین میں نیک
196	چھ چیزیں اجنبی ہیں	181	پانچ نفعیت آمیز کلمے
197	چھ ملعون چیزیں	182	پانچ پانچ سے پہلے غنیمت ہیں
198	سیدنا صدیق اکبر کا ارشاد	182	یحییٰ بن معاذ اور سفیان ثور کے اقوال
199	عمر فاروق کا ارشاد	183	بیماروں کے پانچ علاج
203	مولانا علی کا ارشاد	184	فکر کی پانچ قسمیں
204	یحییٰ بن معاذ کا قول	185	پانچ دشوار راستے
204	حضرت حسن بصری کا قول	186	فرمان نبوی
206	نیک بننے کا طریقہ	187	مال و دولت کی پانچ آفتیں
207	دلوں کا فساد کیسے ہوتا ہے	188	دولت سے پانچ عادتوں کا وجود
208	طالب دنیا کے لیے چھ سزائیں	189	پانچ چیزوں میں جلدی کرو
209	احمد بن قیس کا قول	190	پانچ حرکتیں ایلیس کی بدبختی کا سبب
210	توبہ کی قبولیت کیسے معلوم ہو	192	حضرت شیخ بلخی کی وصیت

234	قول ابو بکر صدیق	211	سب سے بڑی خود فریبی
235	قول فاروق اعظم	212	نعمتوں کی درجہ بندی
237	قول عثمان غنی		سات نکتوں کا بیان
238	قول مولانا علی	214	سات خوش نصیب عرش کے سایہ میں
	نو نکتوں کا بیان		بخیل کے لیے سات آفتیں
240	تا فرمانیوں کی بنیادیں	217	فاروق اعظم کا ارشاد
241	تن قسم کے عبادت گزار	218	حضرت عثمان غنی
244	نوشیطانوں کا تذکرہ	220	حضرت کافرمان
245	نمازی کے لیے نو سعادتیں	222	دنیا تا پاسیدار گھر
246	گریہ و زاری تین چیزوں سے	223	جبریل کی وصیتیں
	دس نکتوں کا بیان	226	سات اشخاص جہنم میں
248	سواک کے دس فائدے	229	مجاہد کے علاوہ سات شہید
250	دس خصلتیں تقرب کا ذریعہ	230	مزید انتیس شہداء
252	دس کا سنگھار دس سے	231	عاقل پر سات چیزیں لازم
			آٹھ نکتوں کا بیان
	زیادہ انسی دس سزاؤں کا مستحق بناتی ہے	233	حدیث رسول علیہ السلام

	گناہ دھونے کی دوا کا نسخہ	258	دس عمدہ چیزیں
	پانچ علماء کی دس حکمت آمیز باتیں		اس امت کے دس نا فرمان
	دس آدمیوں پر توبہ کے بغیر جنت میں داخلہ بند	260	کمال ایمان تک جانے کے دس درجے
	دس آدمیوں کی نماز قبول نہیں	261	یحییٰ بن معاذ کی ایک عالم کو نصیحت
	مسجد میں داخلہ کے دس آداب	264	دس خصالتیں اللہ کو سخت ناپسند
	مسائل متعلق بر مساجد	265	عاقبت کے دس راستے
	نماز کی دس خوبیاں	267	قرآن کریم کے دس نام
333	جنتی کے لیے دس فرمان الہی	269	گمراہوں کی ایک سہل پہچان
333	دوزخی کے لیے دس احکام	272	قرآن کریم بربان واضح
334	دس چیزوں کی تلاش	273	لقمان حکیم کی نصیحت
			توبہ کے لیے دس ضروری باتیں
			زمین کا یومیہ اعلان

## انتساب

مرکز قادریت، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریفیہ کے خانوادے وارثے الاکابر  
الاسیاد، بالاستحقاق وبالافراد سیدی و سندی و مرشدی و کنزی و ذخری لیوی و عدی  
السید الشاہ اولاد رسول حضرت مولانا مفتی سید محمد میاں صاحب القادری البرکاتی  
آل رسول قدس سرہ العزیز۔

## کے نام!

جن کے نورانی فیوض و برکات سے، حضرت مترجم مفتی محمد خلیل خاں  
برکاتی رحمۃ اللہ علیہ اور یہ فقیر قادری سگ و درگاہ برکاتیہ، مستفیض و مستنیز  
ہوئے۔ جن کی نگاہ فیض سے فقیر اس ترجمہ کے تکملہ کے قابل ہوا زمانہ جن کی  
چوکھٹ سے فیض پاتا رہے گا۔

فقیر قادری

ابو حماد احمد میاں برکاتی

۲۰ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ

۲۰ / جنوری ۱۹۸۹ء

## حرف آغاز

جون ۶۸۴ء میں رمضان المبارک کے گامینہ تھا اپنے والد گرامی حضرت مفتی اعظم خلیل ملت قدس سرہ کے ساتھ دارالعلوم احسن البرکات میں بیٹھا تھا، حضرت کی تصانیف موضوع گفتگو تھیں، حضرت اس زمانے میں شدید علیل تھے۔ مگر پھر بھی دارالعلوم سے محبت انہیں روزانہ وہاں کھینچ لاتی تھی۔ اس وقت میں تصنیف و تالیف کا کچھ کام کر لیتے تھے۔ ان دنوں زیر نظر کتابے ”موتے کا سفر“ زیر ترجمہ تھی کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا۔ والد گرامی نے حیرت انگیز طریقہ پر صرف تین ماہ میں اکثر حصہ ترجمہ فرما دیا تھا۔ فقیر سے فرمایا میاں! اب یہ بقیہ آپ کو کرنا ہوگا فقیر نے عرض کی کہ ان شاء اللہ آپ جلد صحت یاب ہوں گے اور اسے مکمل فرمائیں گے، فرمایا نہیں اب یہ آپ کو ہی کرنا ہوگا چنانچہ واقعی ایسا ہی ہوا اس گفتگو کے ایک سال بعد جون ۶۸۵ء میں حضرت واصل باللہ ہو گئے۔ یہ آپ کی کرامت ہی تھی کہ پہلے سے ایک ذمہ داری کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اور اس طرح فقیر کو اس کا تکملہ کرنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ وہ سلاست بیان جو حضرت خلیل ملت کا حصہ ہے۔ فقیر تو اس کا خوشہ چین ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ تاہم پھر بھی کوشش کی ہے کہ اس معیار اور زبان کو باقی رکھا جائے جس روانی میں حضرت مترجم قدس سرہ نے اس کو اختتام کے قریب پہنچایا تھا۔ فقیر نے اس کے تکملہ کا آغاز اس نکاتی بیان میں زیر عنوان ”ابلیس کے بیس دشمن“ سے کیا ہے اور اختتام تک پہنچایا ہے۔ لہذا اگر اہل علم ان صفحات میں کسی ستم یا غلطی پر مطلع ہوں تو اسے فقیر کی جانب منسوب کریں، حضرت مترجم قدس سرہ کی ذات اسے سو سے بری ہوگی۔ اگرچہ فقیر

اس کام کا اہل تو بالکل نہ تھا تاہم چونکہ حضرت کی وصیت تھی تو ان ہی کا  
فیض شامل حال رہا اور یہ فقیر قادری برکاتی تکملہ کو مکمل کر سکا۔ اللہ تعالیٰ  
حضرت کی مرقد انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

(آمین)

فقیر قادری ابو حماد احمد میاں برکاتی  
بروزہ شنبہ / ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۰ ہجری

مفتی اعظم سندھ محمد خلیل خان القادری البرکاتی رحمۃ اللہ علیہ

از----- ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

موت برحق ہے کہ ”کل من علیا فان“ جو فانی ہے اس کے لیے فنا ہے اور جو باقی ہے وہ باقی۔ ”ویبقی وجہ بک ذوالجلال والکرام“ مگر کچھ جاتے ہیں تو یوں کہ کوئی ان پر رونے اور آنسو بہانے والا نہیں ملتا اور بعض رحلت فرماتے ہیں تو ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ زمین و آسمان ان پر روتے ہیں، قرآن کے الفاظ میں ”فما بکت علیہم السماء والارض“ کا مطلب صریح یہی ہے۔ جن اکابر نے لوگوں کی نگاہوں اور خدا و رسول عزوجل و ﷺ کی بارگاہوں میں مقام رفیع اور منصب منج حاصل کر لیا وہ آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے ہیں۔ عقل ایسے میں حیران ہے کہ ہم جیسے بے لیاقتوں کی رہنمائی اب کون کرے گا۔ اور بدعتوں اور گمراہیوں کی ان اندھیروں میں حق کی روشنی کون دکھائے گا۔ پچھلے علماء اور بزرگوں میں ایک کا وصال ہوتا تو ہزار جانشین چھوڑ جاتے۔ اب ہزار وصال فرماتے ہیں تو ایک نصیب ہوتا ہے وہ بھی اگر پردہ فرما جائے تو ہزار کدھر جائیں اسی لیے فرمایا گیا کہ عالم کی موت عالم (جہان) کی موت ہے۔ ”اللہ کے ایک ایسے ہی مقرب بندے کہ جن کے وصال پر اہل زمین و آسمان رونے اور لاکھوں انسان سوگوار ہوئے۔ مفتی اعظم سندھ علامہ مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی قدس سرہ العزیز ورحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ وقت مغرب واصل باللہ ہوئے اور لاکھوں فرزندان توحید اور شیع رسالت کے پر داتوں اور تشنگان علم کو یتیم کر گئے۔

جو حیدر آباد شہر کی جان تھے۔ سندھ کی روح تھے پاک و ہند کے دل تھے۔ اور عالم اسلام کا عظیم سرمایہ افتخار جن کی رحلت کی خبر سن کر ایک لمحہ کے لیے ہر دل دھڑکنا بھول گیا۔ اور آنکھیں اشکوں کے موتی بہانے لگیں۔ وہ عارف باللہ، جو صدر الشریعت ابو العلی مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ مصنف ”بہار شریعت“ کے خاص شاگرد اور مجدد ملت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے روحانی شاگرد ہیں۔

آپ کی سند حدیث کا سلسلہ حضرت مولانا امجد علی صاحب کی وساطت سے بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی تک اور مارہرہ شریف کے قطب سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تک پہنچتا ہے۔

اس جلیل القدر عالم کو کہ جس پر زمانہ تعلم میں حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان کی بڑی شفقت (محبت تھی، مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان نے اپنے دست مبارک سے سند حدیث عنایت فرمائی۔ ادیب شہیر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ مفتی صاحب کے استاد بھائی ہیں۔ غرض یہ کہ اساتذہ علماء اولیاء کے ہاتھوں پرورش پانے والا یہ نوجوان اپنے وقت کا ”قیہ اسلام“ قرار پایا۔

مفتی اعظم سندھ حضرت مفتی محمد خلیل خاں برکاتی جولائی ۱۹۲۰ء کو ضلع علی گڑھ کی مشہور ریاست دادوں میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے چھٹے دن والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے اور تیسرے سال والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا چنانچہ اپنے چچا کے ہمراہ مارہرہ شریف تشریف لائے اور یہیں اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا۔

مارہرہ شریف ضلع علی گڑھ کا ایک مشہور قصبہ ہے جہاں سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کا فیض صدیوں سے جاری ہے۔ اس سلسلہ کے اسلاف مدینہ منورہ سے واپسٹ میں آکر آباد ہوئے جہاں سے سید ابو الفرح واسطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چار صاحبزادوں کے ہمراہ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں غزنین تشریف لائے جن میں تین صاحبزادے ہندوستان تشریف لائے آئے جہاں بادشاہ وقت نے ان کے فحوض و برکات اور کرامتوں کو دیکھ کر انہیں اپنی سلطنت کے چند علاقے ان کی خدمت میں پیش کر دیئے ان ہی میں سے ایک بزرگ سید ابو الفراس کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے سید محمد مغزنی قصبہ بلگرام میں متولد ہوئے۔ پھر سید محمد مغزنی کی (انگلا

سنو ملاحظہ کریں)



مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشد تلامذہ میں سے ہیں جن کا تذکرہ انہوں نے اپنی مشہور کتاب ”بہار شریعت“ میں فرمایا ہے۔ مفتی صاحب مارہرہ شریف میں اپنی تعلیم کا آغاز فرمانے کے بعد پھر اپنے مولد دادوں تشریف لے آئے اور مکمل تعلیم کے لیے۔ نواب ابوبکر خان صاحب شروانی کے مدرسہ حافظیہ سعیدہ میں ۱۳۵۳ ہجری / ۹ مارچ ۱۹۳۵ء کو داخل ہوئے اور آخر تک وہیں رہے، دورہ حدیث تک صدر الشریعہ سے پڑھا ۱۹۴۵ء میں فارغ ہوئے۔ مفتی اعظم ہند نے سند حدیث عطا فرمائی۔ سند حدیث کے علاوہ مفتی صاحب کے پاس سند قرآن بھی ہے۔ جس کا سلسلہ ۳۱ واسطوں سے ساتوں قراۃ میں سیدنا عثمان بن عفان، مولانا علی، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے توسط سے حضور پر نور سید عالم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ یہ سند آپ کو مرشد گرامی اولاد رسول سید محمد میاں صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی۔

تعلیم سے فراغت پاتے ہی تدریس و تبلیغ کے امور سونپ دیئے گئے۔ چنانچہ آپ نے تنہا اور مرشد گرامی کی معیت میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں کئی شہروں کے تبلیغی دورے کئے، کچھ عرصے میرٹھ چھاؤنی میں بحیثیت فوجی مبلغ بھی فرائض انجام دیئے

اولاد واحقاد میں سے سید شاہ عبدالجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جد اعلیٰ سلسلہ برکاتیہ) ۱۹۱۷ء میں مارہرہ تشریف لائے اور ۸ صفر ۱۰۵۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بیٹے سید شاہ ادیس کا وصال ۱۹۰۷ء میں بلگرام میں ہوا۔ ان کے بیٹے سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نئی بستی ۱۱۱۸ھ میں آباد فرمائی جس کا نام ہم نگر رکھا۔

۱۰ محرم ۱۱۳۲ھ کو آپ کا وصال ہوا وہیں مدفون ہوئے۔ شجاعت خان غلزنوی نائب نواب محمد خان بگٹس دکن ریاست فرخ آباد نے ان کے مزار پر عالی شان عمارت بنوائی جو آج بھی موجود ہے اور درگاہ سید شاہ برکت اللہ کے نام سے مشہور ہے زیارت گاہ خاص و عام ہے ہر مذہب کے لوگ وہاں آکر اپنی مرادیں ان کے توسل سے پوری کرتے ہیں۔ ان ہی کی نسبت سے یہ سلسلہ ”برکاتیہ“ کہلاتا ہے۔ سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ساتویں پشت میں سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے دست حق پر امام اہل سنت احمد رضا خاں نے بیعت فرمائی اور دسویں پشت میں سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر مفتی اعظم سندھ نے ۱۳۵۶ھ میں بیعت کی۔ اس نسبت سے آپ کا شجرہ نسب اہل اہلسویں پشت میں حضرت علیؑ کے واسطے سے حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔

فراغت کے چار سال بعد ۲۹ سال کی عمر میں مرشد گرامی نے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے دارالافتاء میں اہم ذمہ داری دے کر منصب افتاء پر بٹھار دیا جہاں سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔ اسی کے ساتھ آپ تصنیف و تالیف بھی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ پاکستان آمد سے قبل ہندوستان میں ہی ۷۰ء تا ۷۳ء تک گیارہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ پاکستان آمد کے بعد بھی آپ نے بہت سی کتابیں لکھی جن میں ہمارا اسلام ہماری نماز، سنی بہشتی زیور، معراج المؤمنین، اتنی مشہور ہیں کہ ان کے ہزار ہا ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اول الذکر کتاب کئی مدارس مکاتب، اسکولوں میں ملک و بیرون ملک رائج ہے۔ آپ نے کئی کتابوں کے فارسی اور عربی سے اردو تراجم کئے۔ کل معنیفات کی تعداد ساٹھ سے زیادہ ہے ان میں آٹھ تراجم ہیں۔ دو تفسیر قرآن ہیں باقی تصنیفات و تالیفات ہیں۔ ان میں ۳۶ کتب مطبوعہ ہیں۔ ۶ رسائل مطبوعہ ہیں۔ ۱۵ کتب زیر طبع ہیں باقی مسودات پاکستان آنے میں گم ہو گئے اور کچھ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے عظیم کتب خانہ میں محفوظ موجود ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں کل اٹھارہ ہزار تین سو پچاس صفحات تصنیف فرمائے اور یہ اتفاق ہے کہ شعور کے بعد آپ کی زندگی کے کل ایام بھی (۵۱ سال) اٹھارہ ہزار تین سو پچاس بنتے ہیں۔

ساڑھے چار ہزار فتاویٰ کا عظیم الشان ذخیرہ اس کے علاوہ ہے جو ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ آج کل آپ کے فتاویٰ کی ترتیب و تہویب کا کام دارالعلوم احسن البرکات میں راقم الحروف کی نگرانی میں ہو رہا ہے اپنے فتاویٰ کا نام آپ نے الفتاویٰ الخلیلۃ المعروف ”احسن الفتویٰ“ تجویز فرمایا تھا اس قدر تصنیفات کے باوجود تقریر و تدریس کا سلسلہ بھی ۱۹۷۹ء تک پابندی سے جاری رہا۔ پھر زبان پر مرض کی شدت ہو گئی جس کی وجہ سے صرف تصنیف و تالیف کا کام جاری رکھ سکے اللہ کے اس ولی نے آخری سانس تک دین متین کے لیے وقف کر دی تھی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت جو آج بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ آپ بیک وقت مدرس بھی مقرر بھی، مصنف بھی، مترجم بھی، مہتمم بھی،

منتظم بھی، مفتی بھی، اور شیخ الحدیث بھی تھے ان تمام مصروفیات میں سے کچھ لمحے آپ بطور خاص اہل خانہ کے لیے بھی رکھتے تھے۔ گھر کا سودا سلف خود لانا روزمرہ کا معمول تھا۔ صاحبزادیوں کی فرمائش بطور خاص پوری کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہیں“ ان نازک شیشوں کو ٹھیس نہ لگنے دو۔ بچوں کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ گھر میں جب بھی تشریف لاتے خود سلام کرتے۔ جب گھر سے کہیں جانے کو نکلتے تو بھی سلام فرماتے۔ اہلیہ کی دلجوئی کے لیے صبح ان سے مشورہ کرتے ان کی فرمائش پوچھتے کہ یہ بھی عبادت کا ایک حصہ ہے۔

حضرت نے اپنی زندگی میں ہزاروں تلامذہ کو فیضیاب فرمایا اور سینکڑوں مدرس اور مفتی تیار کئے جو آج ملک کے گوشہ گوشہ میں موجود اور تبلیغ دین و اشاعت دین میں مصروف ہیں۔ صرف صوبہ بلوچستان میں آپ کے تلامذہ نے جو مدارس قائم کئے ان کی تعداد چودہ ہے۔ اس سے پہلے بلوچستان میں دینی مدارس معدوم تھے۔ سندھ میں دادو، لاڑکانہ، مورو، سببی، جیکب آباد، شہداد پور، نواب شاہ، ٹنڈوالہ یار، بدین وغیرہ میں آپ کے تلامذہ کے عظیم الشان مدارس و دارالعلوم موجود ہیں۔ پنجاب میں کئی مقامات پر آپ کے شاگردوں کی خاصی تعداد مدارس کے علاوہ مختلف کالجوں اور اسکولوں میں معلمین کی حیثیت سے موجود ہے۔

سرحد میں مردان، پشاور، ہزارہ وغیرہ میں آپ کے تلامذہ اور فیض یافتہ علماء موجود ہیں۔ آزاد کشمیر کی آخری سرحد تک آپ کے تلامذہ کا جال بچھا ہوا ہے۔ خاص شہر حیدر آباد میں آپ کے تلامذہ کے کئی مدرسے قائم ہیں۔ جن میں مولانا سعید احمد رضوی، مولانا سید افسر علی شاہ کونسلر، مولانا قاضی محمد علیم اشرفی، اور مولانا عبدالرشید نوری کے مدارس قابل ذکر ہیں۔

آپ کی تعلیم و تدریس کا طریقہ بھی نہایت سادہ تھا، مشکل سے مشکل کتاب بہت کم وقت میں پڑھا دیتے۔ تقریر کتاب ایسی فرماتے کہ مضمون طالب علم کے ذہن میں اترتا چلا جاتا۔ اسی وجہ سے مدرسہ کا ہر طالب علم یہ خواہش رکھتا کہ میری کتاب سبق کے لیے

مفتی صاحب کے پاس ہو۔

فتویٰ نویسی میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آسان سے آسان مسئلہ بھی کتاب میں دیکھ کر فتویٰ لکھتے سائل کا صرف جواب ہی نہ دیتے بلکہ اس کے ساتھ عقلی و نقلی دلائل بھی ضرور دیتے تھے۔ ایک بار فرمایا کہ نطافت کے ایک مسئلہ کی تلاش تھی جو ۲۵ سال کے بعد کتاب میں ملا ہے۔ محققین کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تحقیق کے سامنے کسی کی تحقیق کو اہمیت نہ دیتے تھے قلم سے جوابات ایک مرتبہ لکھ دیتے وہ اتنی جامع ہوتی تھی کہ اسے قلم زد کرنے کا موقع نہ آتا تھا۔

بعض اوقات سائلین سوالات میں ہیر پھیر کر کے اپنے مطلب کا فتویٰ چاہتے تو ان سے وضاحت کراتے اور فرماتے کہ فرضی اور خیالی سوالوں کے بجائے فتویٰ لینے کے لیے اصل واقعہ اور اصل سوال لکھنا چاہیے۔ اسی طرح آپ کبھی شرطیہ یا فرضی جواب نہ دیتے اور نہ کبھی سوال سے غیر متعلق جواب لکھتے۔ بعض اوقات سوالات چار صفحات پر ہوتے تھے مگر آپ ان کے جوابات مدلل، صرف چند سطور میں لکھ دیتے کہ یہی کافی ہوتا۔ بعض وکلاء کا بیان ہے کہ دینی معاملات میں عدالتیں اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتی تھیں جب تک کہ دارالعلوم احسن البرکات سے مفتی محمد خلیل خاں صاحب کا فتویٰ نہ آجاتا۔ پھر فیصلہ کرتی تھیں۔

ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے تقریباً دس سال سے زیادہ آپ کی تفسیر نشر ہوئی، جس کے مسودات، ریڈیو پاکستان کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں، اس کے علاوہ بہت سے مختلف مواقع پر آپ کی تقریر اور مذاکرات بھی نشر ہوئے۔

مفتی خلیل صاحب ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لے آئے، روانگی کے وقت مرشد کراچی نے پاکستان میں سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی اشاعت کے لیے اپنا نائب مقرر فرمایا آپ کو مفتی اعظم ہند نے بھی چار سلسلوں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ پاکستان آنے کے بعد ایک سال کراچی میں کھتری مسجد میں قیام رہا، پھر جون ۱۹۵۲ء میں حیدرآباد تشریف لائے اور یہاں سید جعفر حسین شاہ مرحوم کے تعاون سے

جولائی ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم احسن البرکات قائم کیا جو الحمد للہ ۴۰ سال کے بعد آج بھی ایک تناور درخت کی شکل میں قائم ہے اس درس گاہ سے ہزاروں علماء فضلاء فارغ ہو کر نکلے اور تشنگان علوم سیراب ہوئے۔

مفتی صاحب نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی جس کے چند پارے طبع ہو چکے ہیں۔ آپ بہت عمدہ سچے عاشق رسول بھی تھے۔ عمدہ نعتیہ کلام اور غزلیہ کلام بھی چھوڑا ہے جو زیر طبع ہے۔

آپ نے پہلی تصنیف ۱۳۶۱ ہجری میں فرمائی، جو آپ کے طالب علمی کا آخری دور تھا یہ کتاب سراج العوارف کا ترجمہ تھا جو اب ”نور علی نور“ کے نام سے دستیاب ہے اور دنیائے تصوف میں اس کتاب کا اہم مقام ہے اس کتاب کا مطالعہ ہر مرید پر لازم ہے۔

آپ کی شادی ۲ ربیع الاخر ۱۳۶۷ ہجری / مطابق ۱۵ فروری ۱۹۴۸ء کو سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ میں دختر نیک اختر جناب منشی حبیب احمد خاں لاجول مرحوم، محترمہ نعیم جہاں مدظلہا کے ہمراہ ہوئی۔ جن سے آپ کی سات صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہوئے ایک صاحبزادی رقیہ خانم کا انتقال کم سنی میں حیدر آباد سندھ میں ہوا۔ یہ اولاد میں آٹھویں نمبر تھیں۔

آپ نے ذی الحجہ ۱۳۹۸ ہجری / ۱۹۷۸ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ ادا فرمایا اور روضہ سرکار ﷺ پر حاضری دی۔

آپ کی وفات پر دنیائے علم و عمل میں جو غلا پیدا ہوا ہے اس پر علماء اہلکبار ہیں اور طلبہ مضطرب آپ کی نماز جنازہ میں پندرہ ہزار افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ آپ کے دارالعلوم احسن البرکات کے سامنے ادا کی گئی۔

صدر الشریعت کے شاگرد رشید اور دارالعلوم امجدیہ کراچی کے شیخ الحدیث مفتی صاحب کے ہم سبق حضرت مفتی محمد وقار الدین رضوی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑائی آپ کا جنازہ اٹھتے وقت ہزاروں رو رہے تھے اور شرکاء جنازہ کی چھین نکل رہی تھیں۔ لوگوں کو کندھا دینے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ باوجودیکہ جنازہ میں دونوں جانب لمبے لمبے بانس لگا دیئے

مئے تھے ایک موقع تو ایسا آیا کہ جنازہ کندھوں سے اٹھ کر ہاتھوں پر ہو گیا۔  
مفتی صاحب کو ۲۹ رمضان المبارک ظہر کے وقت درگاہ سخی عبدالوہاب شاہ جیلانی  
رحمۃ اللہ علیہ کے صحن میں دفن کیا گیا۔

چشم طاہر میں سے گرچہ چھپ گیا یہ آفتاب حشر تک ہوتا رہے گا ذرہ ذرہ فیضیاب  
فیض پائے گا زمانہ اب مزار پاک سے  
نور پائیں گے ستارے اس زمیں کی خاک سے  
لوگوں کا کہنا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد ہم نے اس جگہ پہلی تدفین دیکھی ہے اس  
سے پہلے کی خبر نہیں۔

ریڈیو سے بروقت اعلان نہ سننے کے سبب ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شرکت سے  
محروم رہے اور لاکھوں کو تاخیر سے اطلاع ہوئی۔ پاکستان ٹیلی ویژن نے شام کی خبروں میں  
آپ کے جنازہ کا عکس و منظر پیش کیا۔

از ما رمیدہ بہ لحد آر میدہ  
خوب تو خوش کلفت یاراں نہ دیدہ

حدیث شریف کے مطابق آپ کو شہادت کے تین درجات حاصل ہوئے۔ نمبر ۱  
تَعْلَمُ نَمْرًا رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ نَمْرًا مَرَضًا مَرْمَنًا

فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہ الہی

۲ ذی الحجہ ۱۴۱۰ ہجری

۲۶ جون ۱۹۹۰ء





الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعُلَمِينَ، وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ  
 فِي السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَالْأَرْضِينَ، هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ  
 رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ الْمَتِينِ لِيُظْهِرَهُ عَلَى  
 الدِّينِ كُلِّهِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ  
 الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝

اے دادہ حبیب را کلید ہمہ کار  
 باران درود بر رخ پاش بار

دستہ کہ بد امان کر محش زوہ ایم  
 زنہار بدست دیگر انش مینار

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
 الَّذِي كَانَ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ مُحَمَّدٍ  
 رَسُولِ اللَّهِ الصَّادِقِ الْوَعْدِ الْأَمِينِ وَعَلَى آلِهِ  
 وَأَصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ الرَّاشِدِينَ الْمُرْشِدِينَ وَعَلَيْنَا  
 مَعَهُمْ وَفِيهِمْ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ○

بنزل	کوش	مانند	مه	نو
دریں	نبی	فضا	هر دم	فزون شو
مقام	خویش	اگر	خواهی	دریں
تجی	دل	بند	وراه	مصطفیٰ رو



قال الله عز وجل وعلا

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ○  
 بَلْ تُؤَثِّرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ○ وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ  
 وَأَبْقَى ○

(ترجمہ) : بے شک مراد کو پہنچا جو ستمرا ہوا (ایمان لا کر) اور اپنے رب کا نام  
 لے کر نماز (ہجکانہ) پڑھی۔ بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو (آخرت پر اور اسی  
 لیے وہ کام نہیں کرتے جو وہاں کام آئیں) اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی  
 ہے۔ (تو غافل نہ ہو)۔

یاد داری کہ وقت زون تو  
 ہمہ شاداں بدند تو گریاں

ہم چناں زی کہ بعد مرون تو  
 ہمہ گریاں شونند تو شاداں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فِي كُلِّ حِيْنٍ وَّ اَوْقَاتٍ وَّ الصَّلٰوةُ عَلٰی رَسُوْلِهِ اَشْرَفُ الْخَلْقِ  
وَالْبَرِيَّاتِ ۝

**الفاظ و معانی :** اللہ معبود حقیقی کا علم ذاتی ہے کسی اور ہستی پر اس کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ الرَّحْمٰن رَحْمَتِہ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا اطلاق بھی صرف ذات باری ہی پر ہوتا ہے الرَّحِیْم بھی اسم صفت صیغہ مبالغہ ہے۔ ان دونوں اسماء کے معنی صرف رحمت کرنے والا نہیں۔ بلکہ ان سے رحمت اور بندوں پر شفقت کی انتہائی قوت کا اظہار ہوتا ہے۔ البتہ الرحمن میں مبالغہ 'الرحیم سے زیادہ ہے۔ الرحمن میں شان کرم کا عموم ہے۔ مومن و مخلص کے لیے بھی۔ اور کافر و منافق کے لیے بھی اسی لیے اس کا ظہور اس دنیا میں بھی ہو رہا ہے کہ ۔

اویم زمین سفر عام اوست چہ دشمن بریں خوان یغماچہ دوست اور الرحیم میں تجلی مرحمت و مغفرت کا خصوص ہے اہل ایمان کے ساتھ اس لیے اس کو پورا ظہور آخرت میں ہوگا۔ الحمد میں ال کلمہ استغراق ہے یعنی تمام محامد ساری خوبیاں حمد و ستائش و ثناء ہے جو محمود کی عام اختیاری خوبیوں اور فضیلتوں کی بناء پر کی جاتی ہے۔ اسی لیے حمد صرف خالق کائنات کے لیے ہے۔ ستائش و ثناء کسی قسم کی بھی ہو۔ بظاہر کسی کے لیے ہو درحقیقت اسی ذات بے ہمتا کے لیے ہے ہر زمان ہر مکان اور ہر موقع پر ہر محمود کے لیے ہر حامد سے مدح و ثناء، تعریف و ستائش کی اصل مستحق صرف ذات باری عزوجل و علا ہے ۔

ہر کجا کنیم سجدہ ہاں آستان رسد

الصَّلٰوةُ جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں

نبی کریم ﷺ کی مدح و ثناء اور ان پر خاص رحمتوں کا نازل فرمانا۔ اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس کے محبوب اکرم کے شایان شان درجات کی بلندی اور مقامات رفیعہ پر ان کی سرفرازی کے لیے دعائیں کرنا۔ اور تقریباً یہی معنی مراد ہوتے ہیں جب اس کی نسبت بندوں کی طرف کی جائے۔ الْبَرِيَّات اور الْبَرَاءَات جمع ہے الْبَرِيَّةُ کی معنی مخلوق الْبَرِيَّات تمام مخلوقات الہی ان میں جمادات نباتات اور حیوانات بھی داخل ہیں اور انسان و بشر کے ساتھ ساتھ تمام جن اور فرشتے بھی اس میں شامل ہیں۔

ترجمہ اللہ ۱ کے نام سے شروع جو مہربان رحمت والا ہے۔ ساری خوبیاں ۲ اللہ کے لیے ہر زمانے اور تمام اوقات میں اور درود ۳ اس کے رسول پر جو تمام مخلوقات و جملہ کائنات سے اشرف و افضل ۴ ہیں۔

تشریح مطالب : ۱ اسلامی آداب معاشرت میں تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی بڑی اہمیت ہے اور ہر جائز کام کی ابتداء بسم

اللہ پڑھ کر کرنے کی بڑی فضیلتیں حدیث میں وارد ہیں۔ اور خود رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارک یہی تھی کہ کھانا کھاتے پانی پیتے وضو کرتے جانور ذبح کرتے غرض اس قسم کے سارے کاموں کی ابتداء بسم اللہ سے کرتے اور یہی سبق آپ نے امت مرحومہ کو دیا کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرو۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ ”دروازہ بند کرو تو اللہ کا نام لے کر چراغ گل کرو تو اللہ کا نام لے کر۔ برتن ڈھانپو تو اللہ کا نام لے کر اور اپنی منگ کا منہ باندھو تو اللہ کا نام لے کر (قرطبی) غرض یہ ہے کہ چھوٹا بڑا ہر کام کرتے وقت بندہ مسلمان اپنے خدائے رحمن کا نام لینا اپنی عادت بنا لے۔ تاکہ اس کی برکت سے مشکلیں آسان ہو جائیں۔ اور ہے بھی یہی کہ جو شخص کسی کام کو اپنے خدائے رحمن و رحیم کا نام پاک لے کر شروع کرتا ہے اس کا توکل اللہ کی تائید و نصرت پر پختہ ہو جاتا ہے اور وہ عملاً اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ میرا خیر پاک ہے۔ میری نیت مخلصانہ ہے۔ میرا مقصد اعلیٰ ہے اور میں اسی وحدہ لا شریک لہ کا پرستار ہوں جس کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اور

میرا بھروسہ اللہ ہی کی ذات پاک اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت کی صفات پر ہے۔  
غرض بسم اللہ سے بڑھ کر قوت بخش اور اس سے زیادہ روح و اخلاق کو بلند کرنے والا اتنا  
آسان ایسا مختصر کوئی اور ذکر نہیں۔

**چند مسائل متعلقہ :** (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن پاک کی آیت ہے۔ مگر  
سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت کا جزو نہیں اس لیے نماز

میں جہر سے نہ پڑھی جائے۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اور  
حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم نماز الحمد لله رب العلمین سے شروع  
فرماتے تھے۔

(۲) تراویح میں جو ختم کیا جاتا ہے اس میں کہیں ایک مرتبہ بسم اللہ جہر کے ساتھ  
ضرور پڑھی جائے تاکہ ایک آیت رہ نہ جائے۔ ورنہ ختم قرآن کی سنت ادا نہ ہوگی  
(۳) قرآن پاک کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع کی جائے سوائے سورہ براءت کے جب  
کہ اس سے پہلے سے تلاوت شروع کی اور سورہ براءت آگئی تو تسمیہ پڑھنے کی ضرورت  
نہیں۔ مگر سورہ توبہ ہی سے تلاوت شروع کی تو اعوذ کے بعد بسم اللہ کہہ لے۔ اور یہ جو  
مشہور ہے کہ سورہ توبہ ابتداء بھی پڑھے جب بھی بسم اللہ نہ پڑھے یہ محض غلط ہے۔

(۴) تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنا نماز کی صرف پہلی رکعت میں ہے۔ اور تسمیہ ہر  
رکعت کے اول میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اول سورت شروع کی تو سورت پڑھتے  
وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے۔ اور قراءت خواہ سری ہو جیسے ظہر و عصر میں۔ خواہ جہری  
ہو جیسے بقیہ نمازوں کے فرائض ہیں۔ بسم اللہ بہر حال آہستہ پڑھی جائے۔

(۵) نماز میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بسم اللہ قراءت قرآن کے تابع ہیں۔ اور مقتدی پر قراءت  
ہے نہیں لہذا تعوذ و تسمیہ بھی اس کے لیے مسنون نہیں۔ ہاں جس مقتدی کی کوئی رکعت  
جاتی رہی ہو۔ وہ جب اپنی باقی رکعت پڑھے تو اس وقت ان دونوں کو بھی پڑھے کہ وہ  
نوت شدہ رکعت میں قراءت بھی کرے گا۔

(۶) ہر مباح کام بسم اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے۔ اور ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا مکروہ

و ممنوع ہے۔ بلکہ لہو و لعب کے موقع پر سخت قبیح اور قریب بہ کفر ہے۔

(۷) سورہ نمل میں آیت سجدہ کے بعد جو بسم اللہ آئی ہے وہ مستقل آیت نہیں۔

بلکہ آیت کا جزو ہے بلا خلاف اس آیت کے ساتھ ضروری پڑھی جائے۔ نماز جہری میں جہراً

اور سری میں سرا (عامہ کتب)

۲۔ حمد کی تشریح ابھی گزری اس لیے الحمد للہ کے معنی یہ ہوئے کہ ہر ثناء، ہر

ستائش ہر خوبی، ہر کمال، ہر حادثہ سے، ہر محمود کے لیے، ہر صفت کمال ہر وصف جمال پر، ہر

زمان، ہر مکان میں، ازل تا ابد، بروجہ دوام و اتصال، اللہ عزوجل ہی کے لیے ثابت اور

اسی کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص ہے کہ وہی تمام نعمتوں کا تمام مخلوقات کو بلا واسطہ

خواہ بالواسطہ بخشے والا، خالق کائنات، جملہ کمالات سے متصف، بندوں کو توفیق خیر عطا

فرمانے والا اور رب لعلمین ہے تو کمال کہیں بھی ہو، جمال کسی بھی روپ میں ہو اسی کی

کرشمہ سازی ہے۔ اور اسی کی با اختیار تدبیر کا اعجاز، تو ستائش و تعریف کسی کی بھی کی

جائے۔ حقیقت میں اسی ذات والا صفات کے لیے ہے۔ جس کی قدرت و اختیار سے اس

عالم رنگ و بو کی ساری رنگینیاں اور رعنائیاں رو پذیر ہیں۔ مدح و تعریف، ثناء و ستائش کسی

کی بھی ہو، کسی بھی نام سے ہو، درحقیقت اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے اور اسی کو پہنچتی

ہے۔ والی اللہ ترجع الامور۔

چند مسائل متعلقہ :

(۱) ہر کام کی ابتدا میں تسمیہ کی طرح حمد الہی بجا لانا

چاہیے۔ (۲) کبھی حمد واجب ہوتی ہے جیسے خطبہ جمعہ

و عیدین میں کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے خطبہ نکاح میں، اور دعا سے پہلے یونہی ہر امر و نشان

میں۔ اور ہر کھانے پینے کے بعد اور کبھی سنت مؤکدہ ہوتی ہے جیسے چھینک آنے کے

بعد۔

ایک نفیس فائدہ :

حدیث شریف میں ہے کہ جو چھینک آنے پر الحمد

للہ کہے، فرشتہ کہتا ہے رَبِّ الْعَالَمِينَ یعنی اس کلمہ کو

پورا کر دیتا ہے اور جو کہتا ہے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ فرشتہ کہتا ہے بِرَحْمَتِكَ

اللہ یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے۔ تو چھینک کتنی بڑی دولت ہے کہ معصوم فرشتے کی زبان سے رحمت کا سزاوار قرار پاتا ہے۔ یہ ملائکہ کے لیے ہے۔ آدمی پر واجب ہے کہ جب چھینکنے والا مسلمان 'حمد الہی بجالائے' اگرچہ صرف الْحَمْدُ لِلَّهِ کہے یہ يَرْحَمُكَ اللَّهُ کے پھر اسے مستحب ہے کہ اس سے کہے يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ اللَّهُ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے۔ اور چھینک پر افضل و اکمل صیغہ حمد کا یہ ہے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ نَحْيِرُ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ

**تنبیہ :** چھینک اچھی چیز ہے۔ اسے بدھگونی جاننا مشرکین ہند کا ناپاک عقیدہ ہے۔ حدیث میں تو یہ ارشاد فرمایا کہ الْعَطْسَةُ عِنْدَ الْحَدِيثِ تَشَاهِدُ عَدْلُ بَاتِ كَةِ وَقْتِ چھینک عادل گواہ ہے "یعنی جو کچھ بیان کیا جاتا ہو، جس کا صدق و کذب معلوم نہیں اور اس وقت کسی کو چھینک آجائے تو وہ اس بات کے صدق پر دلیل ہے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ دعا کے وقت چھینک ہونا، دلیل قبول ہے۔ لہذا چھینک پر حمد الہی بجالانا مسنون ہوا۔ بہت لوگ صرف الحمد للہ کہتے ہیں پورا کلمہ کہنا چاہیے۔ مشرکین ہند کی دیکھا دیکھی 'ناواقف و جاہل و نادان مسلمان چھینک کو بدفالی خیال کرتے ہیں مثلاً کسی کام کے لیے جا رہا ہے اور کسی کو چھینک آگئی تو سمجھتے ہیں کہ اب وہ کام نہیں ہوگا۔ یہ جہالت ہے کہ بدفالی کوئی چیز نہیں پھر ایسی چیز کو بدفالی کہنا جسے حدیث میں شاہد عدل فرمایا، سخت غلطی ہے۔ (لادی رضویہ وغیرہ)

۳۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی تکریم ہے۔ علمائے کرام نے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یا رب! محمد مصطفیٰ ﷺ کو عظمت فرما۔ دنیا میں ان کا دین بلند، ان کی دعوت غالب اور ان کی شریعت کو بقاء عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر ان کا ثواب زیادہ کر کے اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اور تمام مخلوقین پر ان کی شان بلند کر۔

درود شریف کی بہت برکتیں اور بڑی فضیلتیں احادیث میں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ "ترمذی کی حدیث شریف میں ہے پورا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔"

”اللَّهُمَّ عَلَي سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ“

**چند مسائل متعلقہ :** (۱) نام پاک حضور پر نور سید عالم ﷺ مختلف جلسوں اور نشستوں میں جتنی بار لے، یا سنے، ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہو گا اور سخت سخت وعیدوں میں گرفتار۔ اور اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا، یا سنا تو اگرچہ بہ نظر آسانی امت ہر بار درود واجب نہیں (اسی پر فتویٰ ہے) مگر مناسب یہی ہے کہ ہر بار ﷺ کتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی تو عاقل کا کام نہیں کہ اسے ترک کر دے۔

(۲) آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب اور دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور مستقل طور پر حضور ﷺ کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

(۳) درود شریف میں آل و اصحاب کا ذکر متواتر اور اہل اسلام کا قدیم سے معمول ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر درود مقبول نہیں۔ (۴) سب درودوں میں افضل وہ درود ہے جو تمام اعمال سے افضل عبادت، یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایک خاص صیغہ کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرنا رہے تاکہ حضور قلب میں فرق نہ ہو۔

(۵) اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کر دینے کو فرمایا کہ ایسے کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔

(۶) درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے ہاں جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رک جائے۔ اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر لے کہ اس قدر پاؤ وضو، دو زانو، ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے روزانہ عرض کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو۔ زیادہ جس قدر نباہ سکے بہتر ہے علاوہ اس کے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے وضو بے وضو، ہر حال میں درود جاری رکھے۔

(۷) درود شریف قبل اذان اور قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر درود اور اذان و اقامت سے فصل چاہیے۔ یا درود شریف کی آواز، اذان و اقامت کی آواز سے ایسی جدا ہو کہ دونوں میں امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف اذان و اقامت کا کوئی حصہ معلوم نہ ہو۔ اس کے ترک پر اصرار جیسا کہ وہابیہ کا معمول، اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ مسلمانوں پر ظلم و زیادتی ہے اور مسلمانوں میں تفریق (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)۔

**تنبیہ :** درود شریف کی جگہ صلعم یا عم یا یا لکھنا بیہودہ و مکروہ، سخت ناپسند، شدید محرومی کا موجب اور ناجائز و سخت حرام ہے۔ یہ بلا، عوام تو عوام آج کل بڑے بڑے جلد بازوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس سے بہت سخت احتراز چاہیے۔ اگر تحریر میں ہزار جگہ حضور اقدس ﷺ کا نام پاک آئے ہر جگہ پورا ﷺ لکھا جائے ہرگز صلعم وغیرہ نہ لکھا جائے علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے۔ ایک ذرہ سیاہی یا ایک انگل کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لیے کیسی کیسی عظیم برکتوں سے دور پڑتے اور محرومی و بے نصیبی کا شکار ہوتے ہیں۔

بعض کتابوں میں تو اس کا بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا، اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ ظاہر ہے کہ قلم بھی ایک زبان ہے تو ﷺ کی جگہ ایسے مہمل و بے معنی الفاظ لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے میں یوہین الہم غلیم لقب دینا۔ جس میں ایک پہلوئے کفر بھی موجود ہے۔ بلکہ اگر معاذ اللہ ان کی شان گھٹانے کے لیے ایسا ہے تو قطعاً کفر ہے اس سے اتر کر صحابہ و اولیاء و علماء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ



رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ ”قدس سرہ کی جگہ ق۔ یا رحمتہ اللہ تعالیٰ کی جگہ“ لکھنے کو علماء نے مکروہ و باعث محرومی بتایا۔ اور اسے ان کی بے برکتی و بے دولتی ٹھہرایا (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)۔

۴۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم و شرف و کرم کا افضل المرسلین، سید الاولین والاخرین ہونا قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایتقانی مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بدوین بندہ شیاطین۔ والعیاذ باللہ رب العالمین آج نہ کھلا تو کل قریب ہے۔ جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے۔ سارے مجمع کا دولہا، حضور کو بنائیں گے۔ انبیائے جلیل، تا حضرت خلیل، سب حضور ہی کے نیاز مند ہوں گے۔ موافق و مخالف کی حاجتوں کے ہاتھ انہیں کی جانب بلند ہوں گے۔ انہیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا۔ انہیں کی حمد کا ڈنکا بچتا ہوگا۔ جو آج بیان ہے کل عیاں ہے۔ اس دن جو مومن و مقرر ہیں نور بار عشرتوں سے شادیاں رچائیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا اور جو مبطل و منکر ہیں دل فگار حسرتوں سے ہاتھ چبائیں گے۔ يٰ اٰلِیْنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

اور حضرت مصنف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو نام پاک کی تصریح نہ فرمائی اس میں کمال اتباع ہے۔ اس آیت کریمہ کا کہ فرمایا و رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ اِنْ (رسولوں) میں بعض کو درجات میں بلند فرمایا“ ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین ﷺ مراد ہیں کہ انہیں سب انبیاء پر رفعت و عظمت بخشی۔ اور یوں مبہم (بلا صراحت) ذکر فرمانے میں حضور کی افضلیت کے ظاہر و عیاں اور حضور کی سیادت و برتری کی شہرت و بیان کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لویا نہ لوزہن انہیں کی طرف جائے گا کوئی اور دوسرا خیال میں نہ آئے گا۔ صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم۔ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

هٰذِهِ مُنْبَهَاتٌ مِّمَّا صَنَّفَهُ الشَّيْخُ شَهَابُ الْمِلَّةِ وَالْحَقُّ

وَالدِّينِ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْعَسْقَلَانِي  
الْأَصْلِيَّ ثُمَّ الْمِصْرِيَّ الشَّافِعِيَّ الشَّهِيرُ بِابْنِ الْحَجَرِ عَلِيَّ  
الْأَسْتَعْدَادِ لِيَوْمِ الْمَعَادِ فَإِنَّ مِنْهَا مَا يَكُونُ مُشْتَرِكًا وَمِنْهَا مَا  
يَكُونُ ثَلَاثِيًّا إِلَى تَمَامِ الْعَشْرَةِ

**الفاظ و معانی :** منہات۔ جمع ہے منہ اور منہت کی مصدر اس کی تثنیہ ہے جس کا استعمال جگانے، بیدار کرنے، خبردار کرنے میں عام ہے۔ معمولی سرزنش و سزا کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ یہاں مراد وہ وعظ و نصیحت کی باتیں ہیں جو خواب غفلت سے آدمی کو چونکا دیں اور اسے آخرت کی طرف مائل کر دیں۔ صَنَّفَ فعل ماضی ہے۔ مصدر اس کا تصنیف ہے۔ جو تالیف و تدوین کے معنی میں مستعمل ہے۔ یعنی کسی مقصد خاص کے ماتحت کسی تحریر کو بصورت خاص وجود میں لانا خواہ بصورت نظم ہو یا بشكل نثر، عسقلانی وہ ہر چیز جو عسقلان کی طرف منسوب ہو۔ عسقلان کا باشندہ عسقلان شام کے ایک شہر اور ایک ندی کا نام ہے۔ الاستعداد آمادگی۔ علمی لیاقت، زاد راہ سفر، یہاں مراد توشہ آخرت ہے۔ المعاد میم پر زیر کے ساتھ جائے بازگشت، لوٹ کر جانے کی جگہ۔ مجازاً اس کا استعمال قیامت و آخرت کے معنی میں ذائع و شائع ہے۔ اور یوم معاد سے یوم آخرت ہی مراد لیا جاتا ہے۔

ترجمہ : یہ ”منہات“ کے عنوان سے (مضامین میں چند نصاب پر مشتمل) ایک کتاب ہے جسے دین کے روشن ستارے (آسمان ہدایت کے) مہ پارے شیخ احمد بن علی بن محمد بن محمد احمد نے تصنیف و تحریر کیا۔ حضرت علامہ باعتبار اصل، عسقلانی پھر مصری ہیں۔ اور حضرت ۵۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد۔ ”ابن حجر عسقلانی“ کے نام سے (عوام و خواص میں) مشہور و معروف۔ اس تصنیف کا منشاء و مقصود توشہ آخرت کی تیاری پر (خود کو اور دوسروں کو) آمادہ کرنا ہے کہ کل بروز قیامت بفضل ایزدی (یعنی اعمال و اشغال) کام آئیں گے۔

(اس کتاب میں مندرجہ ذیل پندرہ بابیں مختلف ابواب میں بیان کی گئی ہیں) ان میں

کچھ دو دو کے عنوان سے ہیں۔ کچھ تین تین کے عنوان سے (کچھ چار چار، پانچ پانچ کے عنوان سے) و علیٰ ہذا القیاس کچھ دس دس کے عنوان سے۔

۵۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اَتَّبِعُوا السَّنَوَادَ  
الْأَعْظَمَ فَمَنْ شَدَّ شُدًّا فِي النَّارِ بُرِّءَ كُرُوهٍ كِي بِرُؤِي  
كُرُوهٍ جُو اَكِيلا رها' اكيلا دوزخ ميں گيا" اور فرماتے ہیں اِنَّمَا يَأْكُلُ الذَّنْبُ الْقَاصِيَةَ  
بھيڑيا اسي بکري کو کھاتا ہے جو گلے سے دور ہوتی ہے" اور یہ سواد اعظم، امت کا بڑا گروہ  
جس کے ساتھ وابستہ رہنا ہی دنیا و آخرت ميں نجات کا واحد ذريعہ ہے فرقہ ناجیہ اہل سنت  
و جماعت کا گروہ اور یہ نجات والا گروہ، اب چار مذاہب ميں مجتمع ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی،  
حنبلی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعين۔

جمہور اہل اسلام وفقہ نے قرآن و احادیث کی تعلیمات کے مطابق ہمیں ہمیشہ یہی  
سبق دیا کہ مذہب اہلسنت و جماعت ہی عروہ و ثقی (مضبوط گروہ) ہے۔ اسی کو اپنے  
مضبوط ہاتھوں اور زبردست قوتوں سے پکڑے رہو۔ اسی کی تعمیل میں ہمہ تن مصروف  
رہو۔ جان جائے مگر یہ سلسلہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ خدا نے آنکھیں دی ہیں ان سے  
دیکھو۔ کان دیئے ہیں ان سے سنو دماغ دیا ہے اس سے سمجھو کہ وہ کلمہ گویان اسلام، جو  
ضروریات دین کے منکر ہیں ہرگز مسلمان نہیں۔ اور وہ کلمہ گویان اسلام جو اہل سنت کے  
عقائد اور اجماعی مسائل کے منکر ہیں وہ ہرگز تمہارے سنی بھائی نہیں۔ دیکھے امیر المؤمنین  
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک فرقہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، کلمہ کا قائل  
تھا، صرف فرضیت زکوٰۃ کے انکار پر مرتد و کافر ٹھہرایا اور قتل کیا گیا۔ و علیٰ ہذا القیاس امیر  
المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں خارجیوں کو گمراہ و بد مذہب ٹھہرا کر ان  
سے جہاد و قتال کیا گیا۔ ان کے نمازی اور کلمہ گو ہونے کی بناء پر انہیں شتر بے مہار بنا کر نہ  
چھوڑا گیا۔

مسلمانو! ہم مسلمانان اہلسنت و جماعت اور سواد اعظم امت خیر الامم ہیں۔ ہم نہایت  
واثق و اعتماد اور کامل یقین و اعتماد سے کہتے ہیں اور یہی ہمارا ایمان ہے کہ ہم ہی وہ ہیں جن

کا سفینہ 'سفینتہ نجات' ہے۔ ہم ہی وہ ہیں جن کی کشتی کے ناخدا اصحاب و اہل بیت رسول اللہ ہیں۔ ہم ہی وہ ہیں جو ساحل مراد کے نیک نشان پر جا رہے ہیں۔ ہم ہی وہ ہیں جن کے لیے قدرت نے فلاح و نجات اور دیگر بے شمار نعمتیں امانت رکھی ہیں۔ اور یہ بھی یقینيات سے ہے کہ اس سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے علاوہ جتنے گروہ جتنے فرتے اور جتنے طائفے ہیں وہ ایسی کشتی ہلاکت پر سوار ہیں جس کے ملاح آنکھوں پر پٹی باندھ کر گرداب بلا و رطبتہ فانی میں کشتی کو لیے جاتے ہیں۔ اور اس کا بیچ منجد ہمارے میں تباہ و برباد ہو جانا مسلم ہے اور وہ ایسی ڈوبے گی کہ ابھرنے کی امید نہیں۔ اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اہلسنت کے قلوب میں جو ان گمراہوں، بددینوں اور لاندہوں کے ساتھ بغض و عداوت ہے وہ ان کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ ان کے مہربان آقا شفیع امت سراپا رحمت ﷺ کا ان کو یہی حکم ہے ۱۲۔

۶۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۷۷۳ھ میں ہوئی۔ شروع شروع میں طبیعت علم شعر کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ اس فن میں مہارت تامہ حاصل کی۔ پھر طلب حدیث کا شوق دامن گیر ہوا۔ اور بکثرت محدثین سے احادیث کریمہ کے استماع کا شرف حاصل کیا اور خود کو مرتبہ کمال تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ تمام عالم اسلام میں آپ کا چرچا عام ہوا اور طالبان حدیث، دنیا کے گوشے گوشے سے چل کر آپ کے چشمہ فیوض و برکات سے فیض یاب ہوئے۔ ذی الحجہ ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔

آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں۔

- ۱۔ الذرور الکامینہ فی اعیان المائۃ الثامنہ
- ۲۔ تہذیب التہذیب
- ۳۔ تقریب التہذیب
- ۴۔ لسان المیزان
- ۵۔ الاصابہ فی احوال الصحابہ
- ۶۔ نخبۃ الفکر

۷- شرح نخبته الفکر

۸- فتح الباری شرح البخاری۔ وغیرہا۔

آپ کی تصانیف مبارکہ اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ آپ امام الحافظ، محقق الحدیثین، اور زبدۃ الناقدین ہیں۔ آپ نے اپنے جیسا کوئی نہ چھوڑا۔ اس میں اختلاف ہے کہ الْمُنْبَهَاتُ ابن حجر عسقلانی کی تصانیف میں ہے۔ یا اس کا مصنف کوئی واعظ خوش بیان، حق گو اور حق پسند ہے۔ بہر صورت یہ کتاب بیش بہا چند نصاب پر مشتمل ہے۔ اور اس کا پیرایہ دل نشیں واثر گزین۔ مولائے کریم، ہمیں حق گو، حق پسند، اور حق کو قبول کرنے والوں میں رکھے اور اٹھائے۔ آمین۔



## بَابُ الشُّنَائِي

فَمِنْهُ مَا رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ  
خَصَلَتَانِ لَا شَيْءَ أَفْضَلَ مِنْهُمَا إِلَّا يَمَانٌ - بِاللَّهِ وَالنَّفْعُ  
لِلْمُسْلِمِينَ وَخَصَلَتَانِ لَا شَيْءَ أَحَبَّ مِنْهُمَا إِلَّا الشِّرْكَ بِاللَّهِ  
وَالضَّرُّ بِالْمُسْلِمِينَ

**الفاظ و معانی :** خَصَلَتَانِ - خَصَلَةٌ کا تشبیہ ہے۔ اور خصلت بہ معنی عادت، اردو میں بکثرت مستعمل ہے۔ خصال اس کی جمع ہے۔ الایمان مان لینا۔ قبول کرنا اور اصطلاح شرع میں اس کے معنی ہیں خدا و رسول کی ہر بات میں تصدیق کرنا۔ الشِّرْكَ یہ ایمان کا مقابل ہے اور شرعاً اس سے مراد ہے خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک بنانا۔

### دو نکتوں کا بیان

**ترجمہ :** انہیں میں ہیں وہ دو باتیں جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا ”دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بہتر کوئی خصلت نہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ دوسرے، مسلمانوں کو نفع پہنچانا۔ اور دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے بدتر کوئی عادت نہیں۔ ایک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ دوسرے مسلمان کو تکلیف و اذیت پہنچانا۔“

**تشریح مطالب :** ۱۔ ایمان، ان تمام ضروری باتوں کی تصدیق اور کسی شک و تردد اور تذبذب کے بغیر دل سے مان لینے کا نام ہے جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے۔ بالفاظ دیگر محمد رسول اللہ ﷺ کو ہر بات میں سچا جاننا

حضور کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے۔ ایمان لانے کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ایمان مجمل : جسے علماء نے ان الفاظ سے تعبیر فرمایا کہ **أَمَنْتُ بِاللَّهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ** یعنی میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنی ذات و صفات سے ہے۔ اور میں نے اس کے تمام احکام کو دل سے قبول کیا۔

۲۔ ایمان مفصل : جسے علماء کرام نے یوں بیان فرمایا کہ **أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَ مَلَيْكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ الْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ** یعنی میں ایمان لایا اللہ پر۔ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور اس بات پر کہ ہر نیکی و بدی اللہ کی طرف سے مقدر ہے۔ اور اس بات پر کہ ساری مخلوق کو فنا ہو کر دوبارہ پیدا ہونا ہے۔

اس صریح بیان سے یہ بات روشن ہے کہ ایمانیات یعنی ضروریات دین کے دائرہ کے اندر کی جتنی بھی چیزیں ہیں سب کو تصریحات نبوی کے مطابق اور ماتحت ہونا ضروری ہے۔ کسی اور راہ سے آیا ہوا علم اس دائرہ میں نامقبول ہے اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہو یا جماع مسلمین کافر ہے۔ اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے۔ پیشانی اس کے سجدے میں ایک ورق ہو جائے۔ بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے۔ عمر میں ہزار حج کرے۔ لاکھ پہاڑ سونے کے راہ حق پر دے۔ لا واللہ ہرگز مقبول نہیں۔ جب تک حضور پر نور ﷺ کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے۔ ضروریات دین اگر مثلاً ہزار ہیں تو ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار ایسا ہی ہے جیسا نو سو ننانوے کا۔ آج کل جس طرح بعض بددینوں نے یہ روش نکالی ہے کہ بات بات پر کفر و شرک کا اطلاق کرتے اور کھینچ تان کر مسلمانوں کو ناحق مشرک و بدعتی اور جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہوئے مطلق نہیں ڈرتے۔ حالانکہ حضور اصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ و التثاء ارشاد فرماتے ہیں **فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا** (وہ بات دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور پلٹتی ہے) یونہی بعض مذاہبنوں، مصلحت کو شون

صلح کلیوں پر یہ بلا ٹوٹی ہے کہ ایک دشمن خدا سے صریح کلمات توہین آقائے عالمین، حضور پر نور سید المرسلین الکریم ﷺ یا اور ضروریات دین کا انکار سنتے جائیں اور اسے سچا پکا مسلمان، بلکہ ان میں کسی کو افضل العلماء امام الاولیاء، حکیم امت، زعیم ملت وغیرہ وغیرہ مانتے جائیں۔ یہ نہیں جانتے، یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ اگر ضروریات دین کا انکار بھی کفر نہیں تو عزیز وابت پرستی میں کیا زہر کھل گیا ہے۔ وہ بھی آخر اسی لیے کفر ٹھہری کہ اول ضروریات دین یعنی توحید الہی، جل وعلیٰ کے خلاف ہے۔ رہی کلمہ گوئی تو مجرد زبان سے کہنا اور طوطے کی طرح کلمہ رٹ لینا، ایمان کے لیے کافی نہیں۔ منافقین تو خوب زور شور سے قسمیں کھا کھا کر تاکیدوں سے مٹو کد کلمہ پڑھتے بلکہ قبلہ جان و کعبہ ایمان ﷺ کی مسجد کریم میں ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے۔ حالانکہ ان کے لیے قرآن کریم میں رب جلیل کا فرمان ہے کہ **فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** (وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں) والعیاذ باللہ تعالیٰ الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں۔ ۱۲

۸۔ ایک حدیث شریف میں ہے **مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْ** ”جو اپنے بھائی کو کوئی نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ ضرور اسے نفع پہنچائے“ دوسری حدیث شریف میں ہے **أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى الْمَوْلَى تَعَالَى إِذْخَالَ السَّرُورِ فِي قَلْبِ الْمُسْلِمِ** ”پسندیدہ اعمال میں جو بات اللہ تعالیٰ کو بڑی محبوب ہے وہ کسی مسلمان کے دل میں خوشی کا داخل کرنا ہے“ معلوم ہوا کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد کوئی چیز مولیٰ تعالیٰ کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری امت میں کسی کی حاجت پوری کر دے جس سے مقصود اسے خوش کرنا ہے اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا“ پھر یہ نفع رسائی صرف زندہ مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں۔ مسلمان میت بھی اس کی مستحق ہے اور ظاہر ہے کہ اموات مسلمین کو نفع رسائی کی صورت یہی



ہے کہ آدمی جس فعل پر خود ثواب پائے، خواہ وہ کوئی فعل ہو اس کا ثواب میت کو پہنچائے اس کی مغفرت کی دعا کرے دوسروں سے کرائے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں کہ

”مردہ دریں حالت، مانند غریقے ست کہ انتظار فریادرسی می برد و صدقات و ادعیہ  
”مردہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او آید۔ ازیں ست کہ طوائف بنی آدم  
تایک سال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد، کوشش تمام می  
نمایند“

یعنی انتقال کے بعد مردے کی مثال اس ڈوبنے والے کی سی ہے کہ کسی فریادرس کے انتظار میں ہو۔ اسی لیے صدقہ و خیرات اس کے لیے نیک دعائیں، اور ایصال ثواب کی نیت سے) درود فاتحہ اس کے لیے بڑی کار آمد ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنی آدم (یعنی سواد اعظم اہل سنت و جماعت) کے تمام گروہ عموماً ایک سال تک، اور خصوصاً اس کی فاتحہ چہلم تک اس قسم کی امداد و نفع رسانی میں اپنی سی پوری کوشش کرتے ہیں۔“

حیرت ہے کہ بعض گمراہ فرقے طرح طرح کے جیلوں بہانوں سے مسلمانان اہلسنت کو اس کار خیر سے روکتے اور مسلمان میت کو ایصال ثواب کے مروجہ طریقوں پر ٹوکتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایصال ثواب کے لیے فاتحہ سوم و وہم و چہلم سب حرام ہے سب ناجائز ہے، سب ہندوؤں کی رسم و رواج میں داخل ہے۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایصال ثواب کے لیے مسلمان مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا ان میں تقسیم کرنا، یا محتاجوں کو کپڑا دینا، طالب علموں کو کہ علم دین کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں ان کی ضروریات مہیا کرنا، غرض نیک نیت سے خیرات کرنا، جس میں نہ نمود و نمائش کا دخل ہو، نہ محتاج پر احسان رکھا جائے۔ نہ اسے تکلیف دی جائے۔ حتیٰ کہ پرندوں کے لیے پانی رکھنا انہیں دانہ ڈالنا، حتیٰ کہ کتے کو روٹی دینا، یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں۔ ان سب کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے تحفے ہدیے سے زندہ آدمی کو خوشی و مسرت ہوتی ہے۔ فرشتے ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر

میت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے، یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔" یہ تمام مضامین احادیث سے ثابت ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں "رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ" مصنفہ حاجی امداد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جسے فقیر نے مفید حواشی سے مزین کیا اور مسلمانوں کی نفع رسانی کی نیت سے ان کے ہاتھوں میں دیا۔ مولا عزوجل قبول اور مسلمانوں کا معمول بنائے۔ آمین ۱۲

۹۔ شرک کے معنی ہیں، غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جانتا۔ یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے۔ اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہو شدید کفر ہو حقیقتہً شرک نہیں۔ ولہذا شرع مطہرہ نے اہل کتاب کفار کے احکام، مشرکین کے احکام سے جدا فرمائے۔ کتابی کا ذبیحہ حلال ہے۔ مشرک کا مردار، کتابیہ سے نکاح ہو سکتا ہے مشرک سے نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کتابی سے جزیہ لیا جائے گا مشرک سے نہیں۔ اور کبھی شرک بول کر، مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے یہ جو قرآن عظیم میں فرمایا گیا کہ شرک نہ بخشا جائے گا وہ اسی معنی پر ہے۔ یعنی اہل کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی۔ اور ہرگز کوئی کافر عذاب دوزخ سے پناہ نہ پاسکے گا۔ اس میں آتش پرست، مجوس، بت پرست، ہنود، اور تمام نصاریٰ و یہود داخل ہیں۔ سب جہنم کے مستحق ہیں اور عذاب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے۔

امام احمد و طبرانی نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے لوگو! شرک سے بچو، کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی و پوشیدہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کس طرح شرک سے بچیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ اَنْ نُّشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُهٗ" الہی ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم جان کر تیرے ساتھ کسی چیز کو شریک کریں۔ اور ہم اس سے استغفار کرتے ہیں جس کو نہیں جانتے۔" ۱۳

۱۰۔ کسی مسلمان کو نقصان پہنچانا، اسے اذیت دینا ہے۔ اور مسلمان کو اذیت دینا شرعاً

کسی قدر مبغوض و ناپسندیدہ ہے اس کا اندازہ اس حدیث شریف سے ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ أَذَى مُسْلِمًا فَقَدْ أَذَى لِي وَمَنْ أَذَى لِي فَقَدْ أَذَى لِلَّهِ ”جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی“ (طبرانی) اور یہ ظاہر اور دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ جس نے اللہ کو ایذا دی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

حدیث شریف کے یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول یا فعل سے مسلمان کے دین آبرو جان و مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ سخت مبغوض و ناپسندیدہ ہے۔ جس کا وبال دنیا و آخرت دونوں میں اس آزار پسند کو بھگتنا پڑے گا جب تک کہ وہ ستم رسیدہ خود معاف نہ کر دے۔

صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔ فرمایا ”میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ لے کر آئے۔“

اور یوں آئے کہ اسے گالی دی۔ اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا۔ اس کا خون گرایا اور اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں۔ پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حقوق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے۔ پھر جہنم میں بھونک دیا گیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

عزیزو! میری سنو اور عمل میں لاؤ کہ یہاں معاف کرا لینا سہل ہے قیامت کے روز

اس کی امید مشکل ۱۳

۲۔ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمُجَالَسَةِ الْعُلَمَاءِ

وَاسْتِمَاعِ كَلَامِ الْحُكَمَاءِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحْيِي الْقَلْبَ بِنُورِ

الْحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي الْأَرْضَ الْمَيِّتَةَ بِمَاءِ الْمَطَرِ

ترجمہ : اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم لوگ لازم جانو ۱۱۔ علمائے دین

کی ہم نشینی اور اہل حکمت ۱۲ کی باتیں بغور سننے کو اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو نور حکمت سے اس طرح زندگی بخشتا ہے جس طرح مردہ زمین کو بارش کے پانی سے سرسبزی و شادابی عنایت فرماتا ہے۔

**الفاظ و معانی :** عَلَيْنِكُمْ تَمَّ بِرَ لَازِمٌ هُوَ - مُجَالَسَةُ هَمَّ نَشِينِي - بِاِهْمٍ مَلَّ كَرَّ بِمِثْنَا

الْعُلَمَاءُ عَالَمٌ كِي جَمْعٌ هُوَ عِلْمٌ وَاللَّ - اِحْكَامٌ شَرَعٌ كَا نَاهِرٌ بِهٖ اِسْتِمَاعٌ كِسِي بَاتٌ كُو غُورٌ سَي سَمْنَا كَلَامٌ وَهٖ بِاِمْعَنِي عِبَارَتٌ جُو دُو يَا زِيَادَهٗ كَلِمُوں سَي مَرْكَبٌ هُوَ - اَلْحُكْمَاءُ حَكِيمٌ كِي جَمْعٌ بِهٖ مَعْنَى دَانِشْمَنْدٌ - دَانِشُورٌ - عِلْمٌ بَاطِنٌ كَا وَاِئْتَفَافٌ كَارٌ - اِحْكَامٌ شَرِيعَتٌ كِي حَكْمُوں كَا جَانَنِي وَاللَّ - يُحْيِي زِنْدَهٗ كَرْتَا هُوَ ' جَلَاتَا هُوَ ' اِس كَا مَصْدَرٌ اَحْيَاءٌ هُوَ (بَكْرَةُ اَلْفِ) اُوْر مَفْتَحٌ اَلْفِ اَحْيَاءٌ جَمْعٌ هُوَ حَيٌّ كِي بِهٖ مَعْنَى زِنْدَهٗ اَلْقَلْبُ الْمَيِّتُ مَرْدَهٗ دَلٌ - حَقٌّ سَي عَافِلٌ دُنْيَا پَر فَرِيفَتَهٗ وَمَا كَلَّ اِفْسَرْدَهٗ اُوْر نَادَانُ اَلْاَرْضُ الْمَيِّتَةُ نَاكَارَهٗ زَمِيْنٌ جُو قَابِلٌ كَا شَتُّ نَهٗ رَهٗ - اَلْمَطَرُ بَارِشٌ -

**تشریح مطالب :** ۱۱ - علم کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا؟ اس بارے میں چند

اقوال ملاحظہ فرمائیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کثرت حدیث یعنی زیادہ باتیں بنانا علم نہیں۔ علم تو نام ہے خشیت و خوف الہی کا۔

حضرت امام مالک نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ کثرت روایت کا نام علم نہیں۔ بلکہ علم حقیقتہً ایک نور ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ قلب مومن میں ڈال دیتا ہے۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ صحیح معنی میں فقیہ عالم وہ شخص ہے جو نہ لوگوں کو رحمت حق سے ناامید کرے اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جبری بنائے۔ نہ عذاب خدا سے انہیں بے خوف ہونے دے۔ اور قرآن کے علاوہ کوئی دل اسے اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔

اور یہیں سے یہ بات روشن و عیان ہے کہ احادیث حمیدہ اور آیات کریمہ میں جن لوگوں کو اولوا العلم و علماء فرمایا گیا ان سے مراد وہ نام نہاد اور اصطلاحی علماء نہیں جو فلاں

فلاں کتابیں پڑھ چکے ہوں۔ یا فلاں فلاں امتحانات کی سندیں رکھتے ہوں یا جو اپنی چرب زبانی سے جاہلوں کے دل لبھاتے اور اپنی دنیا کھاتے ہوں۔ بلکہ یقیناً ان سے مراد وہ اہل علم ہیں جنہیں رب عزوجل وعلا کی معرفت نصیب ہو، جن کے دل و دماغ علم شریعت سے روشن ہوں اور جن کے سینے، نور علم سے منور ہوں۔ اور ان کے اعمال و اشغال اور تمام مصروفیات احکام شریعت کے تابع ہوں۔ اور یہ نہیں مگر علمائے مذہب اہل سنت و جماعت **كَثَرَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى وَرَنَهُ جَوْعًا صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ** سے گمراہ کر دے وہ علم نہیں جہل ہے۔ نور نہیں ظلمت ہے۔ نجات نہیں ہلاکت ہے۔

علمی کہ راہ حق نہ نماید جمالت ست

قرآن کریم ان علماء کے فضائل میں جو کچھ ارشاد فرماتا ہے۔ ان میں چند باتیں یہ

ہیں۔

- ۱۔ خدائے تعالیٰ نے علماء کو اپنے اور اپنے معصوم فرشتوں کے ساتھ ذکر فرمایا۔
- ۲۔ انہیں فرشتوں کی طرح اپنی وحدانیت کا گواہ قرار دیا۔
- ۳۔ ان کی گواہی کو فرشتوں کی گواہی کی مانند معتبر و مقبول ٹھہرایا۔
- ۴۔ اہل علم کے کمال ایمان و عقل اور کامل اطاعت کی گواہی دی۔
- ۵۔ ہمیں بتایا کہ اہل علم کے قلوب، خشیت الہی سے مملو رہتے ہیں۔
- ۶۔ علماء ہی تمام علاقہ سے بے نیاز صرف خدا ہی کے ہو جاتے ہیں۔
- ۷۔ وار آخرت کی قدر و منزلت علماء ہی خوب جانتے ہیں۔
- ۸۔ علماء کرام کے درجات و مراتب، بارگاہ الہی میں فزوں تر ہیں۔
- ۹۔ جاہل کسی طرح کسی عالم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔
- ۱۰۔ کلام الہی کے اسرار علماء کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وغیرہما۔

اور احادیث کریمہ تو ان کے فضائل سے مالا مال ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ رسول اللہ

**ﷺ** کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا ایک عابد، دوسرا عالم آپ نے فرمایا۔

**فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ عَلِيِّ أَدْنَاكُمْ**

(ترجمہ) : ”عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے کمتر پر“ (ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا۔

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

(ترجمہ) : ”اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا قیہہ و عالم ماہر بنا دیتا ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

نیز ارشاد اقدس ہے۔

الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَا أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ كَرَامَةُ الْأُمَّةِ

یعنی جب کہ وہ عقائد حقہ اور مذہب مہذب اہل سنت و جماعت پر مستقیم اور ہدایت کی طرف لوگوں کو بلائیں کہ گمراہ اور گمراہ گر اوروں کو گمراہی کی طرف بلانے والا وارث نبی نہیں، نائب ابلیس ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

علم دین کے فضائل میں مختصراً اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ

علم دین ہی دلوں کی زندگی آنکھوں کی روشنی اور سینوں کی تابندگی ہے۔ علم دین ہی اطمینان قلبی کا ذریعہ ہے اور اسی کے وسیلے سے عرفان الہی ملتا ہے۔ علم دین ہی وہ میزان ہے جس میں اقوال و احوال و اعمال وزن کئے جاتے ہیں۔ علم ہی وہ حاکم ہے جو شک و یقین اور ہدایت و گمراہی میں فیصلہ کرتا ہے۔ علم دین ہی حلال و حرام، جائز و ناجائز میں فرق بتاتا ہے۔

اور علم دین ہی کی بدولت الْحَبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ کی دولت ہاتھ آتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کی ضرورت، خورد و نوش کی ضرورت سے بھی قوی تر ہے۔ آب و دانہ کی ضرورت تو شب و روز میں صرف دو مرتبہ پڑتی ہے مگر علم کی ضرورت ہر ایک سانس پر ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ مَنْ النَّاسِ یعنی آدمی کون ہیں۔ فرمایا ”علماء“

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا۔ اس لیے کہ انسان اور چوپائے میں فرق علم ہی کا ہے۔ اور علم ہی کے باعث اس کا شرف ہے۔ اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ سے زیادہ طاقتور ہے۔ نہ اس کا شرف جُثہ کے سبب ہے کہ ہاتھی اس سے زیادہ عظیم الجثہ ہے۔ نہ اس کا شرف بہادری کا باعث ہے کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے۔ نہ خوراک کی وجہ سے اس کا شرف ہے کہ بیل کا پیٹ اس سے کہیں بڑا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لیے بنایا گیا اور علم ہی سے اس کا شرف ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

أَعْدُ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا أَوْ مُسْتَمِعًا أَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنْ خَامِسًا  
فَتَهْلِكَ

(ترجمہ) : ”اس حال میں صبح کر کہ تو عالم ہو۔ یا طالب علم دین۔ یا عالم کی باتیں سننے والا (اس کا ہم نشین اور فیضان علم کا طالب) یا عالم سے محبت کرنے والا اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا“

غرض دونوں جہاں میں سرخروئی کا دارومدار علم دین پر ہے اور علم دین ہی کی

ڈوریوں سے دونوں جہاں کی منزلیں وابستہ ہیں۔ ۱۲

۱۲۔ حکمت کے لغوی معنی ہیں وَضَعُ الْأَشْيَاءِ عَلَى مَوَاضِعِهَا ہر چیز کو اپنے

موقع و محل پر رکھنا۔ ان معنی کو علمائے دین نے مختلف عنوانوں سے تعبیر فرمایا ہے۔ مثلاً

علم ۱۔ و عقل کے ذریعہ سچی اور صحیح بات تک پہنچنا۔ علم ۲۔ کے حصول کے بعد اس کے

مطابق عمل کرنا۔ ہر وہ ۳۔ صحیح بات جو صحیح عمل پیدا کرنے پر آمادہ کرے دین ۴۔ کی

معرفت اور اس کی پیروی و اطاعت ہر ۵۔ وہ بات جو رسول کے سوا کسی اور سے حاصل

نہ ہو۔

ان معانی کی روشنی میں ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ حکیم وہ ہے جو علم کے بہترین

ذریعوں یعنی قرآن و سنت سے فراست و دانائی کی بدولت ”اشیاء کے حقائق اور احکام شرع

کے اسرار و رموز سے واقف ہو۔ اسی کے حق میں فرمایا گیا کہ **وَمَنْ يُّوتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا** ”اور جسے حکمت ملی، اسے بہت بھلائی ملی“

اور ظاہر ہے کہ جسے امور دین میں فہم صحیح ملی اسے بڑی دولت ملی۔ اس سے بڑھ کر دولت اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم اسے خیر کثیر فرماتا ہے پھر جوان حکماء کی باتیں پوری توجہ و التفات سے سنے اپنے اخلاق و عادات اور طاعت و عبادات کو ان باتوں سے سنوارے۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے۔ کہنا چاہیے کہ حکماء اسلام، نکتہ دان و نکتہ بین و نکتہ رس، حق پسند، حق پرست و حق نما، ہستیوں کا دوسرا نام ہے۔ جنہیں بالفاظ دیگر اہل باطن علماء باطن اور صوفیاء کہا جاتا ہے۔ یہی اولیائے حق ہیں اور یہی محبوبانِ بارگاہ۔ ۱۲

**فائدہ :** قرآن کریم میں حکمت کا لفظ عموماً دو معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک وہ علم و عرفان جو نور الہی کی صورت میں نبی کے سینہ حق گنجینہ میں ودیعت رکھا جاتا ہے۔ اور جس کے آثار و مظاہر رسول کی زبان فیض ترجمان سے کبھی احکام شرع کی صورت میں اور کبھی ان احکام کے مصالح و اسرار کے بیان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس لفظ کا دوسرا اطلاق، اخلاقی تعلیمات پر آتا ہے اور ان اخلاقی تعلیمات میں وہ امور خیر بھی شامل ہیں جن کا خیر و صلاح ہونا تمام قوموں میں مسلم ہے۔ گویا اسلام مجموعہ ہے بہترین عبادات اور فاضل ترین اخلاقی تعلیمات کا اور دنیا کی کوئی نیکی کوئی خیر، کوئی تدبیر صلاح و فلاح، اسلام سے خارج نہیں۔ جو کچھ ہے اسلام ہے اور جتنا کچھ ہے سب اسلام میں ہے۔ ۱۳

**چند مسائل متعلقہ :** (۱) عالم اگرچہ جوان ہو بوڑھے جاہل و بے علم پر فضیلت رکھتا ہے۔ لہذا چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو میں بوڑھے جاہل کو عالم دین پر سبقت و تقدم نہ چاہیے۔ عالم کا حق غیر عالم پر ایسا ہی ہے جیسا کہ شفیق استاد کا اپنے شاگرد پر ہے۔ (عالمگیری)۔

(۲) عالم دین اگر اپنا عالم ہونا لوگوں پر ظاہر کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر یہ



ضرور ہے کہ تقاخر کے طور پر یہ اظہار نہ ہو کہ تقاخر حرام ہے۔ بلکہ محض  
تحدیث نعمت الہی کے لیے یہ اظہار ہو اور یہ مقصد ہو کہ لوگ اس سے فیض  
اٹھائیں اور علم شرع اس سے حاصل کرنے آئیں (عالمگیری)۔

۳۔ گہری بھر علم دین کے مسائل میں مذاکرہ و گفتگو کرنا ساری رات عبادت کرنے  
سے افضل ہے۔ (در مختار)

۴۔ طلب علم اگر اچھی نیت سے ہو تو فرائض و واجبات کے بعد ہر عمل خیر سے بہتر  
ہے (عالمگیری)

۵۔ وعظ و تذکیر و تبلیغ انبیائے کرام کی سنت ہے اور اگر اس سے مقصود مال و جاہ ہو  
تو یہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے (در مختار)

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ مَنْ دَخَلَ الْقَبْرَ بِلَا زَادٍ فَكَانَ مَارِكًا  
الْبَحْرَ بِلَا سَفِينَةٍ

(ترجمہ) : ۱۳۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قبر میں ۱۳۔ توشہ  
(اعمال خیر) کے بغیر داخل ہوا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سمندر میں  
کشتی کے بغیر داخل ہو جائے۔

الفاظ و معانی : زاد توشہ زاد راہ رَکِبَ سوار ہوا رَکوب اس کا مصدر۔ الْبَحْرُ  
سمندر۔ بڑی نہر۔ سَفِينَةٍ کشتی۔ جہاز۔

تشریح و مطالب : ۱۳۔ اول خلفائے راشدین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد  
انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الہی انس و جن و ملک سے

افضل، نبی ﷺ کے خلیفہ برحق ہیں۔

ابو بکر کثرت، صدیق خطاب، عتیق علم اور صاحب الغار لقب ہے۔ شب ہجرت کی نبی  
ﷺ کے ساتھ غار ثور میں تھے۔ انہی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا  
ہے۔ انہی کو نبی ﷺ نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحج مقرر فرمایا تھا  
اور انہیں کو نبی کریم ﷺ نے اپنے سامنے (اپنے مرض و وفات شریف میں) اپنی جگہ امام

نماز مقرر فرمایا تھا۔ انہیں کے انتظام سے اسود عنسی۔ میلہ کذاب اور طلحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعویٰ برباد ہوئے۔ انہیں کی کوششوں سے مانعین زکوٰۃ، فریضہ زکوٰۃ پر قائم ہوئے۔ اور جن مرتدوں کے مقدر میں موت تھی۔ وہ جہنم واصل ہوئے۔ انہیں کے حکم سے قرآن پاک، بحمد اللہ تعالیٰ یک جا جمع ہوا۔ بکثرت احادیث صحیحہ، آپ کے فضائل میں وارد ہیں مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے اور سب سے پہلے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اپنے اسلام لانے کے وقت سے دم آخرت تک حضور ﷺ کی صحبت سے فیض یاب رہے اور بلا اجازت حضور سے کہیں جدا نہ ہوئے۔ حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور اپنے اہل و عیال کو خدا اور رسول کی صحبت میں چھوڑ دیا۔ اور اسلام لانے کے بعد اپنا سب کچھ اسلام کی حمایت میں خرچ کر دیا۔

حضور انور ﷺ کی ولادت مبارکہ سے دو سال چند ماہ بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۲ جمادی الاخریٰ شب سہ شنبہ کو ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کا زمانہ خلافت سب مسلمانوں کے لیے نفل رحمت ثابت ہوا۔ ۱۲

۱۲۔ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جسے عالم برزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام انس و جن کو حسب مراتب اس میں رہنا ہے۔ اور یہ عالم اس دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ بچے کو دنیوی اور اخروی زندگی کے مابین، جو منزل ہے اسی کا نام قبر ہے خواہ وہ خاک کے اندر ہو یا قبر دریا میں، یا کسی درندے کے پیٹ میں یعنی قبر سے مقصود ہر وہ مقام ہے جہاں مرنے کے بعد جسم خاکی نے جگہ حاصل کی۔ حدیث شریف میں قبر کو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا فرمایا گیا ہے۔

**چند عقائد، چند مسائل :** (۱) جب مرڈے کو قبر میں دفن کرتے ہیں اس وقت اس کو قبر دہائی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دہانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں پیار میں اپنے بچے کو زور سے چپٹا لیتی ہے۔ اور اگر کافر ہے تو اس کو اس زور سے دہاتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر، اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔

جب دفن کرنے والے دفن کر کے وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت اس کے پاس دو فرشتے، نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل میں اپنے دائروں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں۔ ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ وہ دونوں مردے کو جھڑک کر اٹھاتے اور سختی کے ساتھ کرحت آواز میں سوال کرتے ہیں۔ پہلا سوال مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ دوسرا سوال مَا دِينُكَ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیسرا سوال مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا رَبِّي اللَّهُ میرا رب اللہ ہے۔ اور دوسرے کا جواب دے گا دین میرا اسلام ہے۔ تیسرے کا جواب دے گا هُوَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وہ تو رسول اللہ ہیں۔ ﷺ اس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ۔ جنت کا لباس پہناؤ۔ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ جنت کی بھینٹی بھینٹی ہوا اور خوشبو آتی رہے گی۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ تو سو جیسے دو لہا سوتا ہے۔ یہ خواص کے لیے عموماً ہے اور عوام المسلمین بھی ان کے لیے جن کو وہ چاہے اور اگر مردہ منافق ہے تو سب سوالوں کے جواب میں کہے گا کہ ہا ہا ہا لَا اَدْرِیْ افسوس مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ كُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَاَقُولُ میں لوگوں کو کچھ کہتے سنتا تھا خود بھی کہتا تھا۔ اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا کہ یہ جھوٹا ہے۔ اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ۔ آگ کا لباس پہناؤ۔ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو اس کی گرمی اور تپش اس کو پہنچتی رہے گی۔ پھر اس پر عذاب کے لیے دو فرشتے مقرر کر دیئے جائیں گے اس وقت اس پر بلائے عظیم کے ساتھ یہ حسرت عظیم بھی ہوگی کہ حضور اقدس ﷺ کو نہ مان کر یا ان کی شان رفیع میں ادنیٰ گستاخی کر کے کیسی نعمت کھوئی اور کیسی آفت پائی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

صریح احادیثِ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ نیکوں کے اعمال حسنہ مقبول و محبوب پسندیدہ و مانوس صورت پر متشکل ہو کر انہیں انس دیں گے۔ جب کہ کافروں منافقوں کے بد اعمال کتا بھیرا، یا اور شکل کے بن کر اسے ایذا دیتے رہیں گے۔

(۳) عذابِ قبر حق ہے اور یونہی تنعیمِ قبر (یعنی قبر کی آسودگی اور آسائش) حق ہے اور دونوں جسم و روح دونوں پر وارد ہیں۔ عذاب و تنعیمِ قبر کا انکار وہی کرے گا جو بد عقیدہ و گمراہ ہے۔

(۴) علماء و سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں۔ البتہ قبر کے اس حصہ کو کہ میت کے جنم سے قریب ہے پختہ نہ کیا جائے۔ اسے خام رہنے دیا جائے۔ (در مختار وغیرہ)۔

(۵) قبر پر بیٹھنا سونا چلنا پاخانہ پیشاب کرنا سخت حرام ہے۔ حتیٰ کہ اپنے کسی رشتہ دار کی قبر تک جانے کے لیے قبروں پر سے گزرنا پڑے تو وہاں تک جانا منع ہے۔ دور ہی سے فاتحہ پڑھ دے۔

(۶) شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ باعثِ برکت و مغفرت۔

(۷) قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میت کا دل ہلے گا۔ یونہی قبر پر اذان نزولِ رحمت کا ذریعہ ہے ۱۲ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)۔

وَعَنْ عُمَرَ عَزَّ الدُّنْيَا بِالمَالِ وَعَزَّ الآخِرَةَ بِصَالِحِ الأَعْمَالِ

(ترجمہ) (۴) : ۱۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا دنیا میں عزت

کا ذریعہ (بکی) مال ۱۶۔ و منال ہے۔ اور دوسری زندگی میں عزت و سربلندی کا

مدار نیک اعمال کے اس پر ہے۔

الفاظ و معانی : عزت و وقت اور حندی و سربلندی مال و دھن دولت  
روبیہ۔ ہر وہ چیز جس کی طرف انسان کا میلان ہو یا بوقت

ضرورت کام آئے۔ الاخرۃ کچھلی چیز۔ مراد اس سے عموماً پچھلا دن۔ کچھلی یعنی موجودہ زندگی کے بعد آنے والی دوسری زندگی ہوتی ہے۔ صالح نیک چلن، نیکو کار۔ اعمال جمع ہے عمل کی۔ کام کاج۔

**تشریح :** ۱۵۔ آپ کا اسم گرامی عمر، کنیت ابوحنس اور لقب فاروق ہے۔ آپ عام نیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ اشراف قریش سے ہیں۔ نبوت کے چھٹے سال ۲۷ برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد آپ حضور ﷺ کی اجازت سے مسلمانوں کو ہمراہ لے کر اعلان و شوکت کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے اسلام و مسلمین کی قوت و شوکت بڑھی۔ مسلمان نہایت مسرور ہوئے اور کافروں پر غم و آلام کے پہاڑ ٹوٹے۔

آپ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ آسمان کا ہر فرشتہ حضرت عمر کی توقیر کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان ان کے خوف سے لرزتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے بری و بیزار ہوں جو حضرت ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کا ذکر بدی کے ساتھ کرے۔

حضرت صدیق اکبر علیہ السلام نے اپنی بیماری میں حضرت مولیٰ علی اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے آپ کو اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد فرمایا۔ ماہ جمادی الاخریٰ میں آپ نے امور خلافت کا انتظام اپنے ہاتھ لیا۔ اور دس سال چند ماہ بارگراں اٹھایا۔ اس دس سالہ خلافت کے ایام میں دنیا عدل و داد سے بھر گئی۔ اسلام کے برکات سے عالم فیض یاب ہوا۔ فتوحات بکثرت ہوئیں اور ہر طرف اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ ذی الحجہ ۲۳ھ میں آپ ابو لوء لوء مجوسی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور روضہ انور میں پہلوئے صدیق میں مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔

سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اول الذکر کی صاحبزادی سیدہ صدیقہ عائشہ اور آخر الذکر کی صاحبزادی حضرت حفصہ حضور ﷺ کے نکاح سے مشرف ہو کر امہات المؤمنین میں شامل ہوئیں اور مسلمانوں

کی مائیں کہلائیں۔ اسی نسبت سے ان دونوں کو شیخین کہا جاتا ہے۔ جنب کہ حضور ﷺ نے ازراہ عنایت خسروی، اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ اور ان کے انتقال کے بعد حضرت کلثوم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کو حضرت مولیٰ علی کے عقد میں دیا۔ اس نسبت سے یہ دونوں حضرات نَحْتَتَيْنِ کہلاتے ہیں۔ ختن کے معنی ہیں داماد اور شیخ کے معنی ہیں بزرگوار، خسر کو بھی اسی لیے شیخ کہتے ہیں کہ وہ باپ کی طرح باپ کی جگہ بزرگ ہے۔ لیکن شیخین کو حضور ﷺ کا خسر اور ختمین کو حضور کا داماد کہنا، سخت ممنوع اور خلاف تعظیم ہے بلکہ بعض علماء اسے کفر تک بتاتے ہیں کہ اردو محاورے میں یہ الفاظ بطور گالی بھی استعمال میں آتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔

۱۶۔ قرآن کریم نے دنیوی زندگی اور اس کی تمام رحمتوں آسائشوں اور رنگینیوں کا اجمالی ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرٍ ”دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کے مال کا“ اب یہ دھوکے کا مال، اس دنیائے دنی میں اگرچہ ظاہری شان و شوکت اور عزت و وقعت کا ذریعہ ہے لیکن دنیا کی طرح فانی و سریح الزوال ہے۔ کسی کی پر آسائش، دنیوی زندگی، آخرت میں عزت و وقعت کی موجب نہیں۔ اور نہ دنیا کا مال و جاہ عز و وقار اس کی اخروی زندگی میں سر بلندی و ارجحندی کا باعث ہے۔ خصوصاً ان بد بختوں کے لیے جو دنیا ہی کے ہو جائیں۔ دنیا ہی کے حصول میں کھو جائیں۔ آخرت کو بھلائے ہوئے گزر بسر کریں۔ اور اسی پر مرس۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ مسلمان دنیوی تعلقات سے بے تعلق ہو کر زندگی گزاریں۔ یا علاقہ دنیا سے کوئی رابطہ نہ رکھیں۔ بلکہ وہ عالم آخرت کی بقاء و پائیداری کے مقابلہ میں دنیا کی بے ثباتی اور فنا پذیری پر زور دیتا اور بتاتا ہے کہ اس عارضی و فانی دنیا و سامان دنیوی کے برعکس، عالم آخرت باقی و لازوال ہے۔ ہاں جو شخص دنیوی ساز و سامان اور اسباب دنیوی سے بھی آخرت کے لیے علاقہ رکھے تو اس کے لیے دنیا کی کامیابی آخرت کا ذریعہ ہے جو یہاں دنیوی مال و متاع کے حقوق ادا کرے گا، وہ قیامت میں ان کا ثمرہ پائے گا اور اخروی عز و وقار بھی اس کے حصہ میں آئے گا۔ ۱۲

۱۷۔ آدمی جب مسلمان ہو گیا تو اس کے ذمہ دو قسم کی عبادتیں فرض ہوئیں۔ ایک وہ

جن کا تعلق قلب سے ہے اور جن سے مقصود تزکیہ نفوس ہوتا ہے۔ دوسری وہ جن کا تعلق جوارح (حسی ظاہر بدن) سے ہے دو قسم پر ہے۔ ایک وہ معاملہ کہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ بندوں کے باہمی کسی کام کا بناؤ بگاڑ نہیں یعنی اپنے مالک اپنے خالق کی بارگاہ میں اپنی عبودیت کا اظہار اور اس کے احکام کی تعمیل دوسری قسم وہ ہے کہ بندوں کے باہمی تعلقات ہی کی اصلاح اس میں مد نظر ہے۔ یعنی بندوں کے ساتھ کاروبار اور معاملات میں قانون الہی کی پابندی۔ اور ان کے ساتھ محبت و الفت اور نیکی و نیکو کاری کا برتاؤ اور اعمال صالحہ ان تمام قسموں پر حاوی اور ان تمام اقسام کو شامل ہے۔

پھر یہ اعمال صالحہ خواہ عبادات ہوں یا معاملات و اخلاقیات یہ اسی وقت قابل اعتبار ہیں جب کہ ایمان و عقائد اہل سنت و جماعت پر مترتب ہوں۔ ایمان اصل ہے اور یہ تمام امور اس کی فرع، بغیر ایمان کچھ معتبر و عند اللہ مقبول نہیں کہ جڑ ہی نہ ہو تو ثمرات و نتائج کہاں سے مترتب ہوں۔ درخت کیسے پھلے پھولے۔ و رخت تو اس وقت پھل پھول لاتا ہے جب کہ اس کی جڑ قائم ہو۔ جڑ سے جدا ہو جانے کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ آگ کی خوراک بن جاتا ہے۔ اسی طرح کافروں بے ایمانوں کی عبادتیں، ریاضتیں، خواہ لاکھ پہاڑوں کے برابر ہوں وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ اور ان کا کیا دھرا سب برباد، سب بے بار و بے نتیجہ قال اللہ تعالیٰ وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنشُورًا کافروں نے جو کچھ کیا ہم اس کے ساتھ یوں پیش آئے کہ اسے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کر دیا ۱۲

عَنْ عَثْمَانَ هَمُّ الدُّنْيَا ظِلْمَةٌ فِي الْقَلْبِ وَهَمُّ الْآخِرَةِ نُورٌ فِي الْقَلْبِ

(ترجمہ) : امیر المومنین سیدنا عثمانؓ ۱۸ (بن عفان) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ دنیا ۱۹ کا غم و اندوہ، دل میں تاریکیاں (لاتا) ہے۔ اور آخرت کے لیے

تک و دو (فکر و سعی) دل میں روشنی پیدا کرتا ہے۔

الفاظ ومعانی : هَمٌّ غم واندوہ۔ ظُلْمَةٌ تاریکی۔ اندھیرا۔ اَلْقَلْبُ دَل۔  
درمیان۔

تشریح : ۱۸۔ آپ کا اسم گرامی عثمان، کنیت ابی عمرو اور لقب غنی ہے۔ آپ کی ولادت عام فیل سے چھٹے سال ہوئی۔ آپ کو اسلام کی دعوت حضرت صدیق اکبر ؓ نے دی۔ آپ کے نکاح میں حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں، حضرت رقیہ اور پھر حضرت ام کلثوم آئیں۔ آپ کے سوا دنیا میں کوئی اور شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں۔ اسی لیے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ آپ بہت حسین و خوب رو تھے۔ آپ کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن سے آپ کی شان اور بارگاہ رسالت میں آپ کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت عثمان غنی ؓ نہایت فیاض اور مالی جہاد میں سب صحابہ سے پیش پیش رہتے تھے۔ امیر المومنین فاروق اعظم ؓ نے اپنے آخر عہد میں ایک جماعت مقرر فرمادی تھی اور خلیفہ کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑا تھا۔ کثرت رائے آپ کے حق میں ہوئی اور بائفاق مسلمین شنبہ کیم محرم الحرام ۲۳ھ کو خلیفہ اور امیر المومنین منتخب ہوئے۔ اور ۲۷ ذی الحجہ جمعہ ۳۵ھ کو اپنے ہی گھر میں دارالہجرت مدینہ طیبہ کے اندر بھوکے پیاسے شہید کئے گئے ۷۵ سال کی عمر میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی کو مصر وغیرہ کے نو مسلم قبائل نے شہید کیا تھا۔

آپ بہ لحاظ خلافت بڑے کامیاب خلیفہ تھے۔ آج جو کوئی شخص قرآن عظیم کی تلاوت کرتا ہے اس پر آپ کا احسان ہے۔ اس لیے کہ آپ ہی نے جمع فرمودہ صدیقی کی نقلوں سے مصاحف بنا کر بہ مشورہ امیر المومنین مولیٰ علی ؓ بلا داد اسلام میں شائع کئے اور تمام امت کو اصل لہجہ قریش پر مجتمع ہونے کی ہدایت فرمائی۔ اسی وجہ سے وہ جناب جامع القرآن کہلائے۔ فتوحات اور دائرہ اسلام میں ترقی کے اعتبار سے آپ کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔ آپ نے ۱۴ سال امور خلافت انجام دیئے اور ۸۲ سال کی عمر پائی۔ ۱۲

۱۹۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا



نُوفِ إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا (الایة) جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دیں گے۔ "صاف ظاہر ہے کہ جو اعمال محض دنیوی نفع اور دنیا ہی میں حصول معاوضہ کے خیال سے انجام دیئے جائیں گے وہ موجب ثواب و باعث حسن آخرت نہ ہوں گے۔ جب دوسری دنیا کا تخیل ہی سرے سے دل و دماغ میں موجود نہ ہو تو اس کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ اس کی دون ہمتی اسے نور آخرت کی طرف قدم ہی کب اٹھانے دے گی۔ اور جسے آخرت عزیز ہوگی وہ نور فراست اور فراست ایمان سے مالا مال ہوگا۔ ۱۲

عَنْ عَلِيٍّ مَنْ كَانَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَأَنَّ الْجَنَّةَ فِي طَلَبِهِ  
وَمَنْ كَانَ طَلَبِ الْمَعْصِيَةِ كَأَنَّ النَّارَ فِي طَلَبِهِ

(ترجمہ) : امیر المؤمنین ۲۰ - علی مرتضیٰ (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم (دین) کی تلاش و جستجو میں مصروف رہتا ہے جنت اس کی خواہاں رہتی ہے اور جو شخص گناہ و نافرمانی کی دھن میں مشغول رہتا ہے جہنم اس کی جستجو میں رہتی ہے۔

الفاظ و معانی : طَلَبُ خواہش، جستجو، تلاش اَلْجَنَّةُ نیکو کار بندوں کے لیے آخرت میں ملنے والا تمام نعمتوں اور آسائشوں سے بھرپور ایک وسیع و عریض مکان۔ الْمَعْصِيَةِ گناہ۔ نافرمانی۔ النَّارُ کافروں اور بدکاروں کے عذاب کی جگہ جس کے خیال ہی سے روٹکے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تشریح : امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا نام نامی علی، کنیت ابو الحسن اور تراب اور لقب اسد اللہ (شیر خدا) ہے۔ ابو طالب کے بیٹے اور حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح کبھی آپ کا بھی دامن، شرک و کفر سے ملوث نہ ہوا۔ کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔ اور کبھی غیر خدا کو خدا قرار نہ دیا۔ آنکھ کھولی تو حضور ﷺ ہی کا جمال جہاں آراء دیکھا۔ حضور ہی کی گود میں پرورش پائی۔ حضور ہی کی باتیں سنیں حضور ہی کی عادتیں

سیکھیں۔ آٹھ یا دس سال کے ہوئے کہ آفتاب رسالت اپنی عالمگیر تابشوں کے ساتھ چمک اٹھا اور نو عمری ہی میں آپ نے اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی خاتون جنت فاطمہ الزہراءؑ کے ساتھ آپ کا عقد نکاح ہوا۔ آپ کی ہیبت و دبذبہ سے آج بھی جوان مردان شیر دل کانپ جاتے ہیں۔ کروڑوں اولیائے کرام آپ کے چشمہ علم و فضل سے سیراب ہو کر دوسروں کی رشد و ہدایت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ سادات کرام اور اولاد رسول علیہ وعلیہم السلام کا سلسلہ پروردگار عالم نے آپ سے جاری فرمایا۔ آپ کے فضائل سے احادیث کریمہ مالا مال ہیں۔ آپ کے حق میں بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ حدیث میں ہے کہ آپ کا دیکھنا عبادت ہے۔

امیر المومنین عثمان غنیؓ کی شہادت کے دوسرے روز مدینہ طیبہ میں موجود تمام صحابہ کرام نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ۳۶ھ میں جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔ اور ۳۷ھ میں جنگ صفین ہوئی۔ یہ دونوں جنگیں آپ کے مقابل آنے والوں کی غلط فہمیوں اور اجتہادی غلطیوں کا نتیجہ تھیں۔ جو صلح و صفائی پر ختم ہوئیں۔ اور مسلمانان اہلسنت کا فیصلہ خصوصاً جنگ صفین کے بارے میں وہ ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور امیر معاویہ کی مغفرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں ایام میں گمراہ خارجیوں نے سرکشی کی اور آپ نے ان کا قلع قمع فرمایا۔

ابن ملجم خارجی نے جمعہ مبارک ۷ رمضان المبارک ۴۰ھ میں آپ کو شہید کر دیا۔ آپ نے تقریباً ۶۵ سال کی عمر پائی اور ۳ سال ۹ ماہ امور خلافت کو انجام دیا۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ مُعَاذٍ مَا عَصَى اللَّهَ كَرِيمًا وَمَا أَثَرَ الدُّنْيَا عَلَى  
الْآخِرَةِ حَكِيمًا

(ترجمہ) : (۷) حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں جو ان مرد (و جوان ہمت) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور جو حقیقت حال (دنیا و عقبی) سے آگاہ ہوتا ہے وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا۔

**الفاظ ومعانی :** عَصَبِي فعل ماضی ہے۔ عَصِيَان اس کا مصدر ہے۔ کوتاہی، گناہ، لغزش، کریم جو انمرد، بامروت، معزز و بزرگ مصدر اس کا کرم و کرامت ہے۔ مَا اَثَرَ اس میں ماننا یہ ہے اور اثر فعل ماضی ہے۔ مصدر اس کا ایثار ہے جس کے معنی ہیں پسند کرنا، اختیار کرنا۔ دوسرے کے مفاد کو اپنے مفاد پر مقدم رکھنا۔ اردو محاورہ میں اسی آخری معنی میں اس کا استعمال غالب ہے۔ حکیم دانشور، رموز و اسرار سے آگاہ۔

**تشریح :** ۲۱۔ دنیا خود ہی فانی ہے اور اس کے سارے ساز و سامان بھی فانی۔ تو اس قسم کی چیز بہت زیادہ دل لگانے کے قابل نہیں البتہ دنیوی زندگی میں مفید و معاون ضرور ہیں۔ تو ان سے تعلق بھی اسی قدر ہونا چاہیے اور انہیں عقل سلیم و احکام شرع کے مطابق رکھنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ مقصد حیات و مقصود زندگی بن جائیں۔ اب جو ان پر فریفتہ ہو کر رہ جائے اور دائمی و غیر فانی ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کے لیے فکر و اہتمام سے غافل ہو جائے۔ وہ صاحب الرائے، دانشور کھلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ معزز و جواں مرد مسلمان کی شان یہ ہے کہ گناہ سے دور و نفور رہے اور دانشمند کی پہچان یہ ہے کہ وہ دنیا ہی کا ہو کر نہ رہ جائے۔ اب جو اس کے خلاف عمل کرے وہ گویا نہ کریم ہے نہ حکیم۔ ۱۲

عَنِ الْأَعْمَشِ مَنْ كَانَ رَأْسَ مَالِهِ التَّقْوَى كَلَّتِ الْأَنْسُنُ عَنْ  
وَصَفِ رِبْحِ دِينِهِ وَمَنْ كَانَ رَأْسَ مَالِهِ الدُّنْيَا كَلَّتِ الْأَنْسُنُ  
عَنْ وَصْفِ خُسْرَانِ دِينِهِ

(ترجمہ) : (۸) امام اعمش فرماتے ہیں جس کا اصل سرمایہ پرہیزگاری ۲۲۔  
و خدا ترسی ہو اس کے دین و مذہب میں فوائد کی توصیف سے زبانیں گنگ و عاجز  
ہیں۔ اور جس کی پونجی ۲۳۔ دنیا و متاع دنیا ہو زبانیں اس کے دین میں نقصان  
کے بیان سے کندوبے بس ہیں۔

تشریح : ۲۲ - تقویٰ سے مراد وہ ظاہری ٹیپ ٹاپ نہیں جو بہت ظاہر داروں کو مطلوب ہوتی ہے کہ ظاہر کو احکام شرع سے آراستہ اور خلاف شریعت

افعال و اعمال سے منزہ کر لیا اور بن گئے متقی پرہیزگار، اگرچہ ان کا باطن اتباع شیطان و بندگی نفس کے ماتحت ہلاک کرنے والی آفات سے گندہ ہو رہا ہو جیسے مزبلہ (کوڑے کرکٹ جمع کرنے کی جگہ) پر زرہ نعت کا خیمہ، اوپر زینت اور اندر نجاست، پھر کیا یہ باطنی نجاستیں، ظاہری تقویٰ و پرہیزگاری پر قائم رہنے دیں گی۔ حاشا معاملہ پڑنے دیجئے کونسی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے اور کون سی ناکرونی ہے کہ اٹھار کھیں گے اور پھر بدستور صالح کے صالح۔ متقی کے متقی اس سے زیادہ کیا لکھا جائے مشاہدہ گواہ عادل ہے۔

تقویٰ کے لغوی معنی ہیں ”نفس کو ہر ایسی چیز سے بچانا جس سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ اور عرف شرع میں اس سے مراد ہوتی ہے، گناہ سے حفاظت اور اس سے دوری و نفرت یعنی احکام الہی کی خلاف ورزی کا خوف ہی، تقویٰ فلاح دارین کا اصل اصول ہے اور اسی پر دنیا و آخرت کی سرخروئی موقوف۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک و گناہ کبیرہ اور فحش باتوں سے بچے۔ بعض عارفین نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض کا قول ہے کہ تقویٰ حرام و ممنوعات کو ترک کر دینے اور فرائض و واجبات کی بجا آوری کا نام ہے۔ بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار ترک کر دینا اور طاعت پر مغرور نہ ہونا تقویٰ ہے۔ یہ تمام معنی باہمی مناسبت رکھتے ہیں اور مال کے اعتبار سے ان میں کچھ مخالفت نہیں۔

تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ عوام کا تقویٰ ایمان لا کر کفر سے بچنا ہے۔ متوسط الحال لوگوں کا تقویٰ اوامر و نواہی کی اطاعت ہے یعنی جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرنا اور جس امر سے منع کر دیا گیا ہے اس سے اجتناب برتنا اور خواص کا تقویٰ ہر ایسی چیز کو چھوڑ دینا ہے جو ذکر الہی سے غافل کر دے۔

علمائے اعلام فرماتے ہیں تقویٰ سات قسم ہے۔ (۱) کفر سے بچنا۔ یہ منقلہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے (۲) بد مذہبی سے بچنا۔ یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔ (۳) ہر کبیرہ گناہ سے

پچنا (۳) صغیرہ گناہوں سے پچنا (۵) شہوات سے احتراز (۶) شہوات یعنی نفسانی خواہشات سے پچنا (۷) غیر کی طرف التفات سے پچنا۔ یہ اخص الخواص کا منصب ہے اور قرآن کریم ان سب مراتب کا ہادی و رہنما ہے ۱۲

۲۳۔ دنیا کی حقیقت قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ نے یہ بیان فرمائی کہ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرٍ ”اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے“ تو یہاں کے سارے عیش، ساری آسائشیں، تمام کی تمام عارضی ہیں، فانی ہیں اور بے ثبات ہیں۔ آدمی زندگی پر منتون و فریفتہ ہوتا ہے۔ اسی کو سرمایہ حیات سمجھتا ہے اور اسی کی طلب میں دیوانہ وار، سرگرداں و پریشان حال رہتا ہے۔ اور اس فرصت کو بیکار ضائع کر دیتا ہے۔ وقت اخیر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بقا نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ دل لگانا، حیات باقی و اخروی زندگی کے لیے سخت مضرت رساں ہے اور یہ وہ نقصان ہے جس کی تلافی فضل الہی کے بغیر ممکن نہیں بشرطیکہ ایمان سلامت ہو۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ دنیا طالب دنیا کے لیے متاع غرور اور دھوکے کا سرمایہ ہے لیکن آخرت کے طلب گار کے لیے دولت باقی کے حصول کا ذریعہ اور نفع بخش سرمایہ ہے۔ یعنی جب کہ فرائض و واجبات پر عمل کرے، محرمات و ممنوعات سے دور و نفور رہے۔ اور مال و متاع سے جو حقوق وابستہ ہیں ان سے غافل نہ رہے۔ ۱۳

عَنْ سَفِيَانَ الثَّوْرِيِّ كُلُّ مَعْصِيَةٍ عَنْ شَهْوَةٍ فَإِنَّهُ يُرْجَى  
غُفْرَانُهَا وَكُلُّ مَعْصِيَةٍ عَنِ الْكِبْرِ لَا يُرْجَى غُفْرَانُهَا لِأَنَّ  
مَعْصِيَةَ إِبْلِيسَ كَانَ أَصْلُهَا مِنَ الْكِبْرِ وَزَلَّةُ آدَمَ كَانَ أَصْلُهَا  
مِنَ الشَّهْوَةِ

(ترجمہ) : (۹) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہر وہ گناہ جو خواہش نفس کے باعث سرزد ہو اس کی بخشش کی توقع کی جاسکتی ہے۔ لیکن ہر وہ گناہ جس کی بنیاد اپنی برتری و غرور ہو اس کی معافی کی امید محبت ہے۔ دیکھئے تاکہ ابلیس ۲۳ کی نافرمانی و سرکشی بربنائے تکبر تھی۔ اور حضرت ۲۵۔

آدم علیہ السلام کی لغزش، فطری رغبت کے باعث تھی۔

**الفاظ و معانی :** مَعْصِيَةٌ گناہ۔ لغزش شہوة خواہش، آرزو، مرغوب و دل پسند چیز جی فعل مضارع ہے۔ توقع کی جاسکتی ہے۔ رجاء اس کا مصدر ہے۔ غفران بخشش، گناہ کی معافی۔ کبر بڑائی۔ تکبر غرور۔ زَلَّةٌ لغزش نادانستہ کسی ممنوع کا ہو جانا۔

**تشریح :** ۲۴۔ کسی وصف یا کمال کا پایا جانا بے شک ایک فضیلت ہے تو صیغہ و تحسین کے قابل لیکن یہ خیال اگر اس درجہ ترقی کر جائے کہ آدمی دوسروں کو خاطر میں نہ لائے اور اپنی برتری و بڑائی کے گیت گانے لگے یہی کبر و تکبر ہے۔ یعنی دوسروں کو حقیر جاننا یہ خصلت و عادت مذہبی اخلاقی اور معاشرتی بد اخلاقیوں کا سرچشمہ ہے اور انسان کی تباہی و بربادی اور دارین میں رو سیاہی کا پیش خیمہ۔

ابلیس کوئی فرشتہ نہیں کہ نورانی مخلوق ہو۔ جنی تھا یعنی آگ کا بنا ہوا جن جس نے اپنی طاعت و عبادت کے غرور میں آکر حکم الہی کا مقابلہ کیا اور بزبانے تکبر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور نتیجہ جتہ نافرمانی و سرکشی کی پاداش میں راندہ درگاہ الہی ہوا اور ہمیشہ کے لیے مردود و ملعون قرار پایا۔ ابلیس نے خود کو حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں برتر و بالا سمجھا اور براہ اشکبار صاف کہہ دیا کہ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ”میں اس سے برتر ہوں کہ“ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے۔ مراد ابلیس کی اس قول سے یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل و اعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہوگی وہ اس سے افضل ہے جس کی اصل مٹی ہو۔ اور یہ اس خبیث کا غلط و باطل خیال تھا کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک و مولیٰ فضیلت دے۔ فضیلت کا مدار اصل و جوہر پر نہیں بلکہ مالک و مولیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہے۔ اور آگ کا مٹی سے افضل ہونا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ میں طیش، تیزی، تپش اور ترفع ہے۔ اور یہ سبب ہے اشکبار اور کبر و نخوت کا جب کہ مٹی سے وقار، حلم، حیا اور صبر حاصل ہوتے ہیں۔ مٹی سے ملک آباد آگ سے ہلاک مٹی امانتدار ہے کہ جو چیز اس میں رکھی جائے اس کو محفوظ رکھتی اور بڑھاتی ہے۔ جب کہ

آگ فنا کر دیتی ہے۔ باوجود اس کے کہ لطف یہ ہے کہ مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے۔ اور آگ مٹی کو فنا نہیں کر سکتا (خزائن العرفان)۔

۲۵۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا بلکہ سب انسان انہیں کی اولاد سے ہیں۔ یہی سب سے پہلے بشر ہیں۔ اسی لیے ابو البشر کہلاتے ہیں اور اسی وجہ سے انسان کو آدمی کہتے ہیں یعنی اولاد آدم۔ یہی خلیفۃ اللہ کے اولین مصداق ہیں اور سب میں پہلے نبی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرما کر انہیں تمام موجودات کا نمونہ اور عالم روحانی و جسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لیے حصول کمالات کا وسیلہ کیا اور انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں۔ فوراً تمام فرشتوں نے ارشاد خداوندی کی تعمیل کی مگر ابلیس نے غرور و تمکنت کے ساتھ صاف انکار کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام ایک عرصہ تک تہا زندگی بسر کرتے رہے پھر خالق کائنات نے حضرت بی بی حوا کو آپ کی پسلی سے پیدا کیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اپنا ہمدرد و مونس و ہمدم پا کر بہت مسرور و شادمان ہوئے۔ ان حضرات کو اجازت تھی کہ وہ جنت میں رہیں سسبیں۔ اور وہاں کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائیں مگر ایک درخت کو معین کر کے بتایا گیا کہ اس کے پاس نہ جائیں۔

اب ابلیس نے قسمیں کھا کھا کر انہیں باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ انہیں خیال ہوا کہ اللہ پاک کی جھوٹی قسم کون کھا سکتا ہے اور آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا۔ اور آخر کار اجتہادی غلطی نے ان میں لغزش پیدا کر دی۔ جس کے نتیجہ میں انہیں جنت سے زمین پر جانے کا حکم ہوا۔ اور بہ تقاضائے حکمت الہی آدم علیہ السلام نے اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ خدا کی زمین پر قدم رکھا۔ آپ کے قدم پاک کی برکت سے زمین کے اشجار میں پاکیزہ خوشبو پیدا ہوئی۔ مگر زمین پر آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے تین سو برس تک حیا سے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا۔ اور اپنی اجتہادی غلطی پر نادم ہو کر اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام اور تمام ان زمین کے آنسوؤں کے مجموعہ سے بڑھ گئے۔ آخر کار بارگاہ ایزدی سے کچھ کلمات طیبہ القا فرمائے

گئے اور آپ نے حضور ﷺ کو وسیلہ بنا کر ان کی جاہ و مرتبت کے طفیل میں اپنی مغفرت کی دعا کی یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی۔ ۱۲

**تنبیہ ضروری :** حضرت آدم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ لَا تَقْرَبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ (اس پیڑ کے پاس نہ جانا) کی نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں اور یہ کہ یہ حکم امتناعی نہیں ایک مربیانہ مشورہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس نہی کو تحریمی اور اس حکم کو امتناعی سمجھتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں۔ قبل نبوت بھی اور بعد نبوت بھی۔ ان سے کوئی عمل کوئی فعل کوئی قول ایسا سرزد ہو ہی نہیں سکتا جس میں ترمود سرکشی اور بالقصد نافرمانی کی بو بھی پائی جائے۔ تو یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہاد میں غلطی ہوئی اور خطائے اجتہادی معصیت نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ یہ خطا بھی ان کے شایان شان نہیں ہوتی اس لیے انہیں فوراً ہی متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ یہ عمل تمہاری جلالت قدر اور عظمت شان کی سبکی کا باعث ہے اور قطعی غیر مناسب ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے کئی مقامات پر حضرت آدم علیہ السلام کو ہر قسم کے ارادی اور عملی گناہ سے براءت کا اظہار بھی فرما دیا ہے مَثَلًا وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا کہ اس میں ان کے ارادہ کا کوئی دخل نہ تھا۔

**مسئلہ ضروری :** انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں۔ ان کا ذکر تلاوت قرآن اور روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے۔ پھر ان کے یہ افعال جن کو زلت و لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزاروں حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی اور کثیر در کثیر فوائد و برکات کی مشر (شمر لانے والی) ہوتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اسی ایک لغزش کو دیکھئے کہ اگر وہ نہ ہوتی جنت سے نہ اترتے۔ دنیا آباد نہ ہوتی نہ کتابیں اترتیں نہ رسول آتے۔ نہ جہاد ہوتے لاکھوں کروڑوں کارہائے ثواب کے دروازے بند رہتے۔ ان کے دروازے کھلنا اسی ایک لغزش کا نتیجہ مبارک و شمر طیبہ ہے۔ بالجملة انبیاء کرام کی لغزش من و تو کس شمار میں ہیں صدیقین کی حسنات سے افضل و اعلیٰ ہے الحسنات الأبرار مسیئات المقربین۔ ۱۳



عَنْ بَعْضِ الزُّهَّاءِ دِمْنٌ أَدْنَبَ ذَنْبًا وَهُوَ يَضْحَكُ فَإِنَّ اللَّهَ  
يُدْخِلُهُ النَّارَ وَهُوَ يَبْكِي وَمَنْ أَطَاعَ وَهُوَ يَبْكِي فَإِنَّ اللَّهَ  
يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَضْحَكُ

(ترجمہ) : (۱۰) ایک دنیا سے بیزار عبادت گزار کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص  
کسی گناہ کا ارتکاب کرے اور رہے خوش و خرم، تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اسے  
جہنم میں ڈال دے گا اور وہ عمر بھر روتا رہے گا اور اگر کوئی شخص طاعت  
و بندگی بجالائے پھر بھی گریہ و زاری کرے (عذاب سے خوف کھا کر) تو بالیقین  
اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور وہ شاداں و فرحاں ہوگا (آسانس  
جنت پا کر۔

**الفاظ و معانی :** الزَّهَّاد جمع ہے زاہد کی۔ بہ معنی تارک الدنیا۔ مصدر اس کا زہد  
ہے۔ اَدْنَبَ فعل ماضی ہے۔ اذنب سے۔ جس کے معنی ہیں گناہ  
میں آلودہ ہونا۔ ذَنْبًا گناہ، نافرمانی يَضْحَكُ ضَحْكًا سے فعل مضارع ہے۔ اس کے  
معنی 'بلند آواز سے ہنستا ہیں۔ يَدْخُلُ ادْخَالَ سے فعل مضارع ہے۔ داخل کر دے گا۔  
يَبْكِي اس کا مصدر بکاء ہے۔ بہ معنی گریہ و زاری کرنا رونا۔ يَبْكِي استقبال کا صیغہ ہے  
وہ روئے گا۔ أَطَاعَ اس نے اطاعت کی۔ اطاعت اس کا مصدر ہے بہ معنی فرمانبرداری  
حکم ماننا۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ لَا تَحْقِرُوا الذُّنُوبَ الصَّغَارَ فَإِنَّهَا  
تَنْشَعِبُ مِنْهَا الذُّنُوبُ الْكِبَارُ

(ترجمہ) : (۱۱) کسی دانشمند کا قول ہے کہ صغیرہ گناہوں کو معمولی نہ سمجھو  
اس لیے کہ معمولی فروگزاشتوں اور کوتاہیوں سے بڑے بڑے گناہ جنم لیتے  
ہیں۔

**الفاظ و معانی :** لَا تَحْقِرُوا فِعْلَ نَهَى هِيَ حَقَارَتٌ سَعَى لِيَعْنَى حَقِيرَةٌ جَانِبٌ مَعْمُولٌ  
 نَهَى سَجْعُو - الذُّنُوبُ جَمْعٌ هِيَ ذُنُوبٌ كِي بَهْ مَعْنَى كِنَاهٌ وَتَا فَرْمَانِي تَقْمِيلٌ  
 عِلْمٌ سَعَى رُو كَرْدَانِي - الصِّغَارُ صَغِيرٌ كِي جَمْعٌ هِيَ - چھوٹی چیز الکیبار کییر کی جمع ہے بڑی چیز -  
 تَنْشَعْبٌ اس کا مصدر انشعاب ہے - درخت کا شاخ در شاخ ہوتا - مجازاً ایک چیز کا  
 دوسری چیز کے لیے وسیلہ و ذریعہ بن جانا - یہاں یہی مراد ہے -

**تشریح :** ۲۶ - جیسا کہ ہمارا رات دن کا مشاہدہ ہے کہ جن امور کو معمولی سی بات  
 جان کر عمل میں لے آتے ہیں وہی امور ان کے حوصلے پر دھاتے اور بڑی  
 بڑی بری بری باتوں میں انہیں جھونک دیتے ہیں - اور معاشرہ کی تباہی نتیجتاً سامنے آکر  
 رہتی ہے - ۱۲

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَغِيرَةَ مَعَ الْأَصْرَارِ وَلَا  
 كَبِيرَةَ مَعَ الْأَسْتِغْفَارِ

(ترجمہ) : (۱۲) نبی کریم ﷺ کا ارشاد اقدس ہے کہ اصرار کے بعد گناہ ۲۷ -  
 صغیرہ، صغیرہ نہیں رہتا (کبیرہ ہو جاتا ہے) اور گناہ ۲۸ - کبیرہ توبہ ۲۹ - استغفار  
 کے بعد کبیرہ نہیں رہتا (معاف کر دیا جاتا ہے) -

**الفاظ و معانی :** صَغِيرَةٌ چھوٹی چیز - یہاں مراد گناہ صغیرہ ہے - صَغَائِرُ اس کی  
 جمع ہے الْأَصْرَارُ ضد کسی کام کو بار بار کرنا مستعد رہنا -  
 کبیرہ بڑی چیز یہاں اس سے مراد گناہ کبیرہ ہے الْأَسْتِغْفَارُ مغفرت چاہنا توبہ کرنا اپنے  
 گناہوں پر تادم ہونا معافی مانگنا -

**تشریح :** ۲۷ - خدا اور رسول کی طاعت و فرمانبرداری، اجر عظیم و ثواب آخرت کی  
 موجب ہے اور ان کی نافرمانی یعنی احکام شرع پر عمل نہ کرنا، محرومیوں کا  
 باعث اور گناہ ہے - گناہ کی دو قسمیں ہیں ایک صغیرہ دوسری کبیرہ -  
 گناہ صغیرہ وہ گناہ ہے جس کی ممانعت صریح الفاظ میں قرآن و حدیث میں بیان نہ کی

گئی۔ نہ اس سے بچنے کی تاکید آئی۔ اور نہ اس کے ارتکاب پر کوئی وعید یعنی کوئی خاص سزا ارشاد فرمائی۔ آدمی کوئی نیک عمل، کوئی نیکی، کوئی عبادت، مثلاً صدقہ و خیرات کرتا یا والدین کی اطاعت کرتا ہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ زائل و معاف ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث شریف میں آیا کہ جو بندہ وضوئے کامل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور مراد اس سے صغیرہ گناہ ہیں۔ غرض یہ گناہ بلا توبہ بھی معاف ہو جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ آدمی اس پر اصرار کا مرتکب نہ ہو کہ گناہ صغیرہ اصرار سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے اور بلا توبہ کئے اس کی معافی نہیں ہوتی۔

اور گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کی ممانعت قرآن و حدیث میں صراحت و تاکید کے ساتھ آچکی ہو اور اس کے ارتکاب پر 'غضب الہی' عذاب دوزخ کی وعید یا لعنت آئی ہو۔ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کا ضرور وبال آدمی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اس لیے گناہ کبیرہ سے آدمی خالص توبہ و استغفار کئے پاک نہیں ہوتا۔ البتہ وہ مسلمان ہے اور جنت میں جائے گا۔ خواہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس کی مغفرت فرمادے۔ یا حضور اقدس ﷺ اور اس کے مشائخ کرام و پیران عظام کی شفاعت و سفارش کے بعد خداوند قدوس اسے بخش دے۔ یا اپنے کئے کی کچھ سزا پا کر وہ بخش دیا جائے بہر حال وہ جنت میں جائے گا اور اس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔ یہ وعدہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا سچا اس کا قول سچا۔ اس کا وعدہ سچا۔ ۱۲

۲۸۔ گناہ کی دو صورتیں ہیں ایک بندے کا وہ گناہ جو خالص اس کے اور اس کے پروردگار کے معاملہ میں ہو۔ مثلاً کوئی نماز چھوڑ دی کسی دن کا روزہ چھوڑ دیا۔ اس قسم کے گناہوں میں اتنا ہی کافی ہے کہ آدمی سچے دل سے توبہ کرے۔ یعنی جو کر چکا اس پر نامم ہو۔ بارگاہ الہی میں گڑگڑا کر اس سے معافی چاہے اور آئندہ کے لیے اس گناہ سے باز رہنے کا عزم بالجزم قطعی پختہ ارادہ کر لے اور جہاں نماز روزے کی قضا لازم تھی اسے ادا کرے۔ مولیٰ تعالیٰ کریم ہے چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے۔ دوسرے قسم کے وہ گناہ ہیں جو بندوں کے باہمی معاملات میں ہوں کہ آدمی کسی کے

دین، آبرو، جان، مال، جسم یا صرف قلب کو آزار و تکلیف پہنچائے۔ جیسے کسی کو گالی دی، مارا، برا کہا، غیبت کی، یا کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹایا رشوت سود، جوئے وغیرہ میں جھپٹا ایسی صورت میں جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے، پارگاہ الہی میں بھی معاف نہیں ہوتا۔ لہذا اس قسم کے گناہوں میں جن کا تعلق بندوں سے ہے توبہ مقبول ہونے کے لیے اس کا معاف کرنا ضروری ہے کہ جب تک صاحب حق معاف نہ کرے گا معافی نہ ملے گی۔ ۱۲

۲۹۔ توبہ کی اصل رجوع الی اللہ ہے۔ یعنی خداوند قدوس کی فرمانبرداری و اطاعت کی طرف پلٹنا اس کے تین رکن ہیں۔ ایک گناہ کا اعتراف دوسرے گناہ پر ندامت تیسرے گناہ سے باز رہنے کا قطعی ارادہ اور اگر گناہ قابل تلافی ہو تو اس کی تلافی بھی لازم ہے۔ مثلاً بے نمازی کی توبہ کے لیے پچھلی نمازوں کی قضا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اور جن سے مال ناجائز طور پر لیا اور دبایا ہے ان کا مال انہیں واپس کرنا لازمی ہے۔ ۱۲

قِيلَ هُمْ الْعَارِفُ الشَّاءِ وَهُمْ الزَّاهِدِ الدُّعَاءِ لِأَنَّ هُمْ الْعَارِفِ رَبَّهُ وَهُمْ الزَّاهِدِ نَفْسُهُ

(ترجمہ) : (۱۳) کہا جاتا ہے کہ بندہ حق شناس کی توجہ اور قلبی میلان، مدح و ستائش کبریا پر مبذول رہتی ہے اور بندہ گوشہ نشین، دعا و عرض مدعا میں مصروف رہتا ہے۔ اس لیے کہ بندہ حق آگاہ کا قبلہ حاجات ذات رب تبارک و تعالیٰ ہے۔ اور تارک دنیا کا مقصود و مراد اس کی اپنی ذات ہے (کہ عذاب آخرت سے بچا رہے)۔

## الفاظ و معانی :

قِيلَ کہا گیا ہے۔ هُمْ توجہ، میلان، قلب۔ الْعَارِفُ حق آگاہ، جسے عرفان الہی نصیب ہو۔ الدُّعَاءُ عرض مدعا۔ پکارنا، مانگنا الدعاء مدح و ستائش۔

۳۰۔ معرفت الہی و حق آگاہی کا تمام تر دار و مدار حکم شریعت کے اتباع اور علوم شرع سے واقفیت پر ہے جسے علوم شریعت سے حصہ نہ ملا۔ اسے

تشریح :

سچی معرفت نصیب نہیں۔ اس لیے عارف باللہ وہ بندہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرما کر نبوی تاریکیوں سے محفوظ رکھا اور علوم شریعت کے انوار سے اس کے دل کو زندہ و تابندہ بنایا۔ اور زاہد کو تو کہنا چاہیے کہ ابھی وہ راہ معرفت کی منزل کی طرف آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہا ہے ترک دنیا اس منزل کی ایک کڑی ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ مَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ لَهُ وَلِيًّا أَوْلَى مِنَ اللَّهِ قَلَّتْ  
مَعْرِفَتُهُ بِاللَّهِ وَمَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ لَهُ عَدُوًّا أَعْدَى مِنْ نَفْسِهِ قَلَّتْ  
مَعْرِفَتُهُ بِنَفْسِهِ

(ترجمہ) : (۱۴) کسی دانشور کا قول ہے کہ جس شخص کا یہ گمان ہو کہ اس کا کارساز ۳۱- مددگار اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی معرفت الہی میں ابھی بڑا خلل و نقصان ہے اور جسے یہ وہم ہو کہ اس کے نفس ۳۲- سے بڑھ کر کوئی اور اس کا دشمن و بدخواہ ہے تو جان لینا چاہیے کہ ابھی وہ اپنے نفس کو بھی نہیں پہچانتا۔

**الفاظ و معانی :** تَوَهَّمَ وہم کیا۔ گمان کیا۔ وَلِيٌّ کارساز۔ متصرف محبوب۔ مددگار۔ والی۔ اَوْلَىٰ بہتر، یرتر، قریب تر۔ قَلَّتْ کم ہوئی۔ قَلَّتْ اس کا مصدر ہے۔ عَدُوٌّ دشمن۔ بدخواہ اَعْدَىٰ زیادہ دشمن۔ بڑا بدخواہ

**تشریح :** ۳۱- ولی کا ترجمہ کسی ایک لفظ سے مشکل ہے۔ رفیق، دوست، پشت پناہ، کارساز، حامی و مددگار، متصرف، والی، اور ہی خواہ و سرپرست، سب کے مفہوم اس میں شامل ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ عِنِّ اللّٰهِ تَعَالٰی ہٰی مسلمانوں کا حقیقی کارساز اور حامی و مددگار ہے۔ وہی اپنی توفیق و امداد سے ہر قسم کی ظلمتوں اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور ہدایت کی روشنی میں پہنچاتا ہے۔ اہل ایمان کے بگڑے کام بنانے والا۔ آٹھے وقت میں ان کے کام آنے والا صرف اللہ ہے صرف ذات باری تعالیٰ۔ باقی رہے یہ خدام و آلات اور نبوی حامی و مددگار، احباب و دوستدار جو مشکل میں کام

آتے اور معیبتوں میں اپنی حمایت و نصرت سے ہاتھ بٹاتے ہیں، یہ سب عون الہی کے مظہر ہیں۔ بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رکھے اور ہر چیز میں اسی کے دست قدرت کو کارکن سمجھے کہ وہی متصرف و مستعان حقیقی ہے۔ وہی حامی و کارساز اور والی و مددگار ہے اس کے بغیر معرفت الہی کی لازوال دولت ہاتھ نہیں آتی۔ ۱۲

۳۳۲ - حدیث شریف میں فرمایا کہ ”تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے“ علمائے کرام فرماتے ہیں نفس تین ہیں۔ ایک نفس امارہ جو انسان کو بدی کی ترغیب دیتا اور بدی کی راہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسرا نفس لوامہ یہ مسلمان کو بدی پر ملامت کرتا اور خیر کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ تیسرا نفس مطمئنہ یہ وہ نفس ہے جو رضائے الہی اور احکام شریعہ پر ایسا مطمئن ہوتا ہے کہ گرانی کا وہم بھی نہیں گزرتا۔ ۱۲

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ  
وَالْبَحْرِ قَالَ الْبَرُّ هُوَ اللِّسَانُ وَالْبَحْرُ هُوَ الْقَلْبُ فَإِذَا فَسَدَ  
اللِّسَانُ بَكَتْ عَلَيْهِ النُّفُوسُ وَإِذَا فَسَدَ الْقَلْبُ بَكَتْ عَلَيْهِ  
الْمَلَائِكَةُ

(ترجمہ) : (۱۵) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد قرآنی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (جسکی خرابی خشکی اور تری میں) کی تفسیر میں منقول ہے کہ الْبَرُّ سے یہاں مراد زبان ہے۔ اور الْبَحْرُ سے مراد قلب ہے۔ جب ۳۳۳ - زبان بگڑ جاتی ہے تو لوگ داویلا پچاتے ہیں۔ اور جب دل میں ۳۳۴ - میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو فرشتے اس پر آنسو بہاتے ہیں۔

الفاظ و معانی : ظَهَرَ ظاہر ہوا الْفَسَادُ بگاڑ۔ تِبَابِي خرابی۔ الْبَرُّ خشکی۔ بیابان  
الْبَحْرُ سمندر، بڑی نہر۔ الْقَلْبُ دل الْمَلَائِكَةُ فرشتے۔

تشریح : ۳۳۳ - زبان کا بگڑ جانا، صرف گالی گلوچ کرنے اور کسی کو مغلظات سنانے ہی کا نام نہیں۔ بلکہ اس سے مراد آدمی کا بد زبان ہو جانا ہے۔ اور بد زبانی ہر وہ بات ہے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ اسے ناحق اذیت پہنچائی جائے۔ یا جس

بات سے دوسرے کی توہین و تحقیر مقصود ہو۔ شریعت مطہرہ نے اس فعل کو سخت قبیح و مذموم بتایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدزبانی اور فحش گوئی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

۱۔ ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزانہ کہتے ہیں کہ تو خدا سے ڈر۔ کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

(ترمذی)

۲۔ جو چیز انسان کو سب سے زیادہ جنت میں داخل کرنے والی ہے وہ تقویٰ اور حسن خلق ہے اور جو چیز انسان کو سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی ہے وہ دوجوف دار (کھل) چیزیں ہیں۔ منہ اور شرم گاہ۔ (امام احمد، ترمذی)۔

۳۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بات کرتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا یعنی یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو درجوں میں بلند کرتا ہے۔ اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی بات بولتا ہے اور اس کی طرف دھیان نہیں دیتا یعنی اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ اس سے اتنا ناراض ہوگا۔ وہ اس کلمہ کی وجہ سے جہنم میں گرتا ہے۔

(بخاری)۔

۴۔ مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے۔ نہ لعنت کرنے والا نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے (کہ اپنی بدزبانی سے اپنا ایمان آلودہ کرے) (ترمذی)۔

۵۔ گالی گلوچ کرنے والے دو مخصوص نے جو کچھ (ایک دوسرے کو) کہا سب کا وبال اس کے ذمہ ہے جس نے شروع کیا۔ جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے یعنی جتنا پہلے نے اس سے کہا اس سے زیادہ نہ کہے (مسلم)

۶۔ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ اور اللہ کے برے بندے وہ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں۔ دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور جو شخص جرم سے بری ہے اس پر تکلیف ڈالنا چاہتے ہیں (اس پر تہمت لگانے

ہیں) (ہیبتی)۔

۷۔ جس شخص کو کسی مسلمان (مرد خواہ عورت) کی برائی کرنے کی وجہ سے کھانے کو ملا، اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس کو جہنم سے کھلائے گا۔ اور جس کو مرد مسلم کی برائی کی وجہ سے کپڑا پہننے کو ملا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کا اتنا ہی کپڑا پہنائے گا۔

(ابوداؤد)۔

۸۔ جہاں مرد مسلم کی ہنگ حرمت اور آبرو ریزی کی جاتی ہو۔ (ناحق برا بھلا کہا) ایسی جگہ جس نے اس کی مدد کی یعنی خاموش سنتا رہا اور ان کو منع نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے گا جہاں اسے پسند ہو کہ مدد کی جائے۔ اور جو شخص مرد مسلم کی مدد کرے گا ایسے موقع پر جہاں اسکی بے حرمتی اور آبرو ریزی کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا ایسے موقع پر جہاں اسے محبوب ہے کہ مدد کی جائے (ابوداؤد)۔

۹۔ عرض کیا گیا کہ نجات کیا ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ اور تمہارا گھر تمہارے لیے گنجائش رکھے (یعنی بیکار ادھر ادھر نہ جاؤ) اور اپنی خطا پر گریہ کرو۔ (ترمذی)۔

۱۰۔ جو چپ رہا اسے نجات ہے۔ (امام احمد)۔

۱۱۔ اچھی بات کہنا، خاموشی سے بہتر ہے اور بری بات بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔

(ہیبتی)۔

۳۴۔ قلب حقیقۃً اس گوشت کے لو تھڑے کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ غیبیہ ہے۔ جس کا مرکزی منہ گوشت ہے سینے کے بائیں جانب یاد رکھنا چاہیے کہ اصل میں تین چیزیں ہیں الگ الگ۔ نفس، روح اور قلب روح بنزلہ بادشاہ کے ہے اور نفس و قلب اس کے دو وزیر ہیں۔ نفس اس کو ہمیشہ شرکی طرف لے جاتا ہے۔ اور قلب جب تک صف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ کثرت معاصی، عصیان و نافرمانی کی زیادتی اور خصوصاً کثرت بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے۔ اب اس میں حق کو دیکھنے سمجھنے اور



غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ مگر ابھی حق سننے کی استعداد رہتی ہے اور پھر معاذ اللہ اوندھا کر دیا جاتا ہے۔ اب وہ نہ حق سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ بالکل چوہٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ نفس کا مرکز زیر ناف ہے اسی لیے شافیہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ نفس سے جو وساوس انھیں وہ قلب تک نہ پہنچے پائیں۔ اور حنفیہ زیر ناف باندھتے ہیں کہ سر چشمہ باید گرفتن بہ میل چوہ شد شاید گزشتن بہ میل یعنی گر بہ کشتن روز اول باید۔ اسی واسطے یہ تحریر کیا گیا ہے کہ اگر سختی سے ہاتھ باندھے جائیں تو دوسو سے پیدا نہ ہوں اور نماز سکون و اطمینان قلب سے ادا ہو سکے۔  
(المفروضہ وغیرہ)

قِيلَ إِنَّ الشَّهْوَةَ تُصَيِّرُ الْمُلُوكَ عِبِيدًا وَالصَّبْرَ تُصَيِّرُ الْعَبِيدَ  
مُلُوكًا ۗ أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ قِصَّةِ يُوْسُفَ وَزُلَيْخَا

(ترجمہ) : (۱۶) کسی دانشمند کا قول ہے کہ خواہش نفس ۳۵ کی پیروی بادشاہوں کو غلام بنا دیتی ہے۔ اور ضبط ۳۶ برداشت (کی قوت) غلاموں کو منصب شاہی تک پہنچا دیتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا واقعہ ۳۷ اس پر ثقہ گواہ ہے۔

**الفاظ و معانی :** الشَّهْوَةُ نفسانی خواہش۔ تُصَيِّرُ بنا دیتی ہے۔ پلٹ دیتی ہے۔  
الْمُلُوكُ جمع ہے ملک کی۔ بادشاہ اور ملک بہ معنی فرشتہ جمع ملائک ہے۔ عِبِيد جمع ہے عبد کی۔ غلام، مملوک۔ الصَّبْرُ حکیمانی۔ برداشت۔

**تشریح :** ۳۵ خواہشیں جو دل میں پیدا ہوتی ہیں یا تو وہ نفسانی ہوا کرتی ہیں کہ وہ خواہشیں فطرت انسانی میں داخل اور ضروریات زندگی میں شامل ہوتی ہیں۔ یا پھر شیطانی ہوتی ہیں کہ خواہ مخواہ دل میں دوسے ذاتی اور مقصد سے نکلتی ہیں ان میں باہمی امتیاز و فرق کے دو آسان طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلد گزرنے کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کر لو۔ الْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ اور نفس کی واقعی خواہش ہو تو اس میں ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ اور دوسرا طریقہ اس کی شناخت کا یہ ہے کہ

نفس اپنی خواہش پر جما رہتا ہے۔ جب تک پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں اسے واقعی اس شے کی خواہش ہوتی ہے جب کہ یہ خواہش اگر شیطانی ہے تو اگر وہ حسب خواہش نہ ملی تو وہ دوسری شے طلب کرتا ہے۔ وہ نہ ملی تو تیسری کی آرزو کرتا ہے۔ غرض یہ خواہشات اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں۔ اس لیے کہ شیطان کا مقصد انسان کو گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طرح پر ہو۔ تو جو ایسی خواہشات کا اتباع کرے گا اور ان کا ہر حال میں حاصل ہو جانا چاہے گا۔ آپ ہی اس لعین کا غلام بیدام ہو گا۔ اور اگر وہ شاہانہ جاہ و جلال کا مالک ہے تو یہ خواہشات اسے ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیں گی۔ وہ صورتہ شاہ و شاہزادہ ہو گا لیکن میر

۴ غلام و غلام زادہ۔ ۱۲

۳۶۔ صبر کے معنی ہیں ضبط نفس کے یعنی کسی ناگوار چیز کے پیش آجانے یا کسی ناگواری میں مبتلا ہونے کے بعد دل کو گریہ و زاری سے اعضاء بدن کو بے قراری سے اور زبان کو شکوہ سے روک لینا ہے۔ یہ وہ دولت ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں (۹۰) جگہ فرمایا گیا ہے اور اہل صبر کی نصرت و اعانت کی ضمانت اور معیت خاصہ کا ذکر فرمایا ہے۔ علمائے کرام نے صبر کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں ایک طاعت الہی میں مشقت و کلفت پر صبر۔ دوم ترغیبات کے باوجود معصیت الہی سے صبر اور سوم امتحان الہی پر صبر یہ عوام کے لیے ہے۔ اور خواص کا صبر یہ ہے کہ ان کا صبر اپنے نفس کے لیے نہ ہو بلکہ اللہ کے لیے ہو اسے صبر اللہ کہتے ہیں۔ پھر یہ کہ صبر کا باعث محبت الہی اور ارادہ تقرب الہی ہو۔ نہ قوت نفس کا اظہار ہو۔ اور نہ خلق خدا میں تعریف کا شوق اسے صبر اللہ کہا جاتا ہے۔ اور ایک صبر مع اللہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بندہ تمام احوال الہی اور محارم الہی کا مطیع بن رہے جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے اور جہاں رک جانے کا حکم ہو رک جائے۔ یہ صبر صدیقین کا ہے۔ نفس پر نہایت شاق اور صبر کی سخت تر قسم۔

اسی صبر کے متعلق سید الطائفہ سیدنا جنید بغدادی نے فرمایا کہ ”صبر تو کڑوی سے کڑوی دوا کو کھونٹ کھونٹ پینا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر تل نہ آئے۔“ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ زاہدوں کو شہ نشین عابدوں کے صبر سے سچے چاہنے والوں محبوبوں

کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے۔ غرض یہ وہ دولت ہے جو ہوس کاروں اور دنیا کی آلائشوں میں ملوث، دعویداروں کے حصے میں نہیں آتی۔ صبر کی تعلیم اور ہر آزمائش و امتحان کے وقت، ثابت قدم رہنے اور رضائے الہی کے حصول کی خاطر آگے بڑھتے رہنے کی تلقین اسلام اس لیے نہیں دیتا کہ مسلمان پستی و ذلت اور پست ہمتی و بے ہانگی کا شکار ہو جائے۔ بلکہ ان تعلیمات کا منشاء و مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہمت و جرات، بہادری و استقامت اور حوصلہ مندی و بلند ہمتی اور مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی عادتیں پیدا ہوں۔ ۱۲

۳۷۔ سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر ایک نظر ڈالے کہ کیسی کیسی آزمائش و ابتلاء سے آپ کو گزرنا پڑا لیکن ثابت قدمی و صبر میں فرق نہ آیا۔ ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور پیشانی پر بل نہ آنے دیا۔ اپنے والد ماجد، سیدنا یعقوب علیہ السلام سے دوری اور جدائی، بھائیوں کا حوصلہ شکن سلوک، اندھے کنوئیں میں آپ کا ڈال دیا جانا کہ کوئی نہ کوئی آکر لے جائے کہ نہ وہ یہاں رہیں گے اور نہ والد صاحب کی نظر عنایت ان پر رہے گی پھر کسی قافلہ کا ادھر آ جانا، اور یوسف علیہ السلام کا ان کے ہاتھ لگ جانا۔ اور پھر بھائیوں کا اچانک نمودار ہو کر انہیں اپنا غلام بنا کر ستے داموں بیچ دینا۔ یوسف علیہ السلام کا ان کے خوف سے خاموش رہنا۔ پھر قافلہ والوں کا انہیں غلام ہی کی حیثیت سے مصر میں عزیز مصر کے ہاتھوں فروخت کر دینا۔ پھر آپ کا عزیز مصر کی بیوی یعنی زلیخا کی نگرانی میں آنا، اور زلیخا کا ان پر فریفتہ ہو جانا۔ ان سے اپنی ناجائز خواہش کی تکمیل چاہنا اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا محکومی اور حسین عورت کی ذاتی درخواست، لالچ خوشامد اور دھمکی کے باوجود آپ کا ثابت قدم رہنا۔ حوصلہ مندی اور ثابت قدمی کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نفوس طاہرہ کو اخلاق ذمہ و افعال رفیہ سے پاک پیدا کیا ہے اور اخلاق شریفہ طاہرہ مقدسہ پر ان کی خلقت فرمائی ہے۔ اس لیے وہ ہر کردنی فعل سے باز رہتے ہیں۔ اور حالات خواہ کچھ ہوں وہ اپنی برگزیدگی اور صبر و ثبات قدمی پر حرف نہیں آتے دیتے اور ان کا دامن عصمت کبھی داغ

دار نہیں ہوتا۔ غرض سیدنا یوسف علیہ السلام جو ایک غلام کی شان میں مصر میں آئے تھے تاج و تخت مصر کے وارث بن گئے۔ ۱۲

**فائدہ نفیسہ :** بادشاہ مصر نے جب اپنی قلمرو کے تمام خزانے سیدنا یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیئے اور آپ کو مملکت میں تصرفات کے تمام اختیارات حاصل ہو گئے تو بادشاہ مصر نے ایک موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر آپ کی تاج پوشی کی اور تلوار اور ہر آپ کے سامنے پیش کی اور آپ کو طلائی تخت پر تخت نشین کیا اور آپ کو اپنا ملک تفویض کر دیا اور سلطنت کے تمام امور آپ کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود مثل تابع کے ہو گیا کہ آپ کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ کے ہر حکم کو مانگتا۔

اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ جب یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس پہنچے تو اس سے فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی۔ " زلیخا نے عرض کیا اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے۔ میں خوبرو تھی نوجوان تھی، عیش میں تھی اور عزیز مصر عورتوں سے سروکار ہی نہ رکھتا تھا۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن و جمال عطا کیا ہے۔ میرا دل اختیار سے باہر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم کیا ہے آپ محفوظ رہے۔" حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو باکرہ پایا۔ اور اس سے آپ کے دو فرزند پیدا ہوئے۔ افرام اور میثا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ کسی نیا کی بیوی کافرہ تو ہو سکتی ہے فاحشہ اور بدکارہ نہیں ہو سکتی۔ کسی مرد کی عورت کا فاحشہ ہونا خود اس کے لیے بھی باعث شرم و عار ہے اور دوسروں کے لیے موجب نفرت، حتیٰ کہ کفار کو بھی یہ عار گوارا نہیں تو حضرت زلیخا کی طرف ایسے بے ہودہ کام کی نسبت اور ان کے دامن جفت پر ایسا الزام لگانا مسلمان کا کام نہیں۔ گمراہی ہے اور گمراہوں کا طریقہ و مشغلہ۔ ۱۳

فِيلَ ظُلُمِي لِمَنْ كَانَ عَقْلُهُ أَمِيرًا وَهَوَاهُ أَسِيرًا وَوَيْلٌ لِمَنْ كَانَ

## هَوَاهُ أَمِيرًا وَعَقْلُهُ أَسِيرًا

(ترجمہ) : (۱۷) کہا گیا ہے کہ مژدہ و بشارت ۳۸- اس شخص کے لیے جس کی عقل (سلیم) فرمان روا و حاکم ہو اور خواہش نفس، محکوم و مغلوب اور ہلاکت و تباہی (مقدر) ہے ایسے شخص کے لیے جس کی خواہشیں غالب ہوں اور عقل مغلوب۔

**الفاظ و معانی :** طوبی بشارت۔ خوش خبری۔ امیر فرمان روا۔ حاکم اسیر۔ محکوم۔ پابند حکم۔ ویل ہلاکت۔ تباہی جنم کے ایک طبقہ کا نام ہے جس کی سختی سے جنم بھی پناہ مانگتا ہے۔

**تشریح :** ۳۸- عقل ہی وہ جوہر لطیف ہے جس کی بدولت انسان نے تمام مخلوقات پر شرف پایا۔ اور خواہش نفس جو تباہی کا پیش خیمہ ہے وہ ہے جس پر شیطان ابھارے اب جو شخص خواہشات کا غلام بن کر رو جائے اور اپنی عقل اور نور فراست کو کام میں نہ لائے اور وقتی لذتوں کے فریب میں آکر یاد آخرت سے غافل ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں تباہی ہی تباہی ہے۔

قِيلَ مَنْ تَرَكَ الذُّنُوبَ رَفِيَ قَلْبُهُ وَمَنْ تَرَكَ الْحَرَامَ وَارْتَكَبَ الْحَلَالَ صَفَتْ فِكْرَتُهُ أَوْحَى اللَّهُ إِلَى بَعْضِ الْأَنْبِيَاءِ أَطْعَمَنِي فِيمَا أَمَرْتَنِي وَلَا تَعْصِنِي فِيمَا فَصَحْتَنِي ۝

(ترجمہ) : (۱۸) کسی (ذانی شہور) کا قول ہے کہ جس نے گناہوں کو چھوڑا اس کا

دل گداز و نرم ۳۹- ہو جاتا ہے۔ اور جو حرام سے باز رہے اور رزق و مال

حلال کھائے ہے، اس کی فکر میں پاکیزگی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی

کی طرف وحی بھیجی کہ میری فرمانبرداری اختیار کرو ہر اس امر میں جس کے بجا

لانے کا میں نے حکم دیا۔ اور میری حکم بدولت کسی ایسے امر میں نہ کرو جس کی

میں نے نصیحت کی۔

**الفاظ و معانی :** رقی ماضی کا صیغہ ہے۔ رِقَّتْ اس کا مصدر ہے۔ یعنی گدازی، قلب، دل کا نرم و گداز ہونا۔ الحرام ہر وہ امر جس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ و فسق ہے اور پچنا فرض و ثواب الحلال ہر وہ قول و فعل جو شرع کے موافق ہو۔ صِفَتْ ماضی کا صیغہ ہے۔ صَفَا اس کا مصدر ہے۔ خالص بنے۔ کدورت، فکر و فکرت سوچ اندیشہ۔ اَوْحَى فعل ماضی ہے جس کا مصدر وحی ہے۔ بہ معنی پیغام خدا الانبیاء جمع ہے نبی کی۔ خدا کے وہ پاکیزہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے بندوں کی رہنمائی کے لیے منتخب کیا اور ان کی طرف وحی بھیجی۔ اَطَعْنِي فعل امر ہے۔ مصدر اس کا اطاعت ہے بہ معنی فرمانبرداری۔ لَا تَعْصِنِي فعل نہی ہے۔ عَصِيَان اس کا مصدر ہے۔ بہ معنی نافرمانی و حکم عدول۔ نَصَحْتُ فعل معنی ہے۔ نصیحت اس کا مصدر ہے بہ معنی پند۔

**تشریح :** ۳۹۔ جب قلب میں رقت، دل میں گداز پیدا ہو جاتا ہے تو بندہ اپنی آنکھوں سے حق دیکھتا، کانوں سے حق سنتا اور دل و دماغ سے حق کو سمجھتا ہے۔ حق کی اطاعت و تعمیل میں ہمیشہ گامزن اور طاعت و بندگی کی طرف مدام راجب وائل رہتا ہے۔ اور جب یہ دولت ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو آدمی حق کے دیکھنے سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اب سرکشی اس کی رہنمائی کرتی اور مخالفت حق، پھر گمراہی اور پھر کفر و عناد پر ابھارتی ہے۔ اور ہدایت کی تمام راہیں اس کے لیے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اس کے دل میں ایک نقطہ سیاہ پیدا ہوتا ہے۔ جب اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے تو دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ (ترمذی) اور یہی وہ رین یعنی رنگ ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا کہ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمُ (الایہ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ آدمی کے اعمال بدی اس کے دل کو تاریک، چشم بصیرت کو بے نور اور قبول حق سے دور کر دیتے ہیں۔ ۱۳

۴۰۔ اسلام میں رزق حلال، کسب حلال اور اکل حلال کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہ اجلہ صحابہ کرام سے ہیں۔ حضور انور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات کر دے (کہ جو دعائے خیر کروں) بارگاہ خدائے میں مقبول ہو) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ”اے سعد! لقمہ حلال کا التزام کر لو (اپنی خوراک و غذا پاک کرو) خود بخود مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک قبولیت سے محرومی رہتی ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر)۔

اور اسلام میں رزق حلال وہ کھانے پینے کی غذائیں، اور برتنے استعمال میں لانے کی وہ تمام چیزیں ہیں جو جائز و مشروع طریقوں سے حاصل کی جائیں اور جن میں غیر کا تعلق نہ ہو۔ مثلاً بیچ فاسد نہ ہو، اجارہ فاسد نہ ہو، کسی قسم کا ناجائز معاملہ نہ ہو۔ رشوت، چوری، خیانت، غصب، جو اسود نہ ہو۔ مقصود یہ ہے کہ آمدنی کے جتنے حرام و ناجائز طریقے ہیں۔ سب ناحق ہیں اور سب کی ممانعت ہے۔ ناچ گانے، ڈھول تماشے، تاشے باجے، تعمیر سینما اور کمائی کے ایسے ہی دوسرے حرام ذرائع سے مثلاً ناجائز نذرانوں سے حاصل کی ہوئی دولت، رزق حلال میں نہیں، رزق حرام میں شامل ہے اور موجب عذاب آخرت۔ ۱۲

قِيلَ اِكْمَالُ الْعَقْلِ اِتِّبَاعُ رِضْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى وَاجْتِنَابُ

سَخَطِهِ قِيلَ لَا غُرْبَةَ لِلْفَاضِلِ وَلَا وَطْنَ لِلْجَاهِلِ

(ترجمہ) : (۱۹) کسی دانا کا قول ہے کہ عقل کی تکمیل (دو چیزوں سے ہوتی ہے

ایک) رضائے الہی کا اتباع و پیروی۔ اور (دوسرے) اس کی ناخوشی سے خوف

زدہ رہنا۔ (اور کوئی کام ایسا نہ کرنا جو اس کی ناخوشنودی و ناراضگی کا باعث ہو)۔

اِکْمَالُ کَامِلُ کَرَّمَ دَرَجَةُ کَمَالٍ تَمَّ بِمُتَابَعَةِ اِتِّبَاعِ تَابِعْدَارِي

پِرووی۔ رِضْوَانِ رِضَا مَنْدِي۔ غُوشْنُوْدِي۔ اِجْتِنَابُ پَرْمِيزُ

کِنَارَهُ کَشِي۔ سَخَطُ غَضَبُ نَاخُوشْنُوْدِي۔ نَارَاغْسُکِي۔ غُرْبَةُ پَرْدِيسِ مِیْنِ هُوَل۔ مَسَاغْرَت۔

الفاضل فضیلت والا۔ عالی مرتبہ، عالم، دانہ۔ الجاہل بے علم، نادان۔

(۲۰) ایک دانشور نے کہا ہے کہ عالم و فاضل کے لیے کوئی جگہ پر دیں نہیں (کہ وہ جہاں جائے گا علم کے خواہاں و قدر دان پروانہ وار اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے اور اسے کوئی بیگانگی محسوس نہ ہوگی۔ برخلاف اس کے جاہل و بے علم کا کوئی وطن نہیں۔) کہ وطن میں بھی رہے گا تو بیگانوں کی مانند گویا پردیس میں ہے) ۱۲

قِيلَ مَنْ كَانَ بِالطَّاعَةِ عِنْدَ اللَّهِ قَرِيبًا كَانَ بَيْنَ النَّاسِ غَرِيبًا  
قِيلَ حَرَكَةُ الطَّاعَةِ دَلِيلُ الْمَعْرِفَةِ كَمَا أَنَّ حَرَكَةَ الْجِسْمِ  
دَلِيلُ الْحَيَاةِ

(ترجمہ) : (۲۱) کسی دانہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارگاہ الہی میں قربت کا خواستگار ہوتا ہے وہ لوگوں میں غیر معروف زندگی بسر کرتا ہے۔ (اسے خلق خدا کی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ اسے باخدا کہیں خدا والا جانیں۔ اللہ والا مانیں)۔ (۲۲) کہا جاتا ہے کہ بندگی و طاعت میں مشغول و مصروف رہنا معرفت ۲۱ ربانی کی دلیل ہے۔ جیسا کہ جسم کی جنبش و گردش، زندگی اور جاندار ہونے کے لیے وجہ ثبوت ہے۔

الفاظ و معانی : الطَّاعَةُ عِبَادَةُ، بندگی۔ فرمانبرداری۔ قَرِيبًا، نزدیک، قربت والا۔ غَرِيبًا، غیر معروف، نامانوس، حَرَكَةُ، جنبش، گردش، دَلِيلُ، وجہ ثبوت۔

تشریح : ۲۱۔ عارف باللہ، واصل بخدا، وہ مسلمان صاحب ایمان ہے جو طاعت و بندگی مولیٰ میں مصروف رہے۔ اور اپنے مالک و مولیٰ کی طاعت و بندگی میں مصروفیت کے یہ معنی ہیں کہ آدمی آداب شرعیہ کی پابندی کرے۔ تمام فرائض و واجبات بروقت ادا کرنے کا التزام رکھے۔ کوئی قدم احکام شرع کے خلاف نہ چلے۔ شریعت محمدیہ کو اپنے تمام افعال و اشغال پر حاکم جانے اور تعمیل حکم شریعت میں کبھی لاپرواہی و تغافل، غفلت شعاری اور تن آسانی میں خود کو نہ ڈالے۔ اپنی تمام حرکات



وسکنت اور عبادات و معاملات کو میزان شرع میں تولے۔ جس قول و فعل اور حرکت و مشغلہ کو خلاف شرع پائے فوراً بارگاہ الہی میں رجوع لائے۔ حضور پر نور سیدنا القوٹ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”غیر خدا کو موجود نہ دیکھنا اس کے ہاتھ ہو تو اللہ کی باندھی ہوئی حدود سے کبھی جدا نہ ہو اور اس کے ہر امر و نہی کی حفاظت کرے۔ اور اگر حدود شریعت سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔ بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے۔ تو فوراً شریعت کی طرف پلٹ آ۔ اور اس سے لپٹ جا۔ اور اپنی خواہشات نفسانی کو چھوڑ اس لیے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ کرے وہ حقیقت باطل ہے (طبقات الاولیاء) سعادت مند کے لیے حضور پر نور غوث العرفاء سید الاولیاء کا ایک یہی ارشاد کافی ہے کہ اس میں سب کچھ جمع فرما دیا ہے۔ تو عارف باللہ وہی ہے جس کا ہر قول و فعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ قانون پر ٹھیک اترے۔ ورنہ گمراہی ہے اور زندقہ۔ ۱۲

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْلُ جَمِيعِ الْخَطَايَا حُبُّ  
الدُّنْيَا وَأَصْلُ جَمِيعِ الْفِتَنِ مَنَعُ الْعَشْرِ وَالزُّكُورَةِ

(ترجمہ) : (۲۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ۲۲ ہے۔ اور تمام فتنوں کی بنیاد عشر اور زکوٰۃ کا روک ۲۳ لیتا ہے۔

الفاظ و معانی : اصل منع و بنیاد جڑ۔ الخطایا جمع ہے خطا کی۔ بہ معنی بھول چوک، قصور۔ حُب محبت، چاہت۔ الْفِتَنِ جمع ہے فتنہ کی۔

یعنی آزمائش، رسوائی دیوانگی۔ مَنَعُ روکنا، باز رکھنا۔ الْعَشْرِ پیدوار کا دسواں حصہ۔

تشریح : ۲۳ اور قرآن کریم نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ اعزاً و اقارب، اموال و املاک، تجارت، و معیشت، راحت و آسائش کے

اسباب، اور وہ تمام امور و اشیاء جن سے طبعاً محبت ہوتی ہے یہ ممنوع نہیں۔ ان چیزوں سے محبت کی صرف وہ صورتیں ممنوع ہیں جو خدا و رسول کے احکام کی تعمیل میں سد راہ ہوں۔ اور ان کی محبت طبعی محبت ایمانی پر غالب آجائے یہی دنیا ہے اور ہر برائی کی جڑ۔

محبت ایمانی اگر اس محبت طبعی پر غالب رہے اور خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل میں آدمی ہمہ تن مصروف رہ کر ان چیزوں سے بے تعلق ہو کر ان مشقتوں اور قلبی اذیتوں کو برداشت کر جائے تو یہ عین ایمان و جان ایمان ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کے مقابل 'دنوی تعلقات سے چپٹا رہنا۔ کم حوصلگی، پست ہمتی' اور بے راہ روی کی دلیل ہے۔ اور ہر برائی کی اصل و بنیاد۔ ارشاد ربانی ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ (الایہ)

۴۳۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی "صاف ارشاد فرما دیا کہ غایت حرص کی بنا پر مال کو جوڑ جوڑ کر رکھنا اور انکے جو حقوق واجب ہیں انہیں ادا نہ کرنا اور مصارف خیر کی ان میں گنجائش نہ رکھنا" یہ فعل ایسا مذموم و فبیح ہے جس پر دردناک عذاب کی وعید فرمائی گئی ہے۔ اور وہ دردناک عذاب کیا ہے؟ خود ہی آگے اس کی تشریح فرمادی۔ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ (الایہ) کہ وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں "یعنی جسم کے تمام اطراف و جوانب کو۔

اے عزیز! زکوٰۃ، دین کے اعظم فرائض اور اہم ارکان اسلام سے ہے۔ ولہذا قرآن عظیم میں بیسیوں مرتبہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا۔ اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قسم قسم کے عذاب سے ڈرایا۔ اور پھر بتا دیا جتا دیا کہ زکوٰۃ نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہو گیا۔ بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر احمق کون جو اپنے یقینی نفع، اور دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہاں کا زیاں مول لیتا اور اپنے ہاتھوں عذاب دارین خریدتا ہے۔

پھر یہ نہ سمجھے کہ اس سونے چاندی کو تپا کر اس سے بدن پر کوئی چکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی و پشت و پہلو کی چربی نکل کر بس ہوگی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سن لیجئے کہ

فرمایا کہ ان کے سرپستاں پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا۔

اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سن رکھئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے گا نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھو جائے گی۔ بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ (اشرفی) جدا داغ دے گا۔“ (طبرانی) اللہ تعالیٰ مسلمان کو ہدایت بخشے۔ آمین۔

غرض زکوٰۃ! نہ دینے کی جائگاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے۔ نہ دینے والے کو ہزار ہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنی چاہیے۔ کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان، اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں۔ پھر اس سے بڑھ کر احمق کون جو اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض، گردن پر رہنے دے۔ ۱۲

**قائدہ نفیسہ :** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دی گئی وہ کنز نہیں (یعنی جوڑا ہوا مال) خواہ دینہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے جس کا ذکر قرآن میں ہوا کہ اس کے مالک کو اس سے داغ دیا جائے گا۔

رسول کریم ﷺ سے اصحاب نے عرض کیا کہ سونے چاندی کا تو یہ حال معلوم ہوا پھر کون سا مال بہتر ہے جس کو جمع کیا جائے؟“ فرمایا ذکر کرنے والی زبان (لِسَانَ ذَا كِرًا) اور شکر کرنے والا دل (قَلْبًا نَشَاكِرًا) اور نیک بی بی جو ایماندار کی اس کے ایمان پر مدد کرے یعنی پرہیزگار ہو کہ اس کی صحبت سے طاعت و عبادت کا شوق بڑھے (ترمذی) ۱۲

**مسئلہ ضروریہ :** زکوٰۃ ادا نہ کرنا اور مصارف خیر میں بطور خیرات مال و اسباب صرف کرنا اور یہ سمجھنا کہ میں حقوق مال سے سبکدوش ہو گیا۔ محض خود فریبی اور خام خیالی ہے۔ یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو تنگی کے پردے

میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہے کہ میں نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ فرض ادا کئے بغیر نفل ادا کرنا، نرے دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اس کے قبول ہونے کی امید تو مفقود اور اس فرض کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض، خاص سلطانی فرض ہے اور نفل گویا نذرانہ و تحفہ، فرض نہ دیجئے اور بالائی بے کار تحفے بھیجئے وہ کب قابل قبول ہوں گے۔ خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہاں و جہانیاں سے بے نیاز ہے۔ ۱۲

(فتاویٰ رضویہ)

قِيلَ الْمُقِرُّ بِالتَّقْصِيرِ ابْدًا مَحْمُودٌ وَالْاِقْرَارُ بِالتَّقْصِيرِ عِلْمَةٌ  
الْقَبُولِ قِيلَ كُفْرَانُ النِّعْمَةِ لَوْمٌ وَضَحْبَةٌ الْاِحْمَقِ شَوْمٌ قَالَ  
الشَّاعِرُ -

يَا مَنْ . بِدُنْيَاہِ . اسْتَعْلَ . قَدْ . غَرَّہُ . طُولُ . الْأَمَلِ  
أَوْلَمَ . يَزَلُ . فِي . غَفْلَةٍ . حَتَّى . دَنَا . مِنْهُ . الْأَجَلُ  
الْمَوْتُ . يَأْتِي . بَعْتَةٌ . وَالْقَبْرُ . صَنْدُوقُ . الْعَمَلِ  
اصْبِرْ . عَلَى . أَهْوَالِهَا . لَأَمُوتَ . الْا . بِالْأَجَلِ

الفاظ و معانی : الْمُقِرُّ اقرار کرنے والا۔ التَّقْصِيرُ قصور، کوتاہی۔ ابداً ہمیشہ، مسلسل۔ مَحْمُودٌ مستحق توصیف، لائق تحسین۔ الْاِقْرَارُ مان لینا۔ تسلیم کرنا۔ كُفْرَانُ ناشکری لَوْمٌ ملامت، سرزنش الْاِحْمَقِ بے وقوف، نادان۔ شَوْمٌ بدبختی، نحوست غَرَّ فَرِيبٌ میں ڈالا، دھوکہ دیا۔ اس کا مصدر غرور ہے۔ الْأَمَلُ آرزو امید۔ الْغَفْلَةُ بے خبری دَنَا قَرِيبٌ ہوئی۔ سر پر آپیچی۔ الْأَجَلُ موت، مقررہ وقت۔ مَمَلتْ بَعْتَةٌ اچانک، عالم بے خبری میں۔ أَهْوَالٌ جمع ہے هَوْلٌ کی بہ معنی خوف، دہشت

ترجمہ و تشریح : (۲۳) کہا گیا ہے کہ اپنی کوتاہی کا اقرار کرنے اور مان لینے والا ہمیشہ ہر دل عزیز، ہر ایک کی نگاہوں میں لائق تحسین رہتا ہے۔ اور اعتراف جرم و قصور علامت ہے سعادت و نیک بختی اور مقبولیت کی۔

(۲۵) کہتے ہیں کہ نعمت کی ناشکری (کسی کے احسان کی ناقدری) باعث ہے 'تنگ و عار' اور ملامت و سرزنش کی (کہ سب اسے برا کہتے ہیں اور ملامت کرتے ہیں) اور نادان کی ہم نشینی و یاری، بد بختی اور جی کا جنجال ہے۔  
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

دنیا میں مشغول (اور دنیا طلبی میں، آخرت سے غافل) رہنے والے (نادان) تجھے تیری یہ آرزوئیں فریب دے رہی ہیں (نتیجہً تجھے تباہ و برباد کر دیں گی)۔  
تیری ساری زندگی غفلت اور بے خبری میں گزر چکی ہے (اب تو اپنی آنکھیں کھول اور خواب غفلت سے بیدار ہو کہ) تیری موت، تیرا وقت آخر سر پر آپہنچا۔  
موت بے خبری کی حالت میں آتی ہے (کوئی نہیں جانتا کہ کب آتی ہے) اور قبر تمام اعمال کی آماج گاہ ہے (یہیں سے جزا و سزا کا عمل شروع ہو جاتا ہے) دنیا کی مشقتوں اور جانگاہ آفتوں کو صبر و تحمل سے برداشت کرتا رہ۔ اس لیے کہ موت کی معیاد مقرر ہے (اور وقت مقررہ سے پہلے نہیں آتی۔ تو جو مہلت میسر ہے اسے غنیمت جان اور وہ کام کر جو آخرت میں کام آئے) ۱۲



## باب الثلاثی

رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ صَبَحَ وَهُوَ  
يَشْكُو ضَيْقَ الْمَعَاشِ فَكَأَنَّمَا يَشْكُو رَبَّهُ وَمَنْ أَصْبَحَ لَمْ يُورِ  
الدُّنْيَا حَزِينًا فَقَدْ أَصْبَحَ سَاحِطًا عَلَى اللَّهِ وَمَنْ تَوَاضَعَ لِعَنِي  
لِعِنَاةٍ فَقَدْ ذَهَبَ ثَلَاثًا دِينَهُ

**الفاظ و عمانی :** يَشْكُو شكوه کرتا ہے۔ ضَيْق تنگی۔ الْمَعَاش گزر بسر کے  
ذریعے۔ مَتَاع زندگی۔ حَزِينًا ملول، اندوہگین، حسرت زدہ  
سَاحِطًا ناراض، غضب ناک، برا فروختہ تَوَاضَعَ ماضی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر تَوَاضَعَ  
ہے۔ بہ معنی عاجزی، فروتنی، خاطر مدارات غننی مالدار، تو نگر، بے نیاز۔ ثَلَاثًا ایک تہائی،  
ثلاثا دو تہائی۔

### تین نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۲۶) نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے مروی ہے کہ آپ نے  
ارشاد فرمایا کہ جو شخص تنگی معاش و تنگ دستی کی حکایت کرتا صبح کو اٹھتا ہے وہ  
اس شخص کی مانند ہے جو اپنے رب ۴۴۔ کا شکوہ کرتا ہے۔ اور جو شخص اس  
حال میں بیدار ہو کہ دنیوی ۴۵۔ تفکرات ہیں (ڈوبا ہوا) غمزہ صورت بنائے  
ہوئے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے پروردگار سے ناراض  
و برا فروختہ ہو جائے۔ اور جو شخص کسی تو نگر کی خاطر مدارات اس کی دولت  
و ثروت کی بنا پر کرے (اس کے سامنے بچھا بچھا رہے) تو اسے سمجھ لینا چاہیے  
(کہ) اس کے دین کے دو ۴۶۔ تہائی حصے غارت و برباد ہو گئے۔

تشریح : ۲۴۔ یہاں دو چیزیں ہیں۔ رب کریم کا شکوہ کہ تو نے فلاں کو فلاں دولت و نعمت دی مجھے محروم رکھا۔ فلاں کو جاہ و ثروت مرحمت فرما کر اسے عزت و شوکت و تو نگری بخشی۔ اور مجھے محرومی اور ذیوی آفات و بلیات میں مبتلا رکھا۔ فلاں کو صحت و تندرستی سے نوازا اور مجھے ہجوم آلام و مصائب میں ڈالا۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور ظاہر ہے کہ یہ بندہ کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اور اپنی بساط کو بھول جانا ہے۔ وہ مالک و مولیٰ خود ارشاد فرما چکا ہے کہ **اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ لَهُ كَشَادَهُ** کرتا ہے رزق اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے۔ "تو رزق میں کسی بندہ کی کشادگی ہو یا تنگی، بہر حال کسی نہ کسی مصلحت ہی کے ماتحت ہوتی ہے۔ اور اتنا ہی ہر صائب الرائے جانتا اور مانتا ہے کہ رزق میں کشادگی، جاہ و مال کی فراوانی اور شان و شوکت کی فزونی اپنے ساتھ بہت سے فرائض و حقوق اور ذمہ داریوں کا ایک انبار لاتی ہے۔ جن کے ظروف، ان حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں کے متحمل نہیں ہوتے انہیں اس بارے سے سرے سے سبکدوش کر دیا جاتا ہے تو یہ جائے شکر ہے۔ نہ کہ مقام شکوہ و شکایت بندہ کو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ ۔

سو سے برا تو ایک سے اچھا بنا دیا

اور دوسری چیز ہے اللہ سے شکوہ یعنی رب تبارک و تعالیٰ کے الطاف بے کراں پر نظر رکھتے ہوئے اپنے درد و غم کا اظہار اور اپنے مالک و مولیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اپنی زبوں حالی اور تنگ دامانی کی عرض و معروض فریاد کہ وہ بندہ گنہگار کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور اپنے عنایات خسروانہ سے نوازے۔ اور یہ عین بندگی اور شان بندگی ہے۔ **وَالِي اللَّهِ الْمُسْتَكِي** اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ کہ **انما أشكو بثي وحزني إلى الله** اس پر شاہد عادل ۱۲

۲۵۔ دنیا فانی و عارضی و بے ثبات ہونے کے باوجود، دنیا ہی کے غم میں گھلتے رہنا اپنی

تباہی و بربادی کا سامان خود فراہم کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم **ﷺ** نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسا کہ چاہئے تو وہ تمہیں ایسی روزی دے جیسی پرندوں

کو دیتا ہے کہ صبح بھوکے 'خالی پیٹ اٹھتے ہیں اور شام کو سیر بھر پیٹ واپس ہوتے ہیں۔ (ترمذی) ۱۲

۳۶۔ دین کے تین اجزاء ہیں۔ ایک اعتقاد و تصدیق یعنی دل سے اس کی حقانیت کو ماننا اور یہ اصل دین ہے۔ دوسرے زبان سے اقرار تیسرے اعضاء و بدن کا عمل۔ اب جس نے کسی کی جاہ و ثروت سے مرعوب ہو کر یا اس کی مروت میں آکر زبان سے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اور اپنے عمل سے اس کی تائید و تکریم کی تو ظاہر ہے کہ تین حصوں میں سے دو کو اس نے خود تباہ و برباد کر دیا۔ اب صرف عقیدہ و اعتقاد باقی ہے۔ اگر اپنی ان ناشائستہ حرکات سے باز آگیا فیما۔ ورنہ آخرت کا وبال اس کے سر پر سوار ہے۔ ۱۲

وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ثَلَاثٌ لَا يُدْرِكُ بِشَلْبِ الْغِنَى بِالْمُنَى  
وَالشَّبَابِ بِالْخِضَابِ وَالصَّحَّةَ بِالْأَوْدِيَةِ

(ترجمہ) : (۲۷) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین چیزیں 'دوسری تین چیزوں سے حاصل نہیں کی جاسکتی ہیں۔ 'تو تگری' 'تمنا و آرزو سے۔ جوانی خضاب سے اور کمال تندرستی دواؤں سے۔ ۲۸ سے۔

**الفاظ و معانی :** لَا يُدْرِكُ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا مصدر ہے دَرَكُ بہ معنی پانک۔ معلوم کرنا فراہم کرنا۔ الْغِنَى تو تگری الْمُنَى تمنا 'آرزو' مقصد اس کا واحد مُنِيہ ہے۔ الشَّبَابُ جوانی الخِضَابُ بالوں کا رنگنا۔ الصَّحَّةُ تندرستی الْاَوْدِيَةِ جمع ہے دواء کی۔

**تشریح :** ۳۷۔ سیاہ خضاب خواہ مازو و ہلیہ و تیل کا ہو۔ خواہ نیل و مہندی کا مخلوط ملا ہو۔ خواہ کسی چیز کا سوائے مجاہدین سب کو مطلقاً حرام ہے اور مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "خضاب بسواد حرام است۔ و صحابہ وغیرہم خضاب سرخی کر دند۔ گاہے زرد نیز" ملخصاً حدیث میں ہے کہ حضور اقدس



ﷺ نے فرمایا ”زرد خضاب ایمان والوں کا، سرخ خضاب اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا (طبرانی) احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں۔ افسوس کہ ذرا سے نفسانی شوق کے لیے آدمی ایسی سختیوں کو گوارا کرے۔ ہاں سیاہ خضاب صرف مجاہدین کو جائز ہے جیسے جنگ میں رجز و خودستائی ان کو جائز ہے۔ اکڑ کر چلنا ان کو جائز ہے۔ ریشمی ہانے کا دبیز لباس پہننا ان کو جائز ہے اوروں کو یہ سب باتیں حرام ہیں۔ فوجی قانون عام قانون سے جدا ہوتا ہے اس میں سیاہ خضاب بھی داخل ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مجاہد تھے۔ انہیں جائز تھا ۱۲ (مملوئی رضویہ)۔

۳۸۔ علاج معالجہ دوا دارو کرنا جائز ہے جب کہ یہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالیٰ ہے اس نے اپنے کرم سے دوا کو ازالہ مرض اور بیماری دور کرنے کے لیے سبب بنا دیا ہے۔ وہ نہ چاہے تو لاکھ دوا دارو کریں مرض زائل نہیں ہوتا۔ اور اگر دوا ہی کو شفا دینے والا سمجھتا ہے تو ناجائز ہے۔ البتہ حرام چیزوں کو دوا کے طور پر بھی استعمال کرنا ناجائز ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ”جو چیزیں حرام ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے شفا نہیں رکھی ہے“ انگریزی دوائیں بکثرت ایسی ہیں جن میں اسپرٹ (الکحل) اور شراب کی آمیزش ہوتی ہے ایسی دوائیں ہرگز استعمال نہ کی جائیں۔ (بہار شریعت وغیرہ) ۱۲

عَنْ عُمَرَ حُسَيْنِ التَّوَدُّدِ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ وَحُسْنُ التَّدْيِيرِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ

(ترجمہ) : (۲۸) سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لوگوں سے ۳۹۔ اچھی طرح کھل مل کر زندگی گزارنا، نصف عقل ہے۔ لوگوں سے بہتر طور پر سنجیدگی سے سوال کرنا، نصف علم ہے اور مناسب حال تدبیر اختیار کرنا نصف زندگانی ہے۔

الفاظ ومعانی : التَّوَدُّدُ محبت کرنا چاہنا۔ اس کا مادہ ود ہے۔ یہ معنی دوستی، چاہت، دلی رغبت۔ التَّدْيِيرُ کسی کام کے انجام پر غور کرنا تکمیل

کار کے لیے صحیح اسباب فراہم کرنا۔

**تشریح :** ۴۹۔ معاشرہ میں ہر مزاج ہر قماش کے لوگ ہوتے ہیں ان کے مزاج کے مطابق ان سے پیش آنا ان کے ساتھ خوش معاملگی سے بھگانا، آدمی کے باشعور و ذی عقل اور صائب الرائے ہونے کی دلیل ہے۔ یونہی بوقت ضرورت کسی سے سوال کرنا اور وقار و متانت میں فرق نہ آنے دینا دلیل ہے اس امر کی وہ شخص جاہل و نادان نہیں۔ علم و ادب والا ہے۔

اسی طرح کسی کام کے آغاز سے پہلے اس کے انجام پر غور کر لینا اور اس کام کی تکمیل کے لیے مناسب و بر محل تدبیر کو کام میں لانا اور ایسے اسباب فراہم کرنا، جن کی بدولت وہ کام بہ خیر و خوبی انجام پذیر ہو مخلوق خدا کے ساتھ نصف گزران کی دلیل ہے۔ اسے محض ناکارہ و نکما جاننا خود اپنی عقل کا ثور ہے۔ ۱۲

۵۰۔ یاد رکھنا چاہیے کہ تدبیر، تقدیر کے منافی و خلاف نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ خالق کائنات نے اپنی حکمت کاملہ و بالغہ سے ایک چیز کو دوسری چیز کے لیے سبب بنا دیا ہے اور سنت الہی یوں جاری ہے کہ سبب پایا جائے تو مسبب (یعنی وہ دوسری چیز جس کے لیے یہ سبب ہے) پیدا ہو جائے۔ انہیں اسباب کو عمل میں لانا اور انہیں کسی شے کے حصول کے لیے ذریعہ بنانا تدبیر کہلاتا ہے۔ تو تدبیر منافی تقدیر نہیں بلکہ تقدیر الہی اور قضاء قدر کے موافق ہے۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا اور انہی پر اعتماد کر بیٹھنا، کفار کی خصلت ہے۔ یونہی تدبیر کو محض عبث و فضول اور مہمل بتانا کھلے گمراہ یا سچی مجنونوں کا کام ہے۔ انبیائے کرام سے زیادہ تقدیر الہی پر کس کا ایمان ہو گا پھر بھی وہ ہمیشہ تدبیر فرماتے اور اس کی راہیں دوسروں کو جتاتے رہے۔ حضرت داؤد و علیہ السلام کا زہرین بنانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دس برس تک شعیب علیہ السلام کی بکریاں اجرت پر چرانا، خود قرآن میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب گزران و گزر اوقات کی تدبیریں ہیں تو انہیں خلاف تقدیر کیسے کہہ سکتے ہیں ۱۳

عَنْ عُمَانَ مَنِ تَرَكَ الدُّنْيَا أَحَبَّهُ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنِ تَرَكَ الذُّنُوبَ

أَحَبُّهُ الْمَلَائِكَةُ وَمَنْ حَسَمَ الظَّمْعَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ أَحَبَّهُ  
الْمُسْلِمُونَ ○

(ترجمہ) : سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جس نے دنیا (یعنی مرغوب دنیا کی محبت) ترک کی (اور اس سے دست بردار ہوا) اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب ۵۱ بنا لیتا ہے۔ اور جو نافرمانی و گناہ سے اجتناب و کنارہ کشی کرتا ہے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو مسلمانوں سے حرص و لالچ کا رشتہ کاٹ لے وہ مسلمانوں کا پیارا بن جاتا ہے۔

**الفاظ و معانی :** حَسَمَ فعل ماضی ہے۔ اس کا مصدر حَمَمَ ہے جس کے معنی ہیں 'جڑ سے کاٹنا۔ مجازاً روکنے اور باز رکھنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ الظَّمْعُ لالچ۔ حرص۔

**تشریح :** ۵۳۔ خدا کی محبت بندے سے یہ ہے کہ وہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ اس بندے کو اپنا مقرب بنا لے اور تمام مخلوق کے دلوں میں اس کی محبت والفت ڈال دے۔ دولت معرفت سے اسے مالا مال فرما کر ہر دولت و نعمت کے دروازے اس پر کھول دے اور آخرت میں اسے بہشت بریں میں داخل فرما دے۔ اور کسی مسلمان سے فرشتوں کی محبت یہ ہے کہ وہ اس کے حق میں مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعائیں کریں۔ اور قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ فرشتے ان کے لیے بارگاہ الہی میں یوں عرض معروض کرتے ہیں کہ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ بِرَحْمَةٍ وَعِلْمًا الْاِيه "اے رب ہمارے تیرے رحمت علم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے رب ہمارے اور انہیں بسنے کے باغوں میں داخل کر، جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ان کو جو نیک ہوں۔ ان کے باپ دادا اور بی بیوں اور اولاد میں بے شک تو ہی عزت و حکمت والا ہے اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے۔ اور جسے تو اس دن گناہوں کی شامت سے بچائے تو بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔" (المومن) اور

گناہوں سے باز رہنا توبہ شرعیہ کے بغیر معتبر نہیں ۱۲

۵۳۔ حرص طمع یا لالچ وہ برائی ہے جس میں نفس امارہ کی بہت سی برائیاں سما جاتی ہیں۔ خانگی زندگی کو یہ تباہ کرے۔ اولاد کو ماں باپ سے بغاوت پر یہ اکسائے۔ ازدواجی معاملات میں کشمکش یہ لائے۔ عشرت کدوں کو ماتم کدے یہ بنائے۔ ناکامی و نامرادی کا منہ یہ دکھائے۔ ذلت و خواری کے گڑھوں میں یہ گرائے، امن و امان کو یہ آگ لگائے۔ خون ریزی و عارت گری پر یہ آمادہ کرے۔ اور انفرادی و اجتماعی، قومی و ملکی سلامتی و آسائش کو یہ بربادی کی راہ دکھائے۔ مولائے کریم ابن بلائے بے درمان سے ہر مسلمان کو بچائے آمین ۱۲

عَنْ عَلِيٍّ إِنَّ مِنْ نَعِيمِ الدُّنْيَا يَكْفِيكَ الْإِسْلَامُ نِعْمَةً وَإِنَّ مِنَ الشُّغْلِ يَكْفِيكَ الطَّاعَةَ شُغْلًا وَإِنَّ مِنَ الْعِبْرَةِ يَكْفِيكَ الْمَوْتُ عِبْرَةً

(ترجمہ) : (۳۰) سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا دنیا کی قابل قبول نعمتوں میں اسلام ۵۳۔ ہر نعمت سے بے نیاز کرنے کے لیے کافی ہے۔ آدمی کی مشغولیت کے لیے حکم شرع کی پابندی سے بڑھ کر کوئی شغل نہیں اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے موت سے بڑھ کر کوئی چیز باعث عبرت نہیں۔

الفاظ و معانی : نعیم، نعمة، آسودگی، آسائش، خوش حالی۔ الشُّغْلُ مصروفیت کسی کام میں انہماک، مشغول ہونا۔ الْعِبْرَةُ احوال و کیفیات میں غور و فکر، نصیحت حاصل کرنا۔

تشریح : ۵۳۔ یقین رکھنا چاہئے کہ اسلام کے دامن میں ہر وہ نعمت موجود ہے جو فطرت سلیمہ کو درکار ہو اور جس کی تائید علم و عقل سلیم کرے۔ اسلام ہی وہ دین قیم ہے جو اپنے جلو میں روحانی آسودگی کے لیے دائمی ناز و نعمت اور شادمانی و مسرت لے لے ہوئے ہے۔ بے راہ روں کے لیے اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں کے علاوہ کہیں اور پناہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالنِّعْمَةِ عَلَيْهِ وَكَمْ  
مِنْ مَفْتُونٍ بِالشَّنَاءِ عَلَيْهِ وَكَمْ مِنْ مَغْرُورٍ بِالشَّرِّ عَلَيْهِ

(ترجمہ) : (۳۱) حضرت ۵۵ - عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”دنیا میں ایسے بھی لوگ پائے جاتے ہیں جو دنیوی نعمتیں پا کر گناہوں پر اور دلیروں بے باک ہو جاتے ہیں پھر بھی ان کو ڈھیل ۵۶ - دے دی جاتی ہے (اور فوراً ہی ان کی گرفت نہیں ہوتی) اور ایسے افراد بھی کثرت سے موجود ہیں جو (خوشامدی کے منہ سے) اپنی تعریف سن کر (اور اسے اپنی خوبی سمجھ کر اپنے اوپر پھول جاتے اور فتنوں ۵۷ - میں گھر جاتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اپنی بد کاریوں پر پردہ پوشی کے باعث ارتکاب جرم پر اور جری ہو جاتے ہیں (اور آخرت کی گرفت سے نہیں ڈرتے)۔

**الفاظ و معانی :** مُسْتَدْرَجٌ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ وہ شخص جسے ڈھیل دی جائے اور اس کے کفران و عصیان کے باوجود دنیوی نعمتوں کا

دروازہ اس پر بند نہ کیا جائے۔ اس کا مصدر جو عموماً اہل علم کے محاوروں میں مستعمل ہے استدراج ہے۔ مَفْتُونٌ عاشق شیفہ وہ شخص جو کسی فتنہ میں مبتلا کر دیا جائے۔ مَغْرُورٌ فریفتہ خود پسندی میں ڈوبا ہوا۔

**تشریح :** ۵۵ - یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جن کی نسبت حدیث شریف میں ہے کہ حضور پر نور عالم اعلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے عہد کو

لازم پکڑو (ترمذی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں حذیقہ رضی اللہ عنہ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بے شک حال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ عبد اللہ بن مسعود ہیں (بخاری و ترمذی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”کَنْيَفٌ مَلِيحٌ عَلِمْنَا اِيكَ كَثْرَى هِيَ عِلْمٌ سَمِيحٌ هِيَ عِلْمٌ سَمِيحٌ“ فرمایا ”میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو کچھ نہایت یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو کچھ

عبداللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے۔ (حاکم) یہ وہی عبداللہ بن مسعود ہیں کہ بوجہ کمال قرب اہل بیت رسالت سے سمجھے جاتے۔ اور سفر و حضر میں خدمت والا منزلت ﷺ سے معزز و ممتاز رہتے۔ یعنی آپ سے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس ﷺ جس مجلس میں تشریف فرما ہوں۔ یہ نعلین مبارکین (بابرکت جوتے) اٹھا رکھیں۔ اٹھتے وقت سامنے حاضر کریں۔ سوتے وقت بچھونا بچھائیں۔ اوقات نماز پر پانی حاضر کریں (بخاری) لاجرم ہمارے ائمہ کرام جو ان کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقاہت میں زائد ہیں (فناوی رضویہ)۔

۵۱۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمَلِّئُ لَهُمْ خَيْرًا لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمَلِّئُهُمْ لِيُزَادُوا فِي أَسْوَاقِهِمْ وَعَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ اور ہرگز کافراں گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لیے بھلا ہے۔ ہم تو اسی لیے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں پڑیں۔ اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ صاف فرما دیا ہے کہ حق سے عناد اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے کے باوجود جب گرفت فوری نہیں ہوتی اور غفلت و جسارت اور بڑھتی جاتی ہے تو آدمی کفر و کفران میں گرفتار ہو کر خوب بارگناہ سمیٹ لیں۔ اور پھر رسوا کن ذلت آمیز عذاب بھگتے رہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ طریق کار کافروں منکروں کا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے ایسی ہی نفرت ہونی چاہیے جیسے کفر اور کافروں سے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کون شخص اچھا ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا گیا اور بدتر کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور عمل خراب ۱۲

۵۲۔ خود بینی و خود نمائی، خود پسندی و خود رانی پیش خیمہ ہے کبر و غرور کا اور دوسروں کی تحقیر و تذلیل کا۔ اسلام نے اس کا سدباب کیا اور قرآن کریم نے تنبیہ فرمادی کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بے کے ان کی تعریف ہو وہ خود کو عذاب آخرت کے لیے تیار

رکھیں۔ فلا تحسبنہم بمفازة من العذاب صاف فرمایا کہ خود پسندی کرنے والے اور وہ جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہتے ہیں۔ مستحق عذاب ہیں جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں۔ یا اسی طرح اور کوئی غلط وصف اپنے لیے پسند کرتے ہیں وہ اس آیت سے سبق حاصل کریں۔ ۱۲

عَنْ دَاوُدَ النَّبِيِّ قَالَ أُوحِيَ فِي الزُّبُورِ حَقُّ عَلَى الْعَاقِلِ أَنْ لَا يَسْتَعْمَلَ إِلَّا بِشَلْثِ تَزْوُدٍ لِمَعَادٍ وَمَوْئِنَةٌ لِمَعَاشٍ وَطَلَبٌ لِدَّةٍ بِحَلَالٍ

(ترجمہ) : (۳۴) سیدنا داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا زیور مقدس ۵۸ میں مذکور ہے کہ عقل مند پر لازم ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز سے سروکار نہ رکھے۔ سفر آخرت کے لیے زاد راہ کی تیاری۔ بقدر ضرورت کسب معاش ۵۹ (گزر اوقات کے لیے محنت و مشقت سے روزی حاصل کرنا) اور اپنی دنیوی لذتوں کے لیے حلال ذریعے اختیار کرنا۔

الفاظ و معانی : تزوُدٌ زاد راہ لینا، توئشہ ساتھ لینا۔ مَوْئِنَةٌ محنت و مشقت۔ مَعَاثٌ گزران، گزر اوقات لِدَّةٌ ذائقہ مزہ۔ حلال جائز

و مشروع

تشریح : ۵۸ بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ توراہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زیور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن عظیم کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پر نور محمد عربیؐ پر۔ مگر آج روئے زمین پر قرآن کریم کے سوا صحیح تورات، صحیح انجیل اور صحیح زیور کہیں نہیں پائی جاتی۔ ان امتوں کے شریعوں نے ان میں تحریفیں کر دیں۔ اور اپنی خواہش کے مطابق انہیں گھٹا بڑھا دیا۔

۵۹ کسب معاش کی اہمیت اسلام میں کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس ایک حدیث سے

لگائیے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ ”اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بھی اسی کا حکم دیا اس نے رسولوں سے فرمایا **يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا** (اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو) اور مومنین سے فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ** (اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تم کو دیا، ان میں پاک چیزوں سے کھاؤ) پھر فرمایا کہ ایک شخص طویل سفر کرتا ہے جس کے بال پریشان ہیں بدن گرد آلود ہے (یعنی اس کی حالت ایسی ہے کہ جو دعا کرے وہ قبول ہو) وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتا ہے (دعا کرتا ہے) مگر حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور غذا حرام پھر اس کی دعا کیوں کر مقبول ہو۔ (یعنی اگر قبولیت کی خواہش ہے تو کسب حلال اختیار کرو۔ اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ ”حلال کمائی کی تلاش بھی فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے“ (بیہقی) نیز ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ مومن پیشہ (محنت) کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے (طبرانی) ۱۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ وَثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ وَثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ  
أَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَخَشْيَةُ اللَّهِ تَعَالَى فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَالْعَدْلُ فِي الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشَحُّ شَدِيدٌ وَهَوَى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرِيئِنْفَسِهِ وَأَمَّا الدَّرَجَاتُ فإِفْشَاءُ السَّلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ بِيَوْمٍ وَأَمَّا الْكَفَّارَاتُ فإِسْبَاغُ الوُضُوءِ فِي السَّبْرَاتِ وَنَقْلُ الْأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ ۞

(ترجمہ) : (۳۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تین خصلتیں باعث نجات ہیں۔ تین عادتیں



موجب ہلاکت ہیں تین باتیں مرتبے بڑھاتی ہیں۔ اور تین چیزیں گناہوں کو مٹاتی ہیں۔

نجات دینے والی تین خصلتیں یہ ہیں۔ خلوت و جلوت (تہائی و محفل) میں خوف ۶۰۔ الہی، تنگدستی و تونگری میں اعتدال و میانشہ روی۔ اور خوشی و ناخوشی (غصہ و خوشنودی کی حالت) میں انصاف پسندی۔

اور ہلاک کرنے والی تین عادتیں یہ ہیں حد درجہ بخل و کجوسی، نفسانی خواہشات کی پیروی، اور خود بینی و خود پسندی۔

اور وہ تین چیزیں جن سے مراتب بلند ہوتے ہیں۔ یہ ہیں۔ سلام عام کرنا ۶۳۔ (محتاجوں کو) کھانا کھلانا۔ اور رات میں نماز پڑھنا جب کہ دوسرے سو رہے ہوں۔

اور وہ تین باتیں جن کی وجہ سے گناہوں کی معافی ملتی ہے، یہ ہیں۔ سخت سردیوں میں (جب کہ بدن پر پانی بہانا سخت شاق ہوتا ہے) کامل وضو کرنا نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے (ذوق و شوق اور خوش دلی سے) مسجد کی طرف پا پیادہ یعنی پیدل چل کر جانا (کہ قدم قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی) اور مسجد میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا بشوق قلب انتظار کرنا۔

**الفاظ و معانی :** مُنْجِيَات وہ چیزیں جو نجات کی باعث ہیں۔ مُهْلِكَات ہلاک کرنے والی چیزیں۔ دَرَجَات مرتبے یہاں مراد وہ امور ہیں جن سے مراتب بلند ہوتے ہیں۔ كَفَّارَات وہ امور جو گناہوں کو مٹا دیں۔ الْقَصْدُ میانشہ روی، اعتدال شح بخل شدید۔ اَعْتَابُ پسند آنا۔ اَفْتِنَاءُ پھیلانا۔ اِطْعَامُ کھلانا۔ نِيَامُ نائم کی جمع ہے بہ معنی سویا ہوا۔ اِسْبَاغُ پورا کرنا۔ اَلشُّكُورَاتُ یہ جمع ہے سُبْرَةِ کی۔ بہ معنی سرو صبح۔

**تشریح :** ۶۰۔ خشیت الہی یعنی خدا کے غضب سے ڈرتے رہنا۔ وہ دولت ہے جو انسان کو غفلت و بے باکی جرات و دیدہ دلیری سے بچاتی اور راہِ راست پر

چلاتی ہے۔ اعتدال و میانہ روی وہ نعمت خداوندی ہے جو افراط و تفریط کے دشوار گزار راہوں سے امن و سلامتی سے گزار کر بے اعتدالی سے نکال کر حقیقی عیش و تنعم تک پہنچاتی ہے۔ اور عدل و انصاف پر قائم و ثابت قدم رہنا وہ اخلاقی جرات ہے۔ جو نہ اپنوں کے معاملات میں انسان کو ڈگمگانے دیتی ہے نہ غیروں کے حقوق پامال کرنے پر ابھارتی ہے۔

۶۱۔ بجل ان اساسی بد اخلاقوں میں ایک بد اخلاقی ہے جو خود اپنی جگہ بہت سی بد اخلاقوں کو اپنے دامن میں چھپائے رکھتی ہے۔ خیانت و بددیانتی، دنائی و بے مروتی، بے رحمی و بد سلوکی، کم ہمتی و تنگ نظری، سب اسی بجل کی پیداوار ہیں۔ یونہی نفسانی خواہشات پر مرعنا، انہیں اپنا امام و مقتداء بنانا پیش خیمہ ہے۔ احکام الہی سے جی چرانے اور جزاء و سزا سے قافل ہو جانے کا نتیجہ اس کا ظاہر ہے کہ تباہی ہے بربادی ہے۔ اور دنیا و آخرت میں وبال و عذاب کا موجب ہے۔

۶۲۔ سلام، باہمی مسلمانوں میں

محبت و مودت کا وہ ذریعہ ہے جس میں

ہر گے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے۔ سلام میں ابتدا کرنے والا تکبر سے بری ہے۔ سلام تواضع و ملنساری کا نمونہ ہے اور دوستوں سے ملاقات کے وقت خوش دلی اور مسرت قلبی کے اظہار کا ایک وسیلہ۔ سلام امن و سلامتی کا پیغام بھی ہے اور ذکر و دعائے خیر کا ایک اعلیٰ ذریعہ بھی۔ اور سلام کی بدولت بیگانگی اور وحشت کا خاتمہ بھی ہوتا ہے۔ ۱۲

قَالَ جَبْرِئِيلُ يَا مُحَمَّدُ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عِشْ مَا شِئْتَ  
فَإِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَجِيبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مَفَارِقُهُ وَاعْمَلْ  
مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ

(ترجمہ) : (۳۴) سیدنا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ (آپ ہر امتی سے کہہ دیں کہ) جب تک ۶۳۔ تو چاہے دنیا میں زندگی گزار۔ آخر کار موت کا ذائقہ چکھنا ہے جو چاہے تو اپنے لیے پسند کر لے۔ بالآخر اسے چھوڑ جانا

ہے۔ اور جو کام تجھے کرنا ہے کرتا رہ کر تا رہ انجام کار اس کی جزاء قیامت میں مل کر رہے گی۔

**الفاظ ومعانی :** عِش امر کا صیغہ ہے۔ عیش اس کا مصدر ہے بہ معنی زندہ رہنا۔ مُفَارِق مَفَارِق سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ جدا ہونے والا۔ مُجْزِي جسے جزا دی جائے۔ صیغہ اسم مفعول۔

**تشریح :** ۶۳۔ مقصود کلام یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی مرغوب چیزوں کی بارگاہ الہی میں کوئی وقعت نہیں۔ سب فنا پذیر ہیں سب سریع الزوال ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر کرم فرماتا ہے تو اسے دنیا (کی محبت) سے ایسا بچاتا ہے جیسا تم اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو (ترمذی)۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ نَفَرٍ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ تَعَالَى تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْمَتَوَضِعِ فِي الْمَكَارِهِ الْمَاشِي إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلْمِ وَمُطْعِمِ الْجَائِعِ

(ترجمہ) : (۳۵)۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں لے گا۔ جس روز اس سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ایک سختیوں اور ناگوار یوں کے باوجود کامل وضو کرنے والا۔ دوسرا گھٹا ٹوٹ اندھیروں میں نماز پڑھنے کی نیت سے مسجد کو پیدل جانے والا۔ اور تیسرا بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والا۔

**الفاظ ومعانی :** نَفَر تین سے دس آدمیوں کا گروہ ظِلُّ سایہ۔ مَجَازًا اس کا استعمال آرام و آسودگی کے معنی میں ہوتا ہے۔ العرش تخت شاہی۔ الْمَكَارِهِ مکروہ کی جمع ہے۔ ناگوار ناپسند الماشی پیدل چلنے والا۔ الظلم جمع ہے ظلمة کی تاریکیاں۔ اندھیرے الجائع بھوکا۔ كَرِهٌ۔

قِيلَ لَا بُرَاهِيمَ لِأَيِّ شَيْءٍ اتَّخَذَكَ اللَّهُ خَلِيلًا قَالَ بِثَلَاثَةِ

أَشْيَاءَ - اخْتَرْتُ أَمْرَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى أَمْرٍ غَيْرِهِ وَمَا اهْتَمَمْتُ  
بِمَا تَكْفَلَ اللَّهُ لِي وَمَا تَعَشَّيْتُ وَمَا تَغَدَّيْتُ إِلَّا مَعَ الضَّيْفِ

(ترجمہ) : (۳۶) ۶۴ - سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا  
کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل کن وجوہ سے بنایا؟ ارشاد فرمایا۔ تین چیزوں  
کے باعث ایک یہ کہ میں نے حکم الہی کو غیر خدا کے حکم پر ترجیح دی (حکم خالق  
کی بجا آوری کے مقابل کسی کی بات نہ مانی) دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس  
چیز کو اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے (اور اس کی ضمانت فرمائی ہے) میں نے کبھی اس  
کے لیے کوئی فکر و تردد نہ کیا۔ (یعنی رزق کا کبھی غم نہ کیا کہ اللہ روزی رساں  
ہے) تیسرے یہ کہ میں نے صبح و شام کسی وقت کا کھانا مہمان کے بغیر نہ کھایا۔

**الفاظ و معانی :** اخْتَرْتُ فعل ماضی ہے۔ مصدر اس کا اِخْتِيَارٌ ہے بہ معنی ترجیح

دینا۔ اهْتَمَمْتُ یہ بھی فعل ماضی ہے۔ اس کا مصدر اِهْتِمَامٌ

ہے۔ فکرو تردد کرنا۔ تَعَشَّيْتُ کا مصدر تَعَشَّى ہے اس کا مادہ عَشَاءٌ شام کا کھانا اور  
تَغَدَّيْتُ تَغَدَّى سے بنایا گیا۔ ناشتہ کرنا۔ صبح کا کھانا کھانا۔ الضَّيْفُ مہمان۔

**تشریح :** ۶۴ - خُحْلَةٌ کہتے ہیں۔ صفائے مودت اور غیر سے انقطاع و لا تعلق کو۔

اسی کا نام محبت خالص ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ اوصاف رکھتے

تھے۔ اس لیے آپ کو خلیل کہا گیا یعنی دوست خالص۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خلیل اس

محبت کو کہتے ہیں جس کی محبت کاملہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خلل اور نقصان نہ ہو۔ یہ

معنی بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پائے جاتے ہیں۔ غرض خلقت الہی سے

مراد ہے تقرب و مقبولیت کا اعلیٰ مقام۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر فائزہ ہیں۔

حضور پر نور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین و سید الاولین و الاخرین ہونا  
قطعی ایمانی، یعنی ازغابی، اجماعی ایمانی مسئلہ ہے۔ بلکہ حضور ﷺ

افضل جمع مخلوق الہی ہیں کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے، حضور میں وہ سب جمع کر دیئے گئے۔ اور ان کے علاوہ حضور کو وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں۔ حضور کو اللہ عزوجل نے مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق جو یائے رضائے الہی ہے اور اللہ عزوجل طالب رضائے مصطفیٰ ﷺ تو حضور اللہ کے خلیل بھی ہیں۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں ہے۔ اور حبیب بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ نخرآ نہیں کہتا۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءٍ تُفْرِجُ الْغُصَصَ ذَكَرَ اللَّهُ  
تَعَالَى وَلِقَاءَ أَوْلِيَائِهِ وَكَلَامَ الْحُكَمَاءِ

(ترجمہ) : (۳۷) کسی روشن ضمیر سے منقول ہے کہ تین چیزیں تمام افکار و آلام سے نجات دلاتی ہیں۔ ذکر الہی میں ۶۵۔ میں رطب اللسان رہنا مقرران حق کی زیارت کرنا۔ اور حق شناس بندوں کی گفتگو (سننا اور اس پر عمل کرنا)۔

**الفاظ و معانی :** تَفْرِجُ۔ تَفْرِيجُ سے فعل مضارع ہے۔ اس کے معنی ہیں کشادہ کرنا۔ غم و اندوہ کا دور کرنا۔ أَشْيَاءُ جمع ہے شئ ء کی چیز۔ الْغُصَصُ آلام و فکر۔ اس کا واحد الْغُصَّةُ ہے۔

**تشریح :** ۶۵۔ قرآن مجید میں ذکر کو متعدد طریقوں سے بیان فرمایا گیا ہے مثلاً ذکر کا حکم دیا گیا غفلت و نسیان ذکر سے نہی فرمائی گئی۔ فلاح و نجات کو کثرت ذکر پر معلق فرمایا گیا۔ اہل ذکر کی مدح و ثنا فرمائی غفلت شعاروں کے خسران و وہمال کا اعلان فرمایا گیا۔ ذکر الہی کو جملہ اعمال سے افضل و اعلیٰ بتایا گیا۔ ذاکرین کو صاحبان عقل و ہوش فرمایا گیا۔ ذکر الہی کو روح اعمال صالح بتایا گیا۔ الہی ہمیں اپنے ذکر سے متمتع فرما۱۲۔

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ مَنْ لَا آدَبَ لَهُ لَا عِلْمَ لَهُ وَمَنْ لَا صَبْرَ لَهُ  
لَا دِينَ لَهُ وَمَنْ لَا وَعَ لَهُ لَا زُلْفَى لَهُ

(ترجمہ) : (۳۸) حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو بے ادب ۶۶۔ ہوگا۔ علم سے بہرہ مند نہ ہوگا۔ اور جسے (راہ

حق میں) مشکلات پر صبر کا حوصلہ نہ ہو وہ کمال دین سے بے بہرہ رہے۔ اور جس کے دل میں جذبہ ترک دنیا اور تقویٰ موجود نہ ہو اس کا تقرب الہی میں کوئی حصہ نہیں۔

**الفاظ و معانی :** وَرَعَ تَقْوَى۔ ترک محبت دنیا۔ زُلْفَى تقرب باری تعالیٰ، قربت

**تشریح :** ۶۶۔ انہیں آداب میں مندرجہ ذیل امور بھی داخل ہیں۔ عالم ہو یا متعلم و طالب علم، انہیں علم کی توقیر لازم ہے۔ یہ نہ ہو کہ کتابیں زمین پر ڈال دے یا ایسی جگہ رکھے کہ ان کی طرف پیر ہوں۔ لوگوں سے میل جول کم رکھیں خصوصاً اہل ثروت سے خصوصاً جب کہ وہ دنیا دار ہوں۔ فضول باتوں میں نہ پڑے۔ استاذ کا ادب کرے اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔ استاد سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر توجہ نہ دے۔ اس کے ساتھ تواضع و احترام سے پیش آئے اور اس کا حق ماں باپ اور دوسرے لوگوں سے زیادہ جانے اور استاذ پر لازم ہے کہ خیر خواہانہ تعلیم دے تعلیم پر اجرت کو اصل مقصد نہ بنائے ۱۲

۶۷۔ مشکلات پر صبر کرنا اور مشکل کشائی کے لیے خدا و رسول کی بارگاہ کی طرف رجوع ہونا اہل ایمان کے لیے غم و اندوہ کا تیر بہدف علاج ہے۔ جو قرآن کریم نے مسلمانوں کو مرحمت فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ یعنی جو ہم مشکلات کے وقت بھی مشکل کشائے حقیقی سے تعلق برابر جوڑے رہو۔ اسی پر بھروسہ کرو۔ اسی کے حضور سجدہ ریز رہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرور عالم و عالمیان کو جب کوئی سخت مہم درپیش آتی، نماز میں مشغول ہو جاتے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کسی بلا و مصیبت، یا دشواری آفت کے وقت، کسی با اثر اور صاحب ثروت و شوکت ہستی سے رابطہ قائم ہو جائے اور اس کا سہارا مل جائے تو دل کو کیسا سکون کیسا اطمینان کیسی طمانیت اور کیسی تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر جب دل کا رابطہ ہمہ بین و ہمہ دان، ناصر حقیقی و محافظ حقیقی سے قائم ہو جائے تو انسان بے بنیان کی تسکین خاطر و تقویت قلب کا کیا پوچھا۔ صبر کا موقع حادثہ کے شروع ہی میں ہے یہ

نہیں کہ نزول بلا یا ابتلا کے وقت خوب واویلا کی جائے دل بھر کر روپیٹ لیا جائے اور پھر آخر میں مجبوری کا نام صبر رکھ لیا جائے۔ ہاں ایسے اوقات میں امور طبعی و فطرت بشری کے آثار کا نمایاں ہو جانا یہ اور بات ہے مثلاً بھوک کے وقت بڑھال ہو جانا۔ درد کی تکلیف سے بے ساختہ کراہ کا صادر ہو جانا۔ آہ کا نکل جانا۔ کسی عزیز و قریب کی موت پر صرف آنسوؤں سے رو لینا، رنج کے وقت آہ سرد بھرنا، ان میں سے کوئی چیز صبر کے معنی اور بے صبری میں داخل نہیں ۱۲

رُويَ أَنَّ رَجُلًا خَرَجَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَى طَلَبِ الْعِلْمِ فَبَلَغَ ذَلِكَ نَبِيَّهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِ فَاتَاهُ فَقَالَ لَهُ يَا فُتَى إِنِّي أَعْظَمُكَ بِثَلَاثِ خِصَالٍ فِيهَا عِلْمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ خَفِيَ اللَّهُ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَأَمْسَكَ لِسَانَكَ عَنِ الْخَلْقِ لَا تَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِحَيْرٍ وَانظُرْ حُبْرَكَ الَّذِي تَأْكُلُهُ حَتَّى يَكُونَ مِنَ الْحَلَالِ فَامْتَنِعِ الْفُتَى عَنِ الْخُرُوجِ

(ترجمہ) : (۳۹) روایت ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک نوجوان کسی علم خاص کی تحصیل کے لیے اپنے وطن سے روانہ ہوا۔ یہ خبر اس زمانہ کے نبی کو پہنچی تو آپ نے اس نوجوان کو بھلا سمجھا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا اے نوجوان! میں تجھے تین اسرار سے آگاہ کرتا ہوں۔ ان میں اگلوں پچھلوں کی آگاہی اور مہارت علمی کا خلاصہ ہے۔ پوشیدہ و علانیہ اللہ تعالیٰ سے خوف کر، اپنی زبان دنیا داروں کے ذکر سے بند رکھ، اور ذکر کرنا ہی ہو تو صرف ان کی اچھائیوں کا ہمیشہ اس روٹی (کے ٹکڑے) پر دھیان دے جسے تو کھانا چاہتا ہے۔ یا اور کہ وہ لقمہ حلال ہی ہونا چاہئے۔ اس نوجوان نے جب یہ نصیحتیں سنیں تو سفر کا ارادہ ترک کر دیا۔

الفاظ و معانی : بَعَثَ إِلَيْهِ اسے اطلاع دی (اور اپنے پاس بلایا) فُتَى نوجوان۔ نُوخِرَ أَعْظَمُكَ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں۔ حُبْرُ رُوِيٍّ۔ مَحَارَا

**تشریح :** ۶۸۔ خوف خدا کے عارفین محققین نے تین درجے بتائے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی کو قول و عمل میں مواخذہ اخروی کا دھڑکا لگا رہے۔ اور اس دنیوی زندگی گزارتے ہوئے آدمی ہر حال میں یہ بات پیش نظر رکھے کہ آخر کار اسے ایک روز اس دنیا سے کوچ کرنا اور اپنے رب کے حضور حساب کے لیے حاضر ہونا ہے۔ یہ مقام اہل تقویٰ کا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی خطا و لغزش کی وجہ سے محبوب کی نظر سے گر جانے اور بے وقعت ہو جانے کا دھڑکا لگ رہے۔ یہ مقام اہل محبت کا ہے اور تیسرا درجہ خوف کا یہ ہے کہ کسی نتیجہ کے خیال کے بغیر محض ذات الہی کی عظمت و ہیبت سے لرزتا رہے۔ یہ مقام عبدیت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مقام یعنی عبد محض کا مرتبہ متقین اور عشاق دونوں سے بلند تر ہے۔ اور بڑے رفیع المراتب ہیں وہ بندگان حق جنہیں یہ شرف نصیب ہو ہم جیسوں کے دل و دماغ میں اگر اتنی ہی بات حاضر رہے کہ ہمیں اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو کم از کم یہ خوف کسی کو غافل بے باک اور گستاخ تو نہ ہونے دے گا ۱۲

رَوَى أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جَمَعَ ثَمَانِينَ ثَابُوتًا مِنَ الْعِلْمِ  
وَلَمْ يَنْفَعْ مِنْ عِلْمِهِ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى نَبِيِّهِمْ أَنَّ قُلُوبَ  
لِهَذَا الْجَامِعِ لَوْ جَمَعْتَ كَثِيرًا مِنَ الْعِلْمِ لَمْ يَنْفَعَكَ إِلَّا أَنْ  
تَعْمَلَ بِثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ لَا تُحِبُّ الدُّنْيَا فَلَيْسَتْ بِدَارِ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا  
تُصَاحِبُ الشَّيْطَانَ فَلَيْسَ بِرَفِيقِ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا تُؤْذِي أَحَدًا  
فَلَيْسَ بِحِرْفَةِ الْمُؤْمِنِينَ

(ترجمہ) : (۴۰) مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے علمی کتابوں کے  
اسی صندوق ذخیرہ کر لیے مگر ان سے مستفید نہ ہوا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے پیغمبر  
زمان کے پاس وحی بھیجی کہ اس کتابوں کے ذخیرہ کرنے والے سے کہہ دو کہ  
اگر تو اس سے بھی زیادہ مقدار میں کتابیں جمع کر لے تب بھی تیرے لیے یہ



سو مند نہ ہوگا۔ جب تک تو تین باتوں پر عمل پیرا نہ ہو۔ دنیا کی محبت کو دل میں ہرگز جگہ نہ دینا، کیونکہ یہ اہل ایمان کا مستقر اور مستقل گھر نہیں۔ شیطان (صفت انسان) کا ہم نشین ۶۹۔ نہ بننا کہ وہ ایمان و لاوں کا دوستدار و مددگار نہیں۔ اور خلق خدا میں سے کسی کو ایذا و تکلیف نہ دینا کہ یہ ایمان داروں کا شیوہ نہیں۔

**الفاظ و معانی :** تابوتُ صندوق۔ لَمْ يَنْتَفِعِ اس نے فائدہ حاصل نہ کیا۔ مستفید نہ ہوا۔ الجامع میثہ اسم فاعل جمع کرنے والا لاتصاحب ہم نشین نہ بن۔ مصاحبت سے ہٹ۔

**تشریح :** ۶۹۔ جن لوگوں کی ساری عمریں دنیا طلبی، دنیا سازی، خود پسندی، و خود فریبی مسلسل کذب و بہتان اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں خدا اور رسول کی مخالفت و منافقت ہی کی نذر ہو جائے انہیں قرآن کریم نے حزب الشیطان۔ شیطان کا گروہ فرمایا۔ ایسے غفلت شعاروں اور ہوس کاروں کی پہچان یہ ہے کہ وہ علمائے حق اولیائے حق، بدنگان حق کی ہم نشینی و صحبت سے دور بھاگتے۔ ان سے دوری و بیزاری کو اپناتے اور پھر ان کی تذلیل و تحقیر پر اتر آتے ہیں۔ اور بد دینی و بد مذہبی ان کے دل و دماغ میں راسخ و جاگزیں ہو کر انہیں حق و راہ صواب سے محروم بنا دیتی ہے تو ایسوں کی صحبت و ہم نشینی سے مسلمانوں کا کیا واسطہ۔ وہ کیوں ان کی مجلسوں میں جائیں کیوں کہ ان کی باتوں میں آئیں اور کیوں اپنے دین اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کو، آنکھوں دیکھے ہاتھوں سے گنوائیں۔ مومن کامل و مخلص کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ دوست بھی انہیں خوبانتا ہے جو اس کے محبوب حقیقی کے دوستوں اور مخلصوں میں ہوں۔ اور اس کے باغیوں، منکروں سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا بلکہ انہیں اپنا اور اپنے دین و ایمان کا دشمن جانتا ہے۔ مومن مخلص کی یہ شان ہی نہیں کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے متعدد آیات و احادیث اس مضمون کی تائید میں وارد ہیں ۱۲

عَنْ أَبِي سَلِيمَانَ الدَّارِيِّ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُنَاجَاتِ إِلَهِي لِأَنَّ

طَالِبْتَنِي بِذَنْبِي لِاطْلَبَنَّكَ بِعَفْوِكَ وَلَا نِ طَالِبْتَنِي بِخُلِي  
لِاطْلَبَنَّكَ بِسَخَائِكَ وَلَا نِ ادْخَلْتَنِي النَّارَ لِاخْبِرْتُ اَهْلَ النَّارِ  
بِأَنِّي أُحِبُّكَ

(ترجمہ) : (۴۱) ابی سلیمان دارنی سے منقول ہے کہ آپ اپنی مناجات و دعا میں یوں عرض کر رہے تھے کہ پروردگار! اگر تو میری نافرمانیوں اور روسیاہیوں پر میری گرفت فرمائے گا تو میں تیرے ہی عفو و کرم کے دامن میں پناہ لوں گا اور اگر تو میرے بھل اور تنگ نظری پر عتاب فرمانا چاہے گا تو میں تیرے ہی جو د و سخا اور بلا طلب عطاؤں کا واسطہ تجھے دوں گا۔ اور اگر تو (میرے بد اعمال کی پاداش میں) مجھے دوزخ میں داخل کر دے گا تو میں اہل دوزخ کو بتا دوں گا کہ میں تیرے چاہنے والوں میں تھا (اور یوں تیری غیرت مجھے عذاب سے نکال لے گی) (مقصود کلام یہ ہے کہ بندے کو اپنے مولیٰ ہی کے سایہ رحمت میں پناہ مل سکتی ہے کہیں اور نہیں)۔

الْفَاظُ وَمَعْنَاهُ : الْمُنَاجَاتُ بَارِكَاهِ الْهٰی مِیْ عَرْضٍ وَمَعْرُوضٍ - دَعَا عَفْوٍ مَعْنَاهُ  
عَفْسٌ - بِنَحْلِ سَجْمُوسٍ 'سَخَاءٌ' سَخَاوَةٌ 'بِطَلْبِ عَطَاةِ النَّارِ  
دَوْرُخِ كَا اِيكٍ نَامٍ -

قِيلَ اَسْعَدُ النَّاسِ مَنْ لَهٗ قَلْبٌ عَالِمٌ وَبَدَنٌ صَابِرٌ وَقَنَاعَةٌ بِمَا  
فِي الْبَدَنِ

(ترجمہ) : (۴۲) کسی صاحب کمال نے کیا خوب فرمایا کہ بڑا خوش نصیب ہے وہ بندہ خدا جسے یہ تین چیزیں مل جائیں۔ قلب ذاکر 'بدن صابر' اور جو کچھ ملا اس پر قناعت و انقباض۔

الْفَاظُ وَمَعْنَاهُ : اَسْعَدُ نِيكَ بِنِعْمَتِ 'خُوشِ نَصِيْبٍ - قَنَاعَةٌ تَهْوِيْ حِيْزِ مَبْرُكِيْ  
عَادَتِ -

**تشریح :** رضائے الہی پر راضی اور تقدیر الہی کے حضور، سر تسلیم خم کرنا، یہ مسلمان کی شان ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور کافروں کو جو آسائشیں، اس دنیائے ناپائیدار میں نصیب ہیں وہ ان کے حصول کے لیے بے تاب و بے قرار نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ دنیا کی یہ تازگی و شادابی یہ دلربائی و رعنائی، صرف اسی مادی دنیا تک محدود ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ حرص و ہوس سے کبھی آدمی سیر نہیں ہو سکتا۔ یہ بلائے بد انسان کو نکما و ناکارہ بنا دیتی ہے تمہیں جو کچھ ملا ہے اور جتنا بھی ملا ہے اس پر قناعت کرو گے اور ہر حال میں اپنے مالک و مولیٰ پر بھروسہ رکھو گے تو وہ اپنے فضل و کرم سے وہ نعمتیں وہ دولتیں مرحمت فرمائے گا۔ جن کے سامنے اس بھری دنیا کی رعنائیاں اور دل فریساں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ہیں۔ لہذا اپنے اندر استغفار و بے نیازی کی شان پیدا کرو۔ جو خود بڑی نعمت و دولت لازوال ہے ۱۲

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ هَكَ قَبْلَكُمْ بِغَلْبِ  
خِصَالِ بَفْضُولِ الْكَلَامِ وَفِضُولِ الطَّعَامِ وَفِضُولِ الْمَنَامِ

(ترجمہ) : (۲۳) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ تین عادتوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ ناحق قیل و قال اے زائد از ضرورت ۷۲۔ شکم پری اور بلا حاجت سوتے رہنا۔

**تشریح :** ۱۷۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے یہ بات ہے کہ وہ بلا یعنی چیز چھوڑ دے۔ ”یعنی جو چیز کار آمد نہ ہو اس میں نہ پڑے۔ اور اپنی زبان اپنے دل اور دوسرے اعضاء بدن کو بیکار باتوں کی طرف متوجہ نہ کرے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ سب سے زیادہ کس چیز کا مجھ پر خوف ہے۔ یعنی کس چیز کے ضرر کا زیادہ اندیشہ ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا یہ ہے ۱۳

۱۷۔ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی نے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا کریں (کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی

طاقت آجائے اور روزہ رکھ سکے) اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے  
تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے رکھے ۱۲

عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعَاذِ الرَّازِيِّ طُولِي لِمَنْ تَرَكَ الدُّنْيَا قَبْلَ أَنْ  
يَتْرُكَهُ وَبَنَى قَبْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهُ وَأَرْضَى رَبَّهُ قَبْلَ أَنْ يَلْقَاهُ

(ترجمہ) : (۴۴) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مژدہ  
و بشارت اس شخص کے لیے جس نے دنیا چھوڑ دی ۷۳۔ (اور لڈا نڈ دنیا سے  
دل اٹھالیا) اس سے پہلے کہ دنیا اسے چھوڑے (اور وہ دنیا سے رخصت سفر  
باندھے) جس نے اپنی قبر تیار کر لی (اور اس اندھیرے ویران گھر میں اعمال  
حسنہ کی روشنی کا سامان فراہم کر لیا) اس سے قبل کہ اس میں داخل ہو۔ اور  
جس نے اپنے رب کو (اس کی اطاعت و عبادت بجالا کر) راضی کر لیا قبل ازاں  
کہ وہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

تشریح : ۷۳۔ اعمال نیک ہوں خواہ بد جزا و سزا یقینی ہے قیامت ضرور آتی ہے۔  
مرنے کے بعد ضرور اٹھنا ہے۔ اعمال کا حساب یقیناً ہوگا اور ہر ایک کو اس  
کے کیے کی جزاء ضرور ملے گی۔ یہ حقیقت مسلمان کے دل میں موجود ہے تو آدمی کندن  
بن جائے۔ دنیا طلبی کو اپنا شعار بنا لینا اور راہ حق سے منہ موڑ لینا اہل عقل کا کام نہیں۔  
عظمت وہ ہے جو اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تدبیر میں لگا رہے۔ عمل صالح میں  
مصروف رہے۔ اور گناہ و معصیت اور خدا و رسول کی نافرمانی سے دور بھاگے۔ یہی مطلب  
ہے ترک دنیا کا ۱۲

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي تَالِبٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَوْلِيَاءَهُ فَلَيْسَ فِي يَدِهِ شَيْءٌ قَبْلَ لَهُ مَا سَأَلْتُ اللَّهَ قَالَ كَثْمَانَ  
السَّرْوِ وَقِيلَ مَا سَأَلْتَ الرَّسُولَ؟ قَالَ الْمَدَارَاةَ بَيْنَ النَّاسِ وَقِيلَ  
مَا سَأَلْتَ أَوْلِيَاءَهُ؟ قَالَ إِحْتِمَالُ الْأَدَى عَنِ النَّاسِ وَكَانُوا مِنْ  
قَبْلُنَا بَتَوَاصُونَ بِثَلْثِ خِصَالٍ؟ يَتَكَاثَبُونَ بِهَا مِنْ عَمَلٍ

لَا خَيْرَ لَهُ كَفَاهُ اللَّهُ تَعَالَى أَمْرَ دِينِهِ وَدُنْيَاهُ وَمَنْ أَحْسَنَ  
سَرِيْرَتَهُ أَحْسَنَ اللَّهُ عِلَالِيْتَهُ وَمَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ  
أَصْلَحَ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ

(ترجمہ) : (۴۵) مولیٰ المسلمین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم  
سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس کے پاس (عملدرآمد کے لیے) نہ اللہ  
تعالیٰ کی سنت کریمہ ہو، نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت حمیدہ ہو۔ اور نہ اللہ  
والوں کا طریقہ مرضیہ ہو، تو (کٹنا چاہیے کہ) اس کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں  
(مفلس و تہی دست ہے) عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ کی سنت کریمہ سے آپ کی کیا  
مراد ہے؟ فرمایا، پردہ پوشی دراز داری۔ "سوال کیا گیا رسول اللہ ﷺ کی  
سنت حمیدہ سے آپ کا منشاء کیا ہے؟ فرمایا بندگان خدا کے ساتھ خوش خلقی اور  
نرم خوئی سے پیش آنا۔" دریافت کیا گیا کہ اللہ والوں کے طریقہ مرضیہ کا کیا  
مطلب ہے؟ فرمایا لوگوں کی ایذا رسانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لینا۔

کہ ہر چہ از دوست می رسد نیکو ست

پھر ارشاد فرمایا زمانہ ماقبل میں بندگان حق تین باتوں کی ایک دوسرے کو وصیت فرمایا کرتے  
تھے اور بڑے اہتمام سے ایک دوسرے کو لکھوایا کرتے تھے۔ ایک یہ کہ جو شخص (اپنی)  
آخرت سنوارنے میں منہمک رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی دنیوی ضرورتوں کا خزانہ غیب سے  
انتظام فرمادے گا) اور جو اپنے باطن کو سنوارنے (اور دل کو دنیوی آلائشوں سے پاک  
صاف رکھنے) میں مصروف رہے گا اللہ تعالیٰ اس کا ظاہر بھی آراستہ فرمادے گا۔ اور جو  
اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین تعلقات کو سدھارنے میں مشغول رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے  
دوسرے بندوں کے درمیان معاملات کو ٹھیک کر دے گا۔ ۱۲

الفاظ و معانی :  
سُنَّةٌ طَرِيقَةٌ مَرْجُوَّةٌ كَيْسَمَانٌ پَرْدَةٌ پُوشِي۔ السِّرُّ رَازِ كِي بَات۔  
پُوشِيْدَةٌ۔ الْمُدَارَاةُ خُوشِ اِخْلَاقِي۔ نَرْمٌ خُوشِي۔ اِحْتِمَالٌ  
بِرْدَاشْتِ كَرْنِ الْاَدْبِي اَزِيْتِ وَايْزَا۔ يَتَوَاصَوْنَ لَوْكٌ اَيْكٌ دُوسَرِي كُو وَصِيْتِ كَرْنِي۔

تواصی اس کا مصدر ہے۔ سَرِيْرَةٌ باطن، لوگوں کی نگاہوں سے اوچھل۔ يَتَكَابَرُونَ  
ایک دوسرے کو لکھواتے۔

عَنْ عَلِيٍّ كُنْ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرَ النَّاسِ وَكُنْ عِنْدَ النَّفْسِ شَرَّ  
النَّاسِ وَكُنْ عِنْدَ النَّاسِ رَجُلًا مِنَ النَّاسِ

(ترجمہ) : (۴۶) حضرت علی مرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں  
بہترین ۷۴ اور نیکو کار بندہ بن اور خود اپنی نگاہوں میں سب سے بدتر، سب  
سے برا بن کر رہ اور دوسرے لوگوں کی نظروں میں انہیں میں کا ایک عام آدمی  
ہو جا۔

تشریح : ۷۴ اس کی طاعت و بندگی بجالانا اور امر پر عمل اور نواہی سے پرہیز کرنا  
نیکو کاری ہے اور جوان پر عمل پیرا ہو وہ بہترین نیکو کار اور بندہ خاص  
پروردگار ہے۔ لیکن یوں کہ اپنی نیکو کاری پر عجب و خود بینی کا شائبہ بھی نہ آنے پائے۔  
ورنہ آدمی خود فریبی کے دام میں گرفتار ہو کر نفس و شیطان کا شکار بن جائے گا۔ اور جب  
پردہ حیاک ہوگا تو معلوم ہوگا کہ ان اعمال کی حقیقت جلوہ سراب سے زیادہ نہ تھی۔ اس  
لئے لازم ہے کہ آدمی کی نگاہ اپنی کوتاہیوں، بد اعمالیوں اور سیہ کاریوں پر رہے اور جو نیک  
کام سرزد ہو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ اور عطیہ جانے اور جب یہ عادت اس  
کی فطرت بن جائے گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آدمی خود کو عام لوگوں سے جدا کوئی چیز نہ  
جانے گا۔ ۱۲

قِيلَ أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى عَزِيزِ النَّبِيِّ فَقَالَ يَا عَزِيزُ إِذَا  
أَذْنَبْتَ ذَنْبًا صَغِيرًا فَلَا تُنْظِرْ إِلَى صِغَرِهِ وَانْظُرْ إِلَى مَنْ أَلَدِي  
أَذْنَبَتْ لَهُ وَإِذَا أَصَابَكَ خَيْرٌ يَسِيرٌ فَلَا تُنْظِرْ إِلَى صِغَرِهِ وَانْظُرْ  
إِلَى مَنْ أَلَدِي رَزَقَكَ وَإِذَا أَصَابَكَ بَلِيَّةٌ فَلَا تُشْكُرْ إِلَى  
خَلْقِي كَمَا لَا تُشْكُرُ إِلَى مَلِكِي إِذَا صَعَدْتُ إِلَى

## مَسَاوِيكَ

(ترجمہ) و تشریح : (۴۷) منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیز علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے عزیز! اگر تم سے گناہ صغیرہ بھی سرزد ہو جائے تو یہ نہ دیکھو کہ صغیرہ گناہ ہے بلکہ یہ دیکھو کہ تم نے کس مولائے برتر و بالا کی نافرمانی کی۔ (اگرچہ نادانستہ طور پر) اور جب تمہیں کوئی معمولی سی بھلائی پہنچے تو یہ نہ سمجھو کہ وہ بے وقعت سی چیز ہے۔ یہ دیکھو کہ تمہیں عطا کیسی جلیل ہستی نے کی ہے۔ اور جب تمہیں کوئی ناخوشگواری پیش آئے تو بندوں کے روبرو اس کا شکوہ نہ کرو۔ میں بھی تو تمہاری برائیاں فرشتوں پر فاش نہیں کرتا جب وہ مجھ تک آتی ہیں۔

الفاظ و معانی : صغر چھوٹا پن۔ کسی بات کا معمولی ہونا۔ یَسِيرٌ تھوڑی بے وقت۔ جسے کوئی خاطر میں نہ لائے۔ يَلِيَّةٌ آفت۔ مصیبت۔

مَسَاوِي برائیاں۔ جمع ہے سوء کی۔

عَنْ حَاتِمِ الْأَصَمِ مَا مِنْ صَبَاحٍ إِلَّا وَيَقُولُ الشَّيْطَانُ لِي  
مَا تَأْكُلُ؟ وَمَا تَلْبِسُ؟ وَأَيْنَ تَسْكُنُ؟ فَأَقُولُ لَهُ أَكُلُ الْمَوْتِ  
وَالْبِيسَ الْكَفَنَ وَأَسْكُنُ الْقَبْرَ

(ترجمہ) : (۴۸) حضرت حاتم الاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہر نمودار ہونے والی صبح کو شیطان (میرے پاس آتا اور) مجھ سے پوچھتا ہے کہ آج کیا کھاؤ گے؟ کیا پہنو گے؟ اور کہاں ٹھہرو گے؟ میں اس سے کہتا ہوں؟ موت (کا غم) کھاؤں گا کفن پہنوں گا اور قبر میں جا کر ٹھہروں گا۔

تشریح : ۷۵۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصل حاجت تین چیزیں ہیں۔  
روٹی، کپڑا، گھر اور حدیث شریف میں ہے آدمی کو تین چیزوں کے سوا دنیا

میں کچھ حق نہیں۔ چند لقمے کہ اس کی پیٹھ کو سیدھا کریں۔ اور ایک ککڑا کپڑا کہ ستر چھپائے۔ اور چھوٹا سا گھر جس میں جھک کر داخل ہو سکے۔ اس طرح جو چیزیں گھر کے

لئے ضروری ہیں وہ بھی حاجت میں داخل ہیں۔ مگر یہ عام لوگوں کے لیے ہے اور وہ اس کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں۔ اولیاء اللہ و خاصان خدا کے قلوب ان ضروریات میں بھی مصروف نہیں رہتے۔ ان کی نگاہیں صرف اپنے خالق حقیقی پر رہتی ہیں ۱۲

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ ذُلِّ الْمَعْصِيَةِ إِلَى عِزِّ الطَّاعَةِ أَغْنَاهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ غَيْرِ مَالٍ وَآيَدُهُ مِنْ غَيْرِ جُنْدٍ وَأَعْزَّهُ مِنْ غَيْرِ عَشِيرَةٍ

(ترجمہ): (۳۹) نبی کریم ﷺ سے مروی کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص ۷۶ سے گناہ و نافرمانی کی ذلت و رسوائی سے نکل کر (تائب و صالح بن کر) طاعت و فرماں برداری کی عزت و ناموری کی جانب پلٹ آتا ہے، اللہ تعالیٰ (اسے تین نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے) اسے مال و دولت کے بغیر ہی مخلوق سے مستغنی و بے نیاز بنا دیتا ہے۔ کسی فوج و لشکر کے نہ ہونے کے باوجود اس کی نصرت و یاری اور دیکھیری فرماتا ہے اور اسے عزت و سرفرازی سے نوازتا ہے اگرچہ وہ کنبہ والا نہ ہو۔

الفاظ و معانی: ذل ذلت و رسوائی۔ عِزُّ عزت و ناموری۔ أَغْنَى فعل ماضی ہے اس کا مصدر۔ اِغْنَاءُ ہے اور مادہ گنَّاء بہ معنی مالداری و بے نیازی۔ اَعَزَّ فعل ماضی ہے۔ اس کا مصدر اعزاز ہے اور مادہ عزت۔ عَشِيرَةٌ کنبہ ایک تائید سے فعل ماضی ہے۔ بہ معنی پشت پناہی۔ نصرت و یاری۔ غالب کرنا۔  
تشریح: ۷۶ حدیث مبارک کا خلاصہ یہ چند چیزیں ہیں۔

(۱) گناہ اگرچہ صغیرہ ہو آدمی کی رسوائی و فضیلت کا پیش خیمہ ہے۔ آدمی اگر دنیا میں اس کی بدولت کسی گرفت سے بچ بھی جائے تو آخرت کی رسوائی اور تمام اولین و آخرین کے سامنے فضیلت سے بچنا صرف اسی وقت نصیب ہو سکتا ہے کہ آدمی آج ہی اس دلیل سے نکل آئے اور توبہ مجبومہ کر کے بندہ صالح بن جائے۔

۲۔ طاعت و بندگی، عزت و ناموری کی موجب ہے۔ اس دنیا میں بھی اس کے



ثمرات سے آدمی مستفیع ہوتا ہے اور آخرت میں تو ان شاء اللہ اسے چین ہی چین نصیب ہوگا۔

۳۔ عزت و ناموری، دنیاوی جاہ و ثروت اور مال و دولت پر موقوف نہیں۔ سچی عزت یہ ہے کہ آدمی اہل دنیا سے مستغنی و بے نیاز ہو جائے۔

۴۔ جماعت کی کثرت، حمایتیوں کی بہتات اور طرفداروں کی کثیر تعداد پر نصرت و یاری کا دار و مدار نہیں۔ اصل چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی تائید و نصرت ہے۔ اور یہ دولت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب آدمی طاعت گزار بندہ بن جائے۔

۵۔ اپنے کنبہ اپنی برادری اپنی جمعیت کا آدمی کی تائید و حمایت اور طرفداری میں ہونا اور آدمی کا ان کی حمایت و نصرت پر پھول جانا۔ حقیقی عزت و سرفرازی کا باعث نہیں۔ ہاں آدمی اپنے مالک و مولیٰ کی حمایت اور اس کے دامن نصرت میں آجائے اور اسی کا ہو رہے تو دنیاوی عزتیں اور وجاہتیں، درکنار، آخرت کی فلاح و نجات بھی اس کا مقدر بن جاتی ہے ۱۲

رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ كَيْفَ أَصْبَحْتُمْ؟ فَقَالُوا أَصْبَحْنَا مُؤْمِنِينَ بِاللَّهِ فَقَالَ وَمَ عِلْمَةٌ إِيْمَانِكُمْ؟ قَالُوا نَصَبْنَا عَلَى الْبَلَاءِ وَنَشْكُرُ عَلَى الرَّخَاءِ نَقْضِي بِالْقَضَاءِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ حَقًّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى بَعْضِ الْأَنْبِيَاءِ مَنْ لَقِينِي وَهُوَ يُجِيبُنِي أَدْخَلْتُهُ جَنَّتِي وَمَنْ لَقِينِي وَهُوَ يَخَافُنِي جَنَّبْتُهُ نَارِي وَمَنْ لَقِينِي وَهُوَ يَسْتَحِينِي مَنِي أَسَيْتُ الْحَفْظَةَ ذُنُوبَهُ

(ترجمہ) و تشریح : (۵۰) مروی ہے کہ حضور انور ﷺ کا گزر ایک روز صحابہ کرام کی ایک جماعت پر ہوا (تو آپ نے وہاں کچھ دیر قیام فرمایا اور) ان سے دریافت کیا کہ تم

لوگوں نے کیسی حالت میں صبح کی؟ (دن کا استقبال کیسی قلبی کیفیت سے کیا) صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے ایمان کی حالت میں صبح کی (ایمان کو اپنے قلب میں مستحکم پایا) آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس اپنے ایمان کی علامت (ذریعہ شناخت) کیا ہے؟ صحابہ کرام نے گزارش کی ہم مشکلات (وناخوشگوار حالات) میں صبر سے کام لیتے ہیں۔ فراخ دستی اور آسودگی کے اوقات میں شکر الہی بجالاتے ہیں۔ اور تقدیر و قضائے مولیٰ پر راضی و خوشنود رہتے ہیں۔ (اس جواب پر) حضور اقدس ﷺ وَشَرَفَ وَمَجَّدَ وَكَرَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ واقعی تم لوگ مومنین کاملین (اور سچے مسلمان) ہو۔

رب کعبہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی بھیجی کہ ”جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ مجھے چاہتا ہے تو میں اسے اپنی جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس حالت میں مجھے ملاتی ہو کہ اس کے دل میں میرا خوف میری خشیت میرا ڈر ہو (اور وہ میری گرفت، میرے عتاب و عذاب سے خوف زدہ، گھبراہٹ میں مبتلا رہے کہ دیکھئے کیا فیصلہ ہوتا ہے اور کدھر جانے کا حکم ملتا ہے) تو میں اسے عذاب و دوزخ سے رہا کروں گا۔ اور جو اس عالم میں میری بارگاہ میں حاضر ہوگا کہ وہ اپنے (احوال و اعمال و افعال پر) شرمندہ (نادم و پشیمان) ہو تو میں اس کی نافرمانیاں اور بد کرداریاں اس کے محافظ و نگہبان فرشتوں (کرنا کاتبین) کو بھلا دوں گا۔ (کہ وہ گناہ ہماری بارگاہ میں پیش ہی نہ ہوں) ۱۲

**الفاظ و معانی :** علامۃ پہچان، نشانی، ذریعہ شناخت۔ البلاء امتحان، آزمائش، زحمت، الترنحاء خوش حالی۔ کشاخ، فراخ دستی القضا حکم الہی

جو ازل سے مخلوق کے لیے ہو چکا ہے۔ الحفظۃ جمع ہے حافظ کی۔ بہ معنی نگہبان یہاں

مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کے تمام اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اس کے دائیں اور بائیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ إِذْ مَا افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكَ تَكُنْ أَعْبَدَ

النَّاسِ وَاجْتَنِبَ مَحَارِمَ اللَّهِ تَكُنْ أَرْهَدَ النَّاسِ وَأَرْضَ بِمَا

قَسَمَ اللَّهُ لَكَ تَكُنْ أَعْنَى النَّاسِ

(ترجمہ) : (۵۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اے بندہ

خداے (۷۷) تو ان تمام امور کو بجالا جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر لازم کئے ہیں۔ (ایسا کرے گا تو) تو اللہ کے بڑے عبادت گزاروں میں شمار ہوگا؟ اور ان تمام چیزوں سے باز رہ جن سے دور رہنے کا تجھے حکم دیا گیا ہے (ایسی صورت میں) تو زاہدوں اور ترک دنیا کرنے والوں میں مانا جائے گا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیرے نصیب میں لکھ دیا اس پر راضی و خوشنود رہ۔ (اگر تو اس پر کاربند رہے گا تو) تو ان بندوں میں گنا جائے گا جو ساری مخلوق سے بے نیاز و لاپرواہ رہتے ہیں۔

**تشریح :** ۷۷ عام قاعدہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کو بزرگی و برتری کا باعث سمجھتے ہیں۔ جس میں اوروں پر تفوق و بالادستی حاصل ہو۔ لیکن اسلام نے فرائض کی ادائیگی منکرات و ممنوعات سے دوری اور راضی برضائے الہی رہنے کو اعلیٰ درجہ کی عبادت، افضل ترین ذہد اور بہترین مالداری قرار دیا کاش ہم اس نکتے کو سمجھیں ۱۲

عَنْ صَالِحِ الْمَرْقَدِيِّ أَنَّهُ مَرَّ بِبَعْضِ الدِّيَارِ فَقَالَ يَا دِيَارُ أَيَّنَ  
أَهْلِكَ الْأَوْلُونَ وَأَيَّنَ عُمَارُكَ الْمَاضُونَ وَأَيَّنَ سُكَّانَكَ  
الْأَقْدَمُونَ فَهَتَفَ بِهِ هَاتِفٌ انْقَطَعَتْ آثَارُهُمْ وَبَلَيْتُ نَحْتِ  
الشَّرَابِ أَحْبَابُهُمْ وَبَقِيَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا يَدُ فِي أَعْنَاقِهِمْ

(ترجمہ) : (۵۲) حضرت صالح مرقدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ کا گزر کچھ

عالی شان مکانوں (کھنڈروں پر) ہوا ہو تو آپ نے فرمایا کہ اے عالی شان محلو

۷۸ (بلند و بالا عمارتوں) وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تمہیں تعمیر

و آباد کیا؟ اور وہ لوگ کدھر گئے جو پہلے تم میں رہتے تھے۔ اور وہ لوگ

کس طرف ہیں جو پہلے تم میں رہائش پذیر (اور تم میں سکونت رکھتے) تھے (وہ

اجڑے ہوئے کھنڈر تو کیا جواب دیتے) ہاتفِ غیبی نے آواز دی کہ ان کے نام

و نشان مٹ چکے (اب کوئی ان کا نام لیوا بھی باقی نہ رہا) اور ان کے بدن خاک

میں مل گئے (کہیں کوئی نام و نشان نہیں ملتا) اور ان کے اعمال ان کی گردنوں میں طوق ۸۰ اور گلے کا ہار بنے پڑے ہیں۔

**تشریح :** ۷۸۔ دنیا سرائے فانی ہے اور ہر چیز یہاں کی آئی جانی۔ دنیا کا مال و منال زندگی کے ساتھ وابستہ ہے آنکھ بند ہوتے ہی سویرا ہے۔ اس وقت معلوم ہو گا کہ ہم نے دنیا میں کیا پایا اور کیا کھویا۔ حدیث شریف میں فرمایا ”دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا“ تو مسافر جس طرح اپنے وطن سے دور دوسروں کی نگاہوں میں محض اجنبی ہوتا ہے۔ اور راہ گیر اپنی راہ چلتا اور راستہ کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا کہ راہ کھوٹی ہوگی اور منزل مقصود تک حسب مراد پہنچنے میں ناکامی ہوگی۔ اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ خواہ اس کے تصرف میں دنیا کتنی ہی کثرت سے ہو وہ اس کی محبت میں ذل کو نہ پھنسائے۔ اور ایسے تعلقات پیدا نہ کرے کہ مقصود اصلی کے حاصل ہونے میں آڑے آئے ۱۲

۷۹۔ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام و علمائے دین و شہداء و حافظان قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں۔ اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت و نافرمانی نہ کی۔ اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، قرأت درود شریف میں بجان و دل مصروف رہتے ہیں۔ یہ وہ مبارک بندے ہیں جن کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ پھر حضور ﷺ تو سرگروہ انبیاء و تاجدار مرسلین ہیں ان کے مراتب رفیعہ کا کون تصور کر سکتا ہے۔ اور جو شخص انبیائے کرام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ ”مرکز مٹی میں مل گئے“ گمراہ بددین، خبیث اور مرتکب توہین ہے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے ۱۲

۸۰۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَبِيرَهُ فِي عُنُقِهِ الْآيَةُ یعنی ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے سے لگا دیا اور گلے کا ہار بنا دیا ہے اور اس کے لیے قیامت کے دن اس کے نیک و بد تمام اعمال کا نوشتہ اس کے سامنے کر دیں گے۔ اور فرمایا

جائے گا اپنا اعمال نامہ خود ہی پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے اور قرآن کریم کی آیات کریمہ اس حقیقت کو بارہا واضح کرتی ہیں کہ حشر میں جو کچھ ہوگا اسی دنیا ہی کے اعمال پر مبنی ہوگا کوئی اور نئی بات نہ ہوگی آخر، آخرت، عالم ناسوت ہی کے کلمہ کا تو نام ہے۔ ۱۲

عَنْ عَلِيٍّ تَفَضَّلَ عَلِيٌّ مِنْ شِئْتِ فَانَّتْ أَمِيرُهُ وَاسْتَلَّ عَمَّنْ  
شِئْتِ فَانَّتْ أَسِيرُهُ وَاسْتَعْنِ عَمَّنْ شِئْتِ فَانَّتْ نَظِيرُهُ

(ترجمہ) و تشریح : (۵۳) حضرت مولیٰ علی مرتضیٰؑ سے مقول ہے کہ آپ نے فرمایا جس پر چاہو احسان کرو (اپنے نیک سلوک اور اچھے برتاؤ سے جب اسے اپنا گرویدہ بنا لو گے تو تم اس کے پیش رو بن جاؤ گے۔ (اور وہ تمہارا تابع ہوگا) جس سے چاہو سوال کرو (جب تمہارا دست حاجت اس کی جانب پھیلے گا تو نتیجہ تم اس کے اور زیر اثر آ جاؤ گے۔ (اور یہ بھی ایک قسم کی قید ہے) اور جس سے چاہو مستغنی و بے نیاز بن جاؤ۔ تم بھی اس کے ہمسرو برابر ہو۔ (مطلب یہ ہے کہ اپنی ضرورتیں دنیا داروں کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ بھی تم جیسے ہیں۔ حاجت روائی نہ کر سکے تو تم پر گراں گزرے گا۔ یا یہ کہ بے نیازی کا برتاؤ کرو گے اور دوسروں کے کام نہ آؤ گے تو کل ضرورت پر وہ تمہارے کام نہ آئے گا۔ کہ تم اور وہ دونوں یکساں ہیں) ۱۲

الفاظ و معانی : تَفَضَّلَ احسان و نیک سلوک کر۔ اس کا مادہ فضل ہے۔ جو احسان کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اَسِيرٌ قیدی، وہ جو

دوسرے کے زیر اثر ہو۔ نَظِيرٌ مثل و مماثل

عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعَاذٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ تَرَكَ الدُّنْيَا كُلَّهَا  
أَخَذَهَا كُلَّهَا فَمَنْ تَرَكَهَا كُلَّهَا أَخَذَهَا كُلَّهَا وَمَنْ أَخَذَهَا  
كُلَّهَا تَرَكَهَا فَأَخَذَهَا فِي تَرَكَهَا وَتَرَكَهَا فِي أَخَذَهَا

(ترجمہ) : (۵۴) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں دنیا کا کلیۃً چھوڑ دینا، دنیا کو بالکلہ حاصل کر لینا ہے تو جس نے دنیا کو بٹا بٹا چھوڑ دیا اس نے دنیا کو

تمام مرغوبات کے ساتھ پالیا۔ اور جس نے ساری دنیا کو پالیا اس نے گویا ساری کائنات کو چھوڑ دیا۔ تو دنیا کا پالینا اس کے ترک میں پوشیدہ ہے۔ اور اس کا ترک اس کے پالینے میں مضمحل ہے۔ ۸۱۔

**تشریح :** ۸۱۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا ایک ایسی چیز ہے جس کا چھوڑ دینا اور کلیۃً اس سے کنارہ کش ہو جانا اور ہر قسم کے علاقہ کو اس سے توڑ لینا بھی انسان کے بس کی بات نہیں۔ آخر فطری ضروریات اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ اور نہ بتا مہا دنیا اور اس کی تمام رعنائیوں کا حصول قدرت انسانی میں ہے۔ اگرچہ آدمی اس کے لیے اپنے تن من دھن سے لگا رہے۔ ہاں بقدر ضرورت انسانی اسے حاصل کر کے ٹھکرا دیا جائے تو دنیا خود بہ خود اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ تو جو خدا کا ہو گیا خدائی اس کی ہوتی جاتی ہے ۱۲۔

عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْاَدْهَمِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى اَنَّهُ قِيلَ لَهُ بِمَا  
وَجَدْتَ الزُّهْدَ؟ قَالَ بِثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ رَأَيْتُ الْقَبْرَ مُوَحِّشًا وَّلَيْسَ  
مَعِيَ مُوْنِسٌ وَرَأَيْتُ الطَّرِيقَ طَوِيْلًا وَّلَيْسَ مَعِيَ زَادٌ وَرَأَيْتُ  
الْجَبَّارَ قَاضِيًا وَّلَيْسَ مَعِيَ حُجَّةٌ

(ترجمہ) و تشریح : (۵۵) مروی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زہد و تقویٰ کا یہ مقام کس طرح حاصل کیا؟ فرمایا تین چیزوں کی بدولت قبر کی دہشتوں کا مجھے علم ہوا۔ جب کہ میرا کوئی انیس و غم گسار نہ تھا۔ آخرت کا دور دراز سفر میرے پیش نظر تھا جب کہ میرے پاس کوئی زاد راہ اور توشہ نہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ (کل بروز حشر) فیصلہ اس اعلم الحاکمین کے دست قدرت میں ہوگا اور میرے پاس رہائی کی کوئی سبیل نہ تھی (اس لیے میں نے تقویٰ اختیار کیا ہے تاکہ تمام کوتاہیوں کی تلافی ہو جائے) ۱۲۔

**الفاظ و معانی :** مُوَحِّشٌ دہشتناک و حشت انگیز۔ مُوْنِسٌ انیس، غم گسار۔ الطریق راستہ، یہاں مراد راہ آخرت ہے۔ طویل دور دراز

عَنِ الشَّيْبَلِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَهُوَ مِنْ عُظَمَاءِ الْعَارِفِينَ قَالَ  
 إِلَهِي إِنِّي أَحِبُّ أَنْ أَهَبَ لَكَ جَمِيعَ حَسَنَاتِي مَعَ فَقْرِي  
 وَضَعْفِي فَكَيْفَ لَا تُهَبُّ سَيِّئِي أَنْ تَهَبَ لِي جَمِيعَ سَيِّئِي  
 مَعَ غِنَاكَ مَوْلَايَ عَنِّي وَقَالَ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَسْتَأْنِسَ بِاللَّهِ  
 فَاسْتَوْحِشْ مِنْ نَفْسِكَ وَقَالَ لَوِذُّقْتُمْ خَلَاوَةَ الْوَصْلَةِ لَعَرَفْتُمْ  
 مَرَارَةَ الْقَطِيعَةِ

(ترجمہ) : (۵۶) ۸۲ - حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بلند پایہ اہل معرفت  
 میں ہیں بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں کہ میرے پروردگار میں اپنی عمر بھر کی  
 ساری نیکیاں تیرے حوالے کرنے پر آمادہ ہوں، حالانکہ میں بے کس و محتاج  
 ہوں (اور تو قادر و توانا) تو اسے میرے مولیٰ تو کیوں یہ نہ چاہے گا کہ تو میرے  
 تمام کوتاہیاں مجھے دے دے (اور اسے درگزر فرمائے) جب کہ تو بے نیاز مالک  
 و مولیٰ ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب تک اللہ کی قربت سے مانوس ہونا چاہتے  
 ہو تو اپنے نفس سے وحشت زدہ رہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وصل  
 و وصال کے ذائقہ اور لذت سے تمہیں واقفیت ہوتی، تو ہجر و فراق کی تلخی کا  
 بھی تمہیں پتہ ہوتا۔

الفاظ و معانی :  
 عُظَمَاءُ جمع ہے عظیم کی۔ عظمت والا۔ حَسَنَاتُ نیکیاں یہ  
 حَسَنَةٌ کی جمع ہے۔ سَيِّئَاتُ جمع ہے سَيِّئَةٌ کی برائی تصور۔  
 خَلَاوَةُ ذَائِقَةُ مزہ۔ الْوَاصِلَةُ وصال، قُرْبَتُ مَرَارَةِ تلخی، کُرُوَابِيْنُ۔ الْقَطِيعَةُ جدائی۔  
 مجھوری۔

تشریح : ۸۲ - حضرت شبلی قدس سرہ العزیز کہ امام العرفاء ہیں۔ جب اپنی ریاست  
 و امارت کو لات مار کر سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادیؒ کے مرید  
 ہوئے تو حضرت خواجہ جنید نے فرمایا، اے ابو بکر تو ملک شام کا امیر الامراء تھا۔ جب تک

بازار میں بھیک نہ مانگے گا۔ داغ تیرا نخوت و غرور سے کالی نہ ہوگا۔ اور اپنی قدر و قیمت نہ جانے گا (اور اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتوں کو جو بندے کے حال پر مبذول رہتی ہیں کماحقہ نہ پہچانے گا) مرشد برحق کے حکم کی تعمیل میں آپ کا سہ گدائی لے کر شہر میں نکل پڑتے۔ ابتداء میں تو لوگوں نے رئیس جان کر بہت کچھ دیا۔ آخر رفتہ رفتہ ہر روز بازار ان کا ست ہوتا جاتا ایک سال کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ صبح سے شام تک پھرتے کوئی کچھ نہ دیتا۔ پیرو مرشد سے حاصل عرض کیا۔ فرمایا ”قدر تیری یہ ہے کہ کوئی تجھے کوڑی کو نہیں پوچھتا سچ ہے۔“

یہ سے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر بود زرارہ و رسم منزلہا

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْأُنْسِ  
بِاللَّهِ تَعَالَى مَا هُوَ؟ قَالَ أَنْ لَا تَسْتَأْنِسَ بِكُلِّ وَجْهِ صَبِيحٍ وَلَا  
بِصَوْتِ طَيْبٍ وَلَا بِلِسَانِ فَصِيحٍ عَنْ بَنِّ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ الزُّهْدُ ثَلَاثَةٌ أَحْرَفُ زَاهِءٌ وَدَالٌ فَالزَّاءُ  
زَادٌ لِلْمَعَادِ وَالْهَاءُ هُدًى لِلدِّينِ وَالذَّالُ دَوَامٌ عَلَى الطَّاعَةِ قَالَ  
فِي مَوْضِعٍ آخَرَ الزُّهْدُ ثَلَاثَةٌ أَحْرَفُ الزَّاءُ تَرْكُ الزَّيْنَةِ وَالْهَاءُ  
تَرْكُ الْهَوَى وَالذَّالُ تَرْكُ الدُّنْيَا

(ترجمہ) : (۵۷) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے مانوس ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا یہ کہ کسی حسین چہرے پر یا کسی سرلی آواز پر یا کسی فصیح البیان خطیب پر فریفتہ نہ ہو۔

(۵۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لفظ زہد میں تین حروف ہیں۔ ز۔ ہ۔ اور د۔ (اور ہر حرف زہد کی ایک حقیقت پر رہنمائی کرتا ہے) ز سے مراد زاد و راہ آخرت ہے۔ ہ سے ہدایت دین مراد ہے۔ اور د سے مراد ہے دوام بر طاعت (جہاں تک میسر ہو حق کی بندگی میں مصروف رہنا) ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا



زاء سے مراد ترک زینت ہے۔ ہ سے مراد ترک خواہش ہے۔ اور و سے مراد ترک دنیا ہے۔ (جس سے یہ سب باتیں مجتمع نہ ہوں وہ زاہد و تارک الدنیا کہلانے کا مستحق نہیں ۱۲)

عَنْ خَامِدِ اللَّفَّافِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ قَالَ إِتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ أَوْصِنِي فَقَالَ اجْعَلْ لِدِينِكَ غِلَافًا كَغِلَافِ الْمُصْحَفِ قِيلَ لَهُ مَا غِلَافُ الدِّينِ؟ قَالَ لَهُ تَرْكُ الْكَلَامِ إِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَتَرْكُ الدُّنْيَا إِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَتَرْكُ مُخَالَطَةِ النَّاسِ إِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْهُ ثُمَّ أَعْلَمَ أَنَّ أَصْلَ الزُّهْدِ الاجْتِنَابُ عَنِ الْمَحَارِمِ كَثِيرِهَا وَصَغِيرِهَا وَأَدَاءُ جَمِيعِ الْفَرَائِضِ يَسِيرِهَا وَعَسِيرِهَا وَتَرْكُ الدُّنْيَا عَلَى أَهْلِهَا قَلِيلِهَا وَكَثِيرِهَا

(ترجمہ) : (۵۹) حضرت حامد لفاق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اپنی دینداری کو اسی طرح غلاف میں رکھو جیسے قرآن کریم کو غلام میں رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ دینداری کا غلاف کیا چیز ہوتی ہے؟ فرمایا (تین چیزیں) ترک کلام مگر اتنا کہ بقدر ضرورت ہو۔ ترک دنیا مگر بمقدار حاجت لوگوں سے ترک ہم نشینی (ان سے لا تعلق رہنا) مگر بدرجہ مجبوری نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ زہد کی جان تین چیزیں ہیں۔ تمام ممنوعات سے دور و نفور رہنا چھوٹی ہوں یا بڑی تمام مامورات پر کاربند رہنا آسان ہوں۔ خواہ دشوار اور دنیا کو اہل دنیا کے لیے چھوڑ دینا۔ قلیل ہو خواہ کثیر۔ ۱۲

عَنْ لُقْمَانَ الْحَكِيمِ أَنَّهُ قَالَ لِابْنِهِ يَا بَنِيَّ إِنَّ النَّاسَ ثَلَاثَةٌ أَثْلَاثٌ ثَلَاثٌ لِلَّهِ وَثَلَاثٌ لِنَفْسِهِ وَثَلَاثٌ لِلدُّوْدِ فَأَمَّا مَهْوُلٌ لِلَّهِ فَرُوحُهُ وَمَا هُوَ لِنَفْسِهِ فَعَمَلُهُ أَمَّا مَا هُوَ لِلدُّوْدِ فَجِسْمُهُ

عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ يَزِدْنَ فِي الْحِفْظِ  
وَيُذْهِبْنَ الْبَلْغَمَ السِّوَاكُ وَالصَّوْمُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ

(ترجمہ) : (۶۰) حضرت لقمان حکیم نے اپنے فرزند دل بند سے فرمایا اے میرے فرزند ہر شخص کے تین حصے کئے جاسکتے ہیں۔ ان میں ایک تہائی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ایک تہائی خود اس کے اپنے لیے ہے۔ اور ایک تہائی حصہ حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) کے لیے ہے وہ تہائی حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ اس کی روح ہے۔ اور وہ ایک تہائی جو خود اس کے لیے ہے۔ وہ اس کا عمل ہے (اسی عمل پر جزا اور سزا موقوف ہے) اور جسم کا وہ جزو جو حشرات الارض کے لیے ہے وہ اس کا جسم ہے۔

(۶۱) حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں تین چیزیں ایسی ہیں جو قوت حافظہ بڑھاتی ہیں اور بلغم کو گھٹاتی ہیں۔ مسواک کرنا، روزہ رکھنا اور تلاوت قرآن میں مصروف رہنا۔ ۱۲

**تشریح :** ۸۳۔ مسواک کے فضائل و فوائد اور دینی و دنیوی برکات کے بیان میں جو احادیث و آثار مروی ہیں ان میں سے یہی چند احادیث مسلمان کے لیے بس ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

۱۔ دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں، افضل ہیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے۔ (ابو نعیم)۔

۲۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہو گا تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم فرماتا (یعنی فرض کر دیتا) (طبرانی)

۳۔ مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا۔

(احمد)

۴۔ بندہ جب مسواک کر لیتا ہے پھر نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر قرأت سنتا ہے پھر اس سے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنا منہ اس کے

منہ پر رکھ دیتا ہے۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص مسواک کا عادی ہو۔  
مرتے وقت اسے کلمہ پڑھنا نصیب ہوگا۔ اور جو ایفون کھاتا ہو مرتے وقت  
اسے کلمہ نصیب نہ ہوگا۔

۵۔ مسواک میں دس برکتیں ہیں (۱) مسواک منہ میں خوشبو لاتی ہے۔ (۲) مسوڑھوں  
کو مضبوط بناتی ہے۔ (۳) بلغم کو دفع کرتی ہے۔ (۴) آنکھوں میں روشنی بڑھاتی  
ہے (۵) منہ کی بدبو مٹاتی ہے (۶) دانتوں کو چمکاتی ہے۔ (۷) معدے کی اصلاح  
کرتی ہے۔ (۸) فرشتوں کے لیے باعث فرحت ہے۔ (۹) رب عزوجل کی رضا  
بخشتی ہے (۱۰) اور نیکیوں کو بڑھاتی ہے۔ (نزہۃ المجالس) فقیر کہتا ہے کہ ایمان پر  
خاتمہ نصیب ہونا دولت لازوال ہے۔ کہ اسی پر نجات کا دار و مدار ہے ۱۲

عَنْ كَعْبِ بْنِ الْأَحْبَارِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ الْخُصُوفُ  
لِلْمُؤْمِنِينَ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثُ الْمَسْجِدِ حِصْنٌ وَذِكْرُ اللَّهِ  
حِصْنٌ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ حِصْنٌ عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ أَنَّهُ قَالَ  
ثَلَاثٌ مِنْ كَنْزِ اللَّهِ تَعَالَى لَا يُفْطِيهَا اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا مَنْ أَحَبَّهُ  
الْفَقْرُ وَالْمَرَضُ وَالصَّبْرُ

(ترجمہ) : (۶۲) حضرت کعب احبار فرماتے ہیں وہ قلعے جو اہل ایمان کو  
شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھتے ہیں (اور اس کا وجہ ان پر اثر انداز  
نہیں ہوتا۔ تین ۸۴ ہیں۔ ایک قلعہ مسجد ہے، ایک قلعہ یاد الہی ہے، اور  
ایک قلعہ تلاوت قرآن حکیم ہے۔

(۶۳) کسی عارف ربانی کا قول ہے کہ تین چیزیں اللہ کے خاص خزانوں سے  
ہیں۔ اور یہ چیزیں انہیں بندوں کو ملتی ہیں جو اس کے محبوب و برگزیدہ ہوتے  
ہیں۔ ایک فقر و فاقہ، دوسرے مرض ۸۵، و بیماری، اور تیسرے صبر و  
برداشت۔

**تشریح :** ۸۴۔ تو جو مسلمان مسجد سے باہر یاد الہی سے غافل اور تلاوت قرآن سے لاپرواہ رہتا ہے۔ شیطان کا دُورِ جیم اور اس کے ایمان کی تاک میں ہے کب یہ چاہے گا کہ یہ مسلمان حکم الہی پر گامزن رہے یہ اسے حق سے دور اور دور لے جائے گا۔ ۱۲

۸۵۔ مسلمان کے حق میں بیماری بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس کے منافع بے شمار ہیں۔ اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقۃً راحت و آرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے۔ یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے۔ حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے۔ حقیقی بیماری امراض روحانیہ ہیں کہ یہ البتہ بہت خوف کی چیز ہے اور اسی کو مرضِ مہلک سمجھنا چاہیے۔ بہت موٹی سی بات ہے جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو۔ مگر جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا اور توبہ و استغفار کرتا ہے اور یہ تو بڑے رتبے والوں کی شان ہے کہ وہ تکلیف کا بھی اسی طرح استقبال کرتے ہیں جیسے راحت کا کہ۔

”ہر چہ از دوست می رسد نیکوست“

مگر ہم جیسے کم از کم اتنا تو کریں کہ صبر و استقلال سے کام لیں۔ اور جزع فزع کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری سے آئی ہوئی مصیبت جاتی نہ رہے گی۔ پھر اس بڑے ثواب سے محرومی دوہری مصیبت ہے بہت سے نادان بیماری میں نہایت بے جا کلمے بول اٹھتے ہیں۔ بلکہ بعض کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔ معاذ اللہ اللہ عزوجل کی طرف ظلم کی نسبت کر دیتے ہیں یہ تو بالکل خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ کے مصداق بن جاتے ہیں (بہارِ شریعت) مولائے کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے برگزیدہ رسول اللہ کے محبوب ﷺ کے ارشادِ کریمہ پر عمل پیرا ہوں ۱۲

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا حِينَ سُئِلَ مَا خَيْرُ  
الْأَيَّامِ وَمَا خَيْرُ الشُّهُورِ وَمَا خَيْرُ الْأَعْمَالِ فَقَالَ خَيْرُ الْأَيَّامِ يَوْمُ  
الْجُمُعَةِ وَخَيْرُ الشُّهُورِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَخَيْرُ الْأَعْمَالِ

الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ لَوَقْتِهَا فَمَضَى عَلَي ذَلِك ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَبَلَغَ  
 عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ بَنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
 عَنْهُمَا سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ فَاجَابَ بِكَذَا  
 فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَوْ سَأَلَ الْعُلَمَاءُ وَالْحُكَمَاءُ  
 وَالْفُقَهَاءُ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ لَمَا أَجَابُوا بِمِثْلِ مَا  
 أَجَابَ بِهِ بَنُ عَبَّاسٍ إِلَّا إِنِّي أَقُولُ إِنَّ خَيْرَ الْأَعْمَالِ مَا يَقْبَلُ  
 اللَّهُ تَعَالَى مِنْكَ وَخَيْرُ الشُّهُورِ مَا تَتُوبُ فِيهِ إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً  
 نَصُوحًا وَخَيْرُ الْأَيَّامِ مَا تَخْرُجُ فِيهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى  
 مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَقَالَ شَاعِرٌ -

أَمَا تَرَى كَيْفَ يُبَلِّغُنَا الْجَدِيدَانِ  
 وَنَحْنُ نَلْعَبُ فِي سِرِّ وَاعْلَانِ  
 لَا تَزْكَنَنَّ إِلَى الدُّنْيَا وَنِعْمَتِهَا  
 فَإِنَّ أَوْطَانَهَا لَيْسَتْ بِأَوْطَانِ  
 وَعَمَلٌ لِنَفْسِكَ مِنْ قَبْلِ الْمَمَاتِ فَلَا  
 تَغُورُكَ كَثْرَةُ أَصْحَابٍ وَإِخْوَانِ

(ترجمہ) : (۶۴) حضرت، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ سے  
 سوال کیا گیا کہ تمام دنوں میں کون سا دن بہتر ہے۔ اور مہینوں میں کون سا مہینہ  
 فاضل تر ہے۔ اور اعمال میں کون سا عمل سب سے بہتر ہے۔ آپ نے جواب  
 میں ارشاد فرمایا کہ بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ بہترین مہینہ رمضان کا مہینہ  
 ہے۔ اور بہترین عمل نماز پنجگانہ کو بہ پابندی اوقات (مطابق حکم شرعی) بجالانا  
 ہے۔

تین دین گزرنے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن  
 عباس رضی اللہ عنہما سے یہ باتیں پوچھی گئیں اور آپ نے یہ جواب دیا۔ اس پر آپ نے ارشاد

فرمایا کہ اگر مشرق و مغرب کے تمام علماء و حکما اور اہل فقہ سے یہ باتیں دریافت کی جائیں تو اس سے بہتر جوابات نہ دیتے جو عبداللہ بن عباس نے دیئے ہیں۔ پھر فرمایا لیکن اس پر مستزاد میں یہ کہتا ہوں کہ اے بندہ مومن تیرا سب سے بہتر عمل وہ ہے جو بارگاہ الہی میں قبولیت کا شرف پائے اور بہترین مہینہ تیرے حق میں وہ جس میں تو اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص قلب سے رجوع لائے اور توبہ صحیحہ کرے۔ اور بہترین دن تیرے لیے وہ دن ہے جب تو اس دنیا (کے قید خانے) سے چھٹکارا پا کر دربار خداوندی میں بہ سلامتی ایمان حاضر ہو۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

(ترجمہ) : کیا تمہیں نہیں معلوم کہ شب و روز کا دوران ہمیں ایک روز خاک میں ملا دے گا اور ہم ہر غم سے بے خوف، علانیہ و پوشیدہ، لہو لعب میں مشغول ہیں۔ اے بندہ خدا، دنیا اور اس کی رعنائیوں پر فریفتہ مت ہو کہ انہیں کہیں قرار نہیں۔ تجھے چاہئے کہ موت سے پہلے اپنے لیے (نیک) عمل کر لے بھائیوں اور دوستوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھا۔

قِيلَ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَقَّهَهُ اللَّهُ فِي الدِّينِ وَزَهَّدَهُ فِي الدُّنْيَا وَبَصَّرَهُ بِغُيُوبِ نَفْسِهِ

(ترجمہ) : (۶۵) ایک برگزیدہ بندے کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ اس کے دل کو دنیا کی مرغوبات کی محبت سے دور کر دیتا ہے۔ اور اسے اپنے عیبوں اور کوتاہیوں پر نگران بنا دیتا ہے (تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے)۔

تشریح : ۸۲۔ اور دین کا فقیہ وہ عالم ہے جس کا علم قرآن و حدیث سے حاصل ہو۔ یہی وہ علم ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں سنورتی ہیں۔ یہی وہ علم ہے جو نجات کا ذریعہ ہے یہی وہ علم ہے جو معرفت الہی کا وسیلہ جلیلہ ہے۔ اور یہی وہ علم ہے جس کی قرآن و حدیث میں تعریف اور اس کی تحصیل پر ترغیب آئی اور اس کے

حصول کے لیے مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے۔ علم دین کی فہم و فراست رکھنے والے اسی قیسم کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک قیسم ہزار عابد سے زیادہ، شیطان پر سخت ہے (ترمذی) اور اسی عالم دین کے لیے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر (تو وہ علم جو راہ حق سے دور لے جائے علم نہیں جہل ہے اور وہ بھی جہل مرکب کہ بلائے بد اور درو بے درماں ہے۔

آں کس کہ نداند، بداند کہ بداند

در جہل مرکب ابدالہ ہر بماند

مسلمان خوب یاد رکھیں کہ ہر بد مذہب، ہر بد دین اگرچہ اس کا شمار علماء میں کیا جاتا ہو اگرچہ وہ فضلاء میں گنا جاتا ہو اگرچہ وہ سجادہ ہشیشخت پر ہادی و مرشد بنا بیٹھا ہو ہرگز ہرگز عالم نہیں۔ علم کا دشمن ہے۔ اہل علم کا دشمن ہے۔ مسلمانان اہل سنت کا دشمن ہے، وہ فلاں و نجات آخرت سے دور ہے۔ وہ حق و حقانیت سے نفور ہے اور ہلاکت و بربادی میں چور ہے۔

یہ میں نہیں کہتا مسلمانو! تمہارا رب، تمہارا پروردگار، تمہارا حامی، تمہارا یار و مددگار، ارشاد فرماتا ہے **وَاضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ** اللہ نے اسے باوصف علم گمراہ کر دیا اور وہ بد نصیب و نامراد، جو علم رکھتے ہوئے وصف علم سے متصف ہوتے ہوئے گمراہ ہو جائیں۔ گمراہیوں میں ڈوب جائیں۔ ان کی علامات کیا ہیں؟ یہ بھی قرآن کریم ہی سے پوچھ لیجئے۔ وہ جا بجا تصریح فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑتے خواہشات ہی کو اپنا بنا لیتے اور خواہشات ہی کے لیے خدا و رسول سے روگردانی کرتے ہیں۔ ان کے لیے دنیا اور متاع دنیا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر حق سے گریزاں رہتے اور باطل پر فریفتہ رہتے ہیں۔ آج دنیا میں جہاں کہیں بد دینی و گمراہی کے داعی و سہاکی ہیں۔ انہیں آزما کر دیکھ لیجئے۔ اسی بیماری میں مبتلا ملیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اسی لیے کہا گیا ہے۔

علمی کہ راہ حق نہ نماید جنات ست

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ حُبَّ إِلَهِي مِنْ

دُنْيَاكُمْ ثَلَاثُ الطَّبِّ وَالنِّسَاءِ وَجَعَلْتُ قَرَّةَ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ  
وَكَانَ مَعَهُ أَصْحَابُهُ جُلُوسًا

(ترجمہ) : (۶۶) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہاری دنیا میں سے تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی۔ ایک خوشبو ۸۷، دوسری (سلیقہ شعار) صفت باب، اطاعت گزار اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اسی محفل میں آپ کے چند اکابر صحابہ بھی موجود تھے۔

تشریح : ۸۷ - خوشبو لگانا سنت ہے اور خوشبو کی چیزیں پھول پتی وغیرہ پسندیدہ بارگاہ رسالت ہیں۔ ﷺ اسی لیے ارشاد فرماتے ہیں ﷺ جس کے سامنے خوشبو (نبات) پھول پتی وغیرہ) پیش کی جائے تو اسے رد نہ کرے کہ اس کا بوجھ ہلکا اور بوجھ ہی ہے " (مسلم و ابوداؤد) بوجھ ہلکا یہ کہ پیش کرنے والے پر مشقت نہیں۔ اور لینے والے پر کوئی بھاری احسان نہیں۔ ہار کہ گلے میں پہنیں۔ ان میں پھولوں سے اسی قدر زائد ہے کہ انہیں ایک ڈورے میں پرو لیا ہے۔ اور گلے میں ڈالنا وہی خوشبو سے فائدہ لینا اور دوسروں کو فرحت پہنچانا ہے۔ اور اس قدر سے ممانعت و حرمت و ناجوازی کی کوئی وجہ نہیں انکار کرنے والے غلطی پر ہیں ۱۲

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ وَحَبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثَ النَّظَرِ إِلَيَّ وَجْهَ رَسُولِ  
اللَّهِ وَإِنْفَاقَ مَالِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَإِنْ يَكُونُ ابْنَتِي تَحْتَهُ  
رَسُولِ اللَّهِ

(ترجمہ) : چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی آپ نے مجھ کو فرمایا اے اللہ کے رسول برحق مجھے بھی اس دنیا کی تین چیزیں بڑی عزیز ہیں۔ آپ کے روئے انور کا مسلسل دیدار اپنا مال و منال آپ پر نثار کرنا اور تیسری چیز یہ کہ میری بیٹی آپ کے کالج میں (آپ کی خدمت گزار بن کر رہے۔



**تشریح :** ۸۸۔ اس عزیز خواہش کا منشاء غالباً وہ حدیث شریف ہی ہے کہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کہ ہر علاقہ اور رشتہ روز قیامت قطع ہو جائے گا مگر میرا علاقہ اور رشتہ (طبرانی بیہقی حاکم وغیرہم) اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا۔ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ”کیا حال ہے ان لوگوں کا زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت (مجھ سے رشتہ داری) نفع نہ دے گی (یاد رکھو) ہر علاقہ و رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ و علاقہ کی دنیا و آخرت میں پوستہ (جزا ہوا) ہے۔ (حاکم) اور دنیا و آخرت میں حضور ﷺ سے پوشگی اور ان کی کرم گسٹری کے عزیز نہ ہوگی۔ ۱۲

فَقَالَ عَمْرٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ وَحُبِّبَ  
إِلَى مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثُ الْأُمُورِ بِالْمَعْرُوفِ وَالتَّهَيُّ عَنِ الْمُنْكَرِ  
وَالشُّوْبُ الْخَلْقُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ يَا  
عَمْرٌ وَحُبِّبَ إِلَى مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثُ إِشْبَاعِ الْجِيعَانِ وَكِسْوَةُ  
الْعُرْيَانِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ

(ترجمہ) : (یہ بات سن کر) سیدنا عمر فاروق اعظم نے فرمایا کہ آپ نے سچا فرمایا اے ابابکر! اور تین چیزیں اس دنیا میں مجھے بھی بڑی مرغوب ہیں۔ نیکوں کا حکم دینا، برائیوں سے دور رکھنا اور بوسیدہ کپڑے استعمال کرنا اس پر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! آپ نے سچا فرمایا۔ مجھے بھی تین چیزیں اس دنیا میں بڑی محبوب ہیں۔ بھوکوں کو شکم سیرو آسودہ کرنا (پیٹ بھر کر کھلانا) ننگوں کو کپڑے پہنانا اور تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہنا۔

**الفاظ و معانی :** الخلق بوسیدہ۔ پرانا۔ اشباع شکم سیر کرنا۔ پیٹ بھر کر کھلانا۔ الجیعان جمع ہے جالع کی۔ بھوک۔ کسوة تن پوشی۔ کپڑا۔

پہنانا۔ العریان برہنہ ننگے یہ عاری کی جمع ہے۔

فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَدَقْتَ يَا عُمَرُ وَحُبِّبَ إِلَى مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثُ

الْخِدْمَةُ لِلضَّيْفِ وَالصَّوْمُ فِي الصَّيْفِ وَالضَّرْبُ بِالسَّيْفِ  
فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ جَاءَ جِبْرِيلُ وَقَالَ أَرْسَلَنِي اللَّهُ تَبَارَكَ  
وَتَعَالَى لِمَا سَمِعَ مَقَالَتَكُمْ وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْأَلَنِي عَمَّا أَحَبُّ أَنْ  
كُنْتُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا

(ترجمہ) : اس بات کے اہتمام پر سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! آپ نے حق فرمایا مجھے بھی اس دنیا میں تین چیزیں بہت پسند ہیں۔ مہمان کی خاطر و تواضع موسم گرما کے روزے اور تلوار سے (دشمنان اسلام کی) گردنیں اڑانا یہ سلسلہ منگوا بھی جاری ہی تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سب کی منگواسنی اور مجھے یا رسول اللہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ مجھ سے یہ دریافت فرمائیں کہ اگر میں دنیا والوں (اور بنی آدم) سے ہوتا تو میں کیا پسند کرتا؟

الضَّيْفُ مِمَّا مَحَبَّتُهَا - الصَّيْفُ مَوْسِمُ گَرْمَا - السَّيْفُ تَلْوَارُ -

الْفَاظُ وَمَعْنَاهُ :  
فَقَالَ مَا تَحِبُّ أَنْ كُنْتُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا؟ فَقَالَ إِرْشَادُ الضَّالِّينَ  
وَمَوَانِسَةُ الْغُرَبَاءِ الْقَانِتِينَ وَمَعَاوَةُ أَهْلِ الْعِيَالِ الْمُعْسِرِينَ  
وَقَالَ جِبْرِيلُ يُحِبُّ رَبُّ الْعِزَّةِ جَلَّ جَلَالُهُ مِنْ عِبَادِهِ ثَلَاثَ  
خِصَالٍ بَدَلُ الْإِسْتِطَاعَةِ وَالْبُكَاءِ عِنْدَ التَّدَامَةِ وَالصَّبْرَ عِنْدَ  
الْفَاقَةِ

(ترجمہ) : حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اگر تم اہل دنیا سے ہوتے تو ہمیں کون سی چیزیں پسندیدہ ہوتیں؟ جبرئیل امین نے جواب دیا (تین چیزیں) جسکے ہونے کی راہ نمائی کرنا (اور انہیں راہ راست دکھانا) نیک نمراد قناعت گزار بندوں کی اعانت و دستگیری کرنا اور محکمت عیال داروں کی امداد و اعانت۔ پھر

حضرت جبریل امین نے فرمایا کہ بندوں کی تین خصلتیں اللہ تعالیٰ کو بڑی محبوب ہیں۔ اپنی توانائی و استطاعت کو راہ حق میں صرف کرنا۔ پشیمانی کے وقت آنسو بہانا۔ اور فقر و فاقہ کی نوبت آجائے تو صبر و تحمل سے کام لینا۔

الفاظ و معانی : ارشاد رہنمائی۔ الضالین گم کردہ راہ بھولا بھٹکا اس کا واحد

ضال ہے۔ مَوَانِسَةُ دَل جوی خیر گیری۔ الْقَائِمِينَ جمع ہے

قائم کی بہ معنی۔ قناعت گزین، نیک نہاد۔ مَعَاوَنَةُ امداد و اعانت، و عِیْرُ الْمُعْسِرِینِ تنگ دست۔ بَدَلُ خَرَجٍ کرنا البُکَاءُ گریہ و زاری۔ النَّدَامَةُ شرمندگی، پشیمانی۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ مَنْ اِعْتَصَمَ بِعَقْلِهِ ضَلَّ وَمَنْ اِسْتَعْنَى

بِمَالِهِ قَلَّ وَمَنْ عَزَّ بِمَخْلُوقٍ ذَلَّ عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ ثَمَرَةُ

المَعْرِفَةِ ثَلَاثٌ خِصَالُ الْحَيَاءِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْحُبُّ فِي

اللَّهِ وَالْأُنْسُ بِاللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّهُ قَالَ الْمَحَبَّةُ

اَسَاسُ الْمَعْرِفَةِ وَالْعِفَّةُ عَلَامَةُ الْيَقِيْنِ وَرَاسُ الْيَقِيْنِ التَّقْوَى

وَالرِّضَاءُ بِتَقْدِيْرِ اللَّهِ تَعَالَى

(ترجمہ) : (۶۷) ایک عارف باللہ کا قول ہے کہ جس نے اپنی عقل و علم

و فراست پر کامل اعتماد کیا، وہ گمراہی میں پڑا۔ اور جس نے اپنے مال و دولت کی

بدولت دوسروں سے استغنا و بے نیازی کا سلوک کیا وہ افلاس و ناداری میں پڑا۔

اور جس نے کسی مخلوق کو اپنی عزت و شہرت کا ذریعہ بنایا، وہ ذلیل و رسوا ہوا۔

(۶۸) کسی عارف حقانی نے فرمایا کہ جسے عرفان الہی کی دولت نصیب ہو جائے تو اس

کے نتیجے میں تین خصلتیں اس میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا (کہ وہ اس

کی نافرمانی نہیں کرتا اور ہمیشہ اس خیال میں رہتا ہے کہ اللہ کو کیا جواب دوں گا) دوسرے

یہ کہ اللہ ہی کے لیے محبت کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ ذکر الہی سے مانوس رہتا ہے۔

(۶۹) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا محبت، معرفت الہی کا (سبک بنیاد

اور اصل پونجی ہے۔ محبت پاکرد امینی، یقین کی علامت ہے۔ اور یقین کی اصل، تقویٰ اور

راضی برضائے الہی رہتا ہے۔

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ أَحَبَّ اللَّهَ أَحَبَّ مَنْ أَحَبَّهُ  
اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَحَبَّ مَنْ أَحَبَّهُ اللَّهُ تَعَالَى أَحَبَّ مَا أَحَبَّ فِي  
اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَحَبَّ مَا أَحَبَّ فِي اللَّهِ تَعَالَى أَحَبَّ أَنْ لَا  
يَعْرِفَهُ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ -  
صَدَقَ الْمُحِبَّةُ فِي ثَلَاثِ خِصَالٍ أَنْ يَخْتَارَ كَلَامَ حَبِيبِهِ عَلَى  
كَلَامِ غَيْرِهِ وَيَخْتَارَ مُجَالَسَةَ حَبِيبِهِ عَلَى مُجَالَسَةِ غَيْرِهِ  
وَيَخْتَارَ رِضَى حَبِيبِهِ عَلَى رِضَى غَيْرِهِ

(ترجمہ) : (۷۰) حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ  
سے محبت رکھے گا وہ اس سے بھی محبت رکھے گا جس سے اللہ محبت فرماتا ہے  
اور جو اللہ کے محبوب سے محبت رکھتا ہو گا وہ ہر محبوب چیز کو اللہ ہی کے لیے  
چاہے گا اور جو کسی محبوب چیز کو اللہ ہی کے لیے چاہتا ہے وہ کبھی یہ پسند نہیں  
کرتا کہ لوگ اسے جانیں (اس کا چہ چاہو)۔

(۷۱) نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا محبت کا ظہور تین خصلتوں  
کے ذریعے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اپنے محبوب کے کلام کو دوسروں کے کلام پر ترجیح دے۔  
دوسرے یہ کہ اپنے محبوب کی محبت وہم نشینی کو دوسروں کی ہم نشینی پر فوقیت دے۔ اور  
تیسرے یہ کہ اپنے محبوب کی خوشنودی کو دوسروں کی خوشنودی پر مقدم رکھے۔

عَنْ وَهَبِ بْنِ مُنْبِهِ الْيَمَانِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ الْحَرِيصُ  
فَقِيرٌ وَإِنْ كَانَ مَلِكَ الدُّنْيَا وَالْمُطِيعُ مُطَاعٌ وَإِنْ كَانَ مَمْلُوكًا  
وَالْقَانِعُ غَنِيٌّ وَإِنْ كَانَ جَالِعًا

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَعَ الْخَلْقِ لَدَّةٌ  
مَنْ عَرَفَ الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهَا رَغْبَةٌ وَمَنْ عَرَفَ عَدْلَ اللَّهِ

## تَعَالَى لَمْ يَتَقَدَّمْ إِلَيْهِ الْخُصَمَاءُ

(ترجمہ) : (۷۲) حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تورات میں مرقوم ہے حریص ہمیشہ نادار و مفلس ہی رہے گا۔ اگرچہ وہ دنیا کا بادشاہ ہو۔ حق کا اطاعت گزار سب کا مقتدا مانا جائے گا اگرچہ وہ غلام ہو۔ اور قناعت پسند تو نگروں میں شمار ہوگا اگرچہ بھوک کا مارا ہو۔

(۷۳) کسی بلند اقبال نے فرمایا جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگی اسے مخلوق سے کوئی سروکار نہ ہوگا (عرفان الہی کی لذت) اسے خلق کی طرف متوجہ ہی نہ ہونے دی گی) اور جو دنیا (اور مرغوبات دنیا) کو پہچان جائے اسے کبھی دنیا کی طرف رغبت نہ ہوگی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف سے واقف ہو جائے اس کے خلاف کوئی دعویٰ دار نہ ہوگا (کہ وہ نہ کسی پر زیادتی کرے گا نہ کوئی اس کے خلاف مدعی بنے گا)۔

عَنْ ذِي الثَّنُونِ الْمِصْرِيِّ كُلِّ خَائِفٍ هَارِبٍ وَكُلِّ رَاغِبٍ طَالِبٍ وَكُلِّ آئِسٍ بِاللَّهِ مُسْتَوْحِشٍ عَنْ نَفْسِهِ وَقَالَ الْعَارِفُ بِاللَّهِ أَسِيرٌ وَقَلْبُهُ بَصِيرٌ وَعَمَلُهُ لِلَّهِ كَثِيرٌ وَقَالَ الْعَارِفُ بِاللَّهِ تَعَالَى وَفِي وَقَلْبُهُ ذَكِيٌّ وَعَمَلُهُ لِلَّهِ ذَكِيٌّ

عَنْ بَنِ سُلَيْمَانَ الدَّارَانِيِّ أَنَّهُ قَالَ أَصْلُ كُلِّ خَيْرٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ الْخَوْفُ مِنَ اللَّهِ وَمِفْتَاحُ الدُّنْيَا الشُّبْحُ وَمِفْتَاحُ الْآخِرَةِ الْجَوْعُ

(ترجمہ) : (۷۴) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر خوف زدہ بھاگتا ہے۔ ہر طلب کار اپنے مقصد کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والا ہر شخص اپنے نفس سے وحشت زدہ ہو جاتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا عارف کی شان یہ ہے کہ وہ حکم الہی کا پابند ہو۔ اپنے پاروات قلب کا انکراں رہے۔ اور اعمال صالحہ اس کے بہ کثرت ہوں۔ اور یہ بھی آپ ہی کا فرمودہ

ہے کہ عارف باللہ ہر عہد کو سمجھاتا ہے۔ اس کا قلب حقائق کا منجینہ ہوتا ہے اور اس کے اعمال پاکیزہ ہوتے ہیں صرف خدا کے لیے۔  
(۷۵) حضرت ابن سلیمان داراتی کا ارشاد ہے کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی اصل خوف الہی ہے شکم سیر ہو کر کھانا دنیا طلبی کی کنجی ہے اور آخرت سنوارنے کا ذریعہ گرسنگی ہے (یعنی بھوکا رہنا)۔

قِيلَ الْعِبَادَةُ حِرْفَةٌ وَهَانُوا ثَمَّ الْخُلُوعُ وَرَأْسُ مَالِهَا التَّقْوَى  
وَرَجُّهَا الْجَنَّةُ قَالَ مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ أَحْسَنُ ثَلَاثًا بِثَلَاثٍ تَكُونُ  
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الْكِبَرُ بِالتَّوَضُّعِ وَالْحِرْصُ بِالقِنَاعَةِ وَالْحَسَدُ  
بِالتَّصْبِحَةِ

(ترجمہ): (۷۶) کسی بندہ حق آگاہ نے فرمایا ہے کہ اپنے رب کی بندگی و پرستش بھی ایک (قسم کا) پیشہ ہے (مگر دوسرے پیشوں سے بالکل نرالا۔ چنانچہ اس کی دکان خلوت گزینی و گوشہ تہائی ہے اس کا اصل سرمایہ خشیت و خوف الہی ہے۔ اور اس کا نفع جنت کی چمن آرائی ہے۔

(۷۷) حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کا مقابلہ تین چیزوں سے خوبصورتی (و حسن تدبیر) سے کرو۔ باکمال اہل ایمان میں شمار کئے جاؤ گے۔ کبر و نخوف کا مقابلہ انکساری و فروتنی سے۔ حرص و آرزو کا مقابلہ قناعت پسندی سے اور حسد و بغض کا مقابلہ نصیحت و خیر خواہی سے۔

تشریح: ۱۹۔ بعض اشخاص ایسے خبیث النفس اور بد طبیعت ہوتے ہیں کہ جب کسی بندہ خدا کو اپنے سے بہتر حالت میں پاتے ہیں تو ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جو شرف و بزرگی اور بندگان الہی میں تشخص و امتیاز اسے حاصل ہوا ہے وہ کسی طرح زائل ہو جائے۔ اور جو جاہ و منزلت اسے نصیب ہوئی ہے وہ جیسے بھی ہو اس سے بچھن جائے۔ اسی کا نام حسد ہے۔ اور یہ شریعت اسلامیہ میں سخت مذموم و قابل مذمت عادت ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو بتایا کہ جس جاہ و منزلت اور شرف و امتیاز

کو تم آنکھ بھر کر دیکھنا پسند نہیں کرتے اور دوسرے سے اس کے زوال کے خواہش مند ہو، ذرا یہ تو سوچو کہ اسے یہ جاہ و منزلت دینے والا اور اس رتبہ تک پہنچانے والا کون ہے۔ جواب صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ تو پھر تم کیوں آزرده خاطر اور طول و عمکین ہوتے ہو۔ اس سے حاصل تو تمہیں کچھ نہ ہوگا ہاں ہمیشہ خود ہی پراگندہ ذہن پراگندہ دامن اور پراگندہ روزی رہو گے۔ تمہارے دل میں سلگنے والی یہ چنگاری بھڑکتی رہے گی اور تمہارا جینا اجیرن کر دے گی۔ اور یہ شرارہ ہو سکتا ہے کہ مشتعل ہو کر شعلہ بن کر تمہارے نیک اعمال کو بھی خاکستر کر دے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بندگان خدا حسد سے دور بھاگو۔ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو (ابوداؤد) اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حسد ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلا شمد کو (وہیلی)۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حسد مذموم اور باعث محرومی ہے جب کہ غبط یعنی رشک جائز ہے۔ اور نیت حسن ہو تو محمود غبط کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کو جو نعمت ملی۔ اس کی آرزو کرنا کہ مجھے بھی مل جائے۔ یہ تمنا نہ ہو کہ اس دوسرے کو نہ ملتی۔ یا ملی ہے تو جاتی رہے۔ اگر دل کے کسی گوشہ میں یہ آرزو چلتی ہے تو پھر حسد ہے اور لائق نفرت عادت ۱۲



## باب الرباعي

رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي ذَرٍّ  
 الْغِفَارِيُّ يَا أَبَا ذَرٍّ جَدِّ السَّفِينَةِ فَإِنَّ الْبَحْرَ عَمِيقٌ وَخُدَّ الزَّادِ  
 كَامِلًا فَإِنَّ السَّفَرَ بَعِيدٌ وَخَفِيفِ الْحِمْلِ فَإِنَّ الْعَقَبَةَ كَوْدٌ  
 وَأَخْلِصِ الْعَمَلَ فَإِنَّ النَّاقِدَ بَصِيرٌ  
 وَقَالَ الشَّاعِرُ

فَرَضَ عَلَى النَّاسِ أَنْ يَتَوَبُوا  
 لَكِنَّ تَرَكَ الذُّنُوبَ أَوْجَبَتْ  
 وَالصَّبْرُ فِي النَّائِبَاتِ صَعَبٌ  
 لَكِنَّ قُوَّةَ التَّوَابِ أَصْعَبُ  
 وَالذَّمُّ فِي صَرْفِهِ عَجِيبٌ  
 لَكِنَّ غَفْلَةَ النَّاسِ أَعْجَبُ  
 وَكُلُّ مَا قَدْ يَجِيءُ قَرِيبٌ  
 وَلَكِنَّ الْمَوْتَ مِنْ ذَاكَ أَقْرَبُ



## چار نکتوں کا بیان

الفاظ و معانی : السفينة كشتي، جہاز عمیق گہرا، پایاب، الحامل رخت سفر، سامان۔ العقبۃ گھائی، پہاڑوں کے درمیان تنگ راستہ۔ كوء دوشوار گزار۔ النقاد پر کھنے والا، کھوٹے کھرے کو چاٹنے والا۔ بصیر صاحب بصیرت دانا و بینا۔

ترجمہ : (۷۸) مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک روز حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ۔ ”اے ابو ذر کشتی کی اچھی طرح دیکھ بھال کر لو کیونکہ سمندر بہت گہرا ہے۔ اور زاد راہ پوری توجہ سے اپنے ساتھ رکھو کہ سفر دور دراز کا ہے اور رخت سفر ہلکا پھلکا (بقدر ضرورت) ساتھ لو کہ گھائی دوشوار گزار ہے۔ اور اپنے ہر کام میں خلوص قلب کو اپناؤ کیونکہ پر کھنے والا دانا و بینا ہے۔ (ارشاد مبارک کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت کے مابین عالم برزخ سے بھی آدمی کو گزرنا ہے۔ اور سب سے پہلے منکر نکیر سے واسطہ پڑنا ہے تو عقل مند وہ ہے جو ما بعد الموت کے لیے پہلے ہی سے اعمال حسنة کا ذخیرہ کرنے کی فکر میں رہے۔ یہی زاد راہ ہے اور یہی متاع آخرت یہی رخت سفر ہے۔ اور اسی پر نجات آخرت کا مدار اور اعمال حسنة اسی وقت قابل قبول ہوں گے جب انہیں خوش دلی اور خلوص قلبی سے محض رضائے الہی کی نیت سے انجام دیا جائے۔)

کسی شاعر نے کیا خوب مضمون باندھا ہے کہ۔  
ہر گناہ سے توبہ کرنا، لوگوں پر فرض ہے لیکن گناہوں سے باز رہنا، اس سے بہتر و برتر ہے۔ مصیبتوں پر صبر کرنا، نفس پر بڑا شاق ہے مگر (بے صبری کے باعث) ثواب سے محرومی اس سے بڑھ کر ناگوار ہے۔ زمانے کی نیرنگیاں عجیب حیرت انگیز ہیں۔ مگر لوگوں کا خواب غفلت میں پڑا رہنا، اس سے زیادہ تعجب خیز ہے ہر ہونے والی بات قریب ہے (ہو کر رہے)

گی مگر موت سب سے زیادہ قریب ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ أَرْبَعَةٌ حَسَنٌ وَلَكِنَّ أَرْبَعَةً مِنْهَا أَحْسَنُ  
الْحَيَاءُ مِنَ الرِّجَالِ حَسَنٌ وَلَكِنَّهُ مِنَ الْمَرْأَةِ أَحْسَنُ  
وَالْعَدْلُ مِنْ كُلِّ أَحَدٍ حَسَنٌ وَلَكِنَّهُ مِنَ الْأَمْوَاءِ أَحْسَنُ  
وَالْتُوبَةُ مِنَ الشَّيْخِ حَسَنٌ وَلَكِنَّهُ مِنَ الشَّبَابِ أَحْسَنُ  
وَالْجُودُ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ حَسَنٌ وَلَكِنَّهُ مِنَ الْفُقَرَاءِ أَحْسَنُ

(ترجمہ) : (۷۹) کسی مرد موہن کا فرمانا ہے کہ چار چیزیں بڑی اچھی ہیں، لیکن چار چیزیں ان سے بھی اچھی ہیں۔ (۱) شرم و حیا مردوں میں پائی جائے تو قابل تعریف ہے۔ لیکن عورتوں میں پائی جائے تو اور زیادہ قابل تعریف ہے۔ (۲) انصاف و داد رسی لائق تحسین عادت ہے لیکن حکام میں اس کا پایا جانا اور بھی زیادہ لائق تحسین ہے (۳) بڑھاپے کے حدود میں داخل ہو جانے والا اگر گناہوں پر نادم ہو کر توبہ و استغفار کرے تو ستائش کے قابل ہے لیکن جوان العمر آدمی اپنی نوجوانی میں اپنے اعمال پر شرمسار ہو تو اور بھی زیادہ ستائش کے قابل ہے۔ (۴) اہل حاجت کی حاجت روائی تعریف کے لائق ایک خصلت ہے، جب کہ فراخ دستوں اور تو کمروں میں پائی جائے۔ لیکن یہی خصلت اگر ناداروں، تنگ دستوں میں موجود ہو تو اور بھی زیادہ تعریف کی خصلت ہے۔

**تشریح :** ۷۹۔ شرم و حیا انسان کو ودیعت فرمائے گئے اوصاف میں وہ ایک فطری صفت ہے جو اپنے دامن میں بہت سی اخلاقی خوبیاں سمیٹے ہوئے ہیں۔ عفت و پاکبازی یہ سکھائے، دوسروں کے عیبوں کی جستجو سے یہ بچائے، راہ راست اور طریقہ حق پر چلانا سکھائے، بد کرداریوں اور بے ہودگیوں سے بچھڑائے، غیروں کے دلوں میں محبت و الفت کا پودا یہ لگائے۔ بیگانوں کو اپنا یہ بنائے۔ حقداروں کے جائز حقوق یہ دلائے اور حق توبہ ہے کہ خدا والوں کا محبوب اور خدا و رسول کی بارگاہوں میں مقبول یہ ٹھہرائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ آدمی بے حیائی پر اتر آئے تو سب کچھ کر گزرتا ہے۔ اور

شرم و حیا کا دامن تھامے رہے تو ہر بے ہودگی و بکروی سے بچا رہتا ہے۔ ۱۲

۹۱۔ یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں عدل و انصاف کی ضرورت ہے لیکن یہ ضرورت اور

شدید ہو جاتی ہے جب کسی حاکم و فرمانروا کے سامنے کسی مقدمہ کی پیشی ہو۔ حکام پر لازم

ہے کہ عدالتی معاملات میں عدل و انصاف کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔ یونہی کسی گناہ کے سرزد

ہو جانے پر نام ہوتا اور آئندہ کے لیے اس سے باز رہنے کا عزم بالجزم کر لینا بوجھوں پر

بھی لازم ہے اور جوانوں پر بھی۔ مگر یہ فعل حسین تر مانا جاتا ہے بارگاہ خداوندی میں جب

کہ کسی جوان سے صادر ہو۔ اسی طرح حاکمتمندوں کے کام آتا بڑا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

اہل ثروت اسے اختیار کریں خواہ خود اہل ضرورت لیکن اہل ضرورت دوسروں کے کام

آئیں۔ یہ اور بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ حدیث سے ثابت اس کا ایک درہم اس کے ایک

لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ أَرْبَعَةٌ قَبِيحٌ لَكِنَّ أَرْبَعَةً مِمَّا أَفْبَحُ الرَّئِيسُ

مِنَ الشَّابِّ قَبِيحٌ وَمِنَ الشَّيْخِ أَفْبَحُ وَالِإِشْتِغَالُ بِالدُّنْيَا مِنَ

الْجَاهِلِ قَبِيحٌ وَمِنَ الْعَالِمِ أَفْبَحُ وَالتَّكْشُلُ فِي الطَّاعَةِ مِنَ

جَمِيعِ النَّاسِ قَبِيحٌ وَمِنَ الْعُلَمَاءِ وَالطَّلَبَةِ أَفْبَحُ وَالتَّكْبُرُ مِنَ

الْأَغْنِيَاءِ قَبِيحٌ وَمِنَ الْفُقَرَاءِ أَفْبَحُ

(ترجمہ) : (۸۰) کسی بافراست نے کہا ہے کہ چار خصلتیں بری ہیں، لیکن کسی

خصلتیں کچھ اور لوگوں میں پائی جائیں تو اور زیادہ بری بنی جاتی ہیں۔ گناہ

نوجوان آدمی سے سرزد ہو تو بے شک برا ہے۔ لیکن گئے گزرے بوجھے آدمی

سے سرزد ہو تو اور بھی زیادہ برا ہے۔ دنیا طلبی میں جاہل کا مشغول رہنا بھی بری

بات ہے لیکن اس سے زیادہ بری بات یہ ہے کہ اہل علم (احوال دنیا سے

واقف کار) اس میں منہمک ہو جائے۔ اطاعت حق (اور خدا و رسول کے احکام

کی بجا آری) سے غفلت و سستی برتا، بڑی معیوب بات ہے لیکن علماء اور طلبہ میں یہ عیب ہو تو اور بھی زیادہ معیوب ہو جاتا ہے۔ تکبر و خوداری اور غرور و نخوت اہل ثروت میں وجود ہو تو بلاشبہ مذموم ہے۔ لیکن ناداروں اور فاقہ مستوں سے رونما ہو تو اور بھی زیادہ قابلِ مذمت ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْكَوَاكِبُ أَمَانٌ لِأَهْلِ السَّمَاءِ  
فَإِذَا تَشَرَّتْ كَانَ الْقَضَاءُ عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ وَأَهْلِ بَيْتِي أَمَانٌ  
لِأُمَّتِي فَإِذَا زَالَ أَهْلُ بَيْتِي كَانَ الْقَضَاءُ عَلَى أُمَّتِي وَإِنَّا أَمَانٌ  
لِأَصْحَابِي - فَإِذَا ذَهَبَتْ كَانَ الْقَضَاءُ عَلَى أَصْحَابِي  
وَالْجِبَالُ أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ فَإِذَا ذَهَبَتْ كَانَ الْقَضَاءُ عَلَى  
أَهْلِ الْأَرْضِ

(ترجمہ) : (۸۱) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ ستارے آسمان والوں کے لیے امان (امن و سلامتی کے باعث) ہیں۔ جب وہ بکھر جائیں گے (پہلی بار صورت پھونکنے کے وقت۔ اور تمام کائنات میں پھیل بیچ جائے گی) تو آسمان والوں کا بھی (بقضائے الہی) فیصلہ ہو جائے گا۔ میرے اہل بیت (آل وازواج) میری امت کے لیے امان (وجہ امن و سلامتی) ہیں جب میرے اہل بیت نہ رہیں گے تو میری امت ان مشکلات میں مبتلا ہوگی جو بہ تقدیر خداوندی مقدر ہو چکے ہیں اور میں اپنے صحابہ باصفا کے لیے امان (امن و سلامتی کا موجب) ہوں۔ جب میں تشریف فرما نہ رہوں گا تو صحابہ کو ان امور سے سابقہ پڑے گا جو ازل ہی سے لکھے جا چکے ہیں۔ یعنی گمراہوں کا ظہور اور کافروں کا تسلط اور یہ پہاڑ زمین والوں کے لیے پناہ و امن و سلامتی کی علامت ہیں۔ جب یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو اہل زمین کا بھی فیصلہ ہو جائے گا (سب ختم ہو جائیں گے)۔

۹۲۔ یاد رکھنا چاہیے کہ آل اور اہل دونوں لفظ ایک ہی ہیں۔ اور دلیل تشریح : اس کی یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اسمیل آتی ہے اور تصغیر کی بناء اصل

حروف پر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اس کا استعمال ازواج کے لیے بھی آیا ہے۔ جملہ بنو ہاشم کے لیے بھی آیا ہے۔ جن پر صدقہ حرام ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد کہ ”صدقہ محمد اور آل محمد کو حلال نہیں“ اور حضور ﷺ کی ذریت کے لیے بھی اس کا استعمال وارد ہے۔ غرض اہل بیت میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات، اہمات المؤمنین، خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء، علی المرتضیٰ اور حسین کریمین رضی اللہ عنہم سب داخل ہیں۔ آیات و احادیث کے تیج اور ان کے جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی مذہب حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اور فروع عقائد میں ہم حنفی ان کے تیج ہیں۔

اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بہت ہیں یہی فضیلت کیا کم ہے کہ وہ امت مرحومہ کے لیے امان و پناہ ہیں جب کہ قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے رجس و ناپاکی کو دور فرمایا اور انہیں خوب پاک کیا۔ اور جو چیز ان کے مرتبہ کے لائق اور شایان شان نہیں اس سے ان کے پروردگار نے انہیں محفوظ رکھا۔ اور حدیث شریف میں فرمایا کہ اہل بیت نبی کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے کہ جو اس میں سوار ہو۔ اس نے نجات پائی اور جو اس سے کترایا وہ ہلاکت و بربادی میں پڑا۔ اہل بیت کرام مقتدایان اہل سنت ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے وہ خود بھی مردود اور اس کے تمام اعمال بھی مردود ان سے محبت نہ رکھنا خارجیوں کا شیوہ ہے۔

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ أَرْبَعَةٌ بِسَامِعِهَا بَارِبَعَةَ تَمَامِ  
الصَّلَاةِ بِسُجْدَتِي السَّهْوِ وَالصَّوْمِ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالْحَجِّ  
بِالْفِدْيَةِ وَالْإِيمَانِ بِالْجِهَادِ

(ترجمہ) : (۸۲) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ چار

چیزیں ایسی ہیں (جن میں) نقص پیدا ہو جائے تو اس کی تطہیر اور ان کے

نقصان کی تکمیل دوسری چار چیزوں سے ہو جاتی ہے۔ نماز (میں نقصان) کی تکمیل دو مرتبہ سجدہ سہو کر لینے سے، روزے کی تکمیل صدقہ فطر کی ادائیگی سے، حج (کے مناسک کی ادائیگی میں کوئی نقصان رونما ہو جائے تو اس نقصان) کی طافی فدیہ سے اور ایمان کی تکمیل راہ موئی میں جہاد کرنے سے ہو جاتی ہے۔

**تشریح :** ۹۳۔ مسئلہ : واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی طافی و اصلاح کے لیے سجدہ سہو واجب ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ التعمات کے بعد وہی طرف سلام پھیر کر، دو سجدے کرے، پھر تشهد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ واجب کی تاخیر کسی فرض کی تقدیم یا تاخیر یا اس کو مکرر کرنا یا واجب میں تغیر، یہ سب بھی ترک واجب ہیں۔ اور ان میں سے کوئی چیز نماز میں پائی جائے تو سجدہ سہو لازم ہے (عادہ کتب)۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْمُبَارَكِ مَنْ صَلَّى كُلَّ يَوْمٍ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً  
فَقَدْ آدَى حَقَّ الصَّلَاةِ وَمَنْ صَامَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَقَدْ آدَى  
حَقَّ الصِّيَامِ وَمَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ آيَةٍ فَقَدْ آدَى حَقَّ الْقِرَاءَةِ  
وَمَنْ تَصَدَّقَ فِي جُمُعَةٍ بِلِذْهِمْ فَقَدْ آدَى حَقَّ الصَّدَقَةِ

(ترجمہ) : (۸۳) حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہما کا ارشاد مبارک ہے کہ جس نے ہر شب و روز میں بارہ رکعتیں ۹۳۔ سنن متوکدہ کی پڑھیں اس نے نماز کا حق ادا کر دیا۔ اور جس نے ہر ماہ ۹۵۔ (اسلامی) میں تین روزے رکھنے کی عادت ڈالی اس نے روزوں کا حق ادا کر دیا اور جس نے روزانہ قرآن کریم کی سو آیات کریمہ تلاوت ۹۶۔ کیں اس نے قرأت قرآن کا حق ادا کر دیا۔ اور جس نے ہر جمعہ کو ایک درہم چاندی (تقریباً ساڑھے چار آنے بھر) یا اس کی قیمت (راہ موئی میں صرف کر دی اس نے صدقہ و خیرات کا حق ادا کر دیا۔

تشریح : ۹۴۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جو مسلمان بندہ اللہ کے لیے ہر روز، فرض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد، دو بعد مغرب اور دو بعد عشاء اور دو قبل نماز فجر (ترمذی)۔

۹۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مہینے میں تین دن کے روزے ایسے ہیں جیسے صوم الدھر یعنی بیٹھ کا روزہ (بخاری و مسلم) اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ جب مہینے میں تین روزے رکھنے ہوں تو تیرہ، چودہ، پندرہ کو رکھو (ترمذی) علماء فرماتے ہیں ہر مہینے میں تین روزے مستحب ہیں۔ خصوصاً ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کے۔

۹۶۔ قرأت سے متعلق چند ضروری مسائل ذہن نشین رہنے چاہئیں۔

۱۔ قرأت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کئے جائیں کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے۔

۲۔ آہستہ پڑھنے میں کم از کم اتنی آواز ہونا ضرور ہے کہ خود سن سکے۔ اور اس کے لیے زبان و لب کو حرکت دینا لازم ہوگا۔ محض پڑھنے کے تصور کا نام (کہ ہونٹ بند رہیں اور زبان خاموش) قرأت نہیں۔ نہ اس پر ثواب ملے۔ نہ اس طرح نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو۔ بلکہ جن معاملات میں نطق کو دخل ہے یعنی جس جگہ کچھ پڑھنا یا کہنا مقرر کیا گیا ہے، اس سے مقصد یہی ہے کہ اس میں اتنی آواز ضرور ہو کہ اگر کوئی مانع مثلاً نقل سماعت (بہرا پن) یا شور و غل نہ ہو تو خود سن سکے۔ مثلاً جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا یا طلاق دینا وغیرہ۔

۳۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا، زبانی پڑھنے سے افضل ہے کہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا اور ہاتھ سے اس کا چھونا بھی اور یہ سب عبادت ہیں۔

۴۔ جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے جب کہ وہ مجمع سننے کی غرض سے حاضر ہو۔ ورنہ ایک کا سننا کافی ہے اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔

۵۔ مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں یہ حرام ہے اکثر تیجوں یا قرآن خوانی کی محفلوں میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ یہ گناہ بے لذت ہے۔

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْبُحُورُ أَرْبَعَةٌ الْهَوَىٰ بِحُرِّ الذُّنُوبِ وَالنَّفْسِ بِحُرِّ الشَّهَوَاتِ وَالْمَوْتُ بِهَرِّ الْأَعْمَارِ وَالْقَبْرُ بِحُرِّ التَّدَامَاتِ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَدْتُ حَلَاوَةَ الْعِبَادَةِ فِي أَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ أَوْلَاهَا فِي إِدَاءِ فَرَائِضِ اللَّهِ وَالشَّانِي فِي اجْتِنَابِ مَحَارِمِ اللَّهِ وَالثَّلَاثُ فِي الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ ابْتِغَاءَ ثَوَابِ اللَّهِ وَالرَّابِعُ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ اتِّقَاءَ غَضَبِ اللَّهِ

(ترجمہ) : (۸۴) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سمندر چار ہیں۔ ایک خواہشاتِ شیطانی یہ گناہوں کا سمندر ہے۔ دوسرا نفسِ انسانی یہ آرزوؤں اور تمنائوں کا سمندر ہے۔ تیسرا موت یہ زندگیوں کا سمندر ہے اور چوتھا قبر یہ پشیمانوں کا سمندر ہے۔

تشریح : آدمی اپنی خواہشات ۹۷ کا غلام ہو کر اپنی آرزوؤں کی تکمیل میں مستغرق رہتا ہے اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا یہاں تک کہ زندگی ختم ہو جاتی اور قبر کی منزل آجاتی ہے۔ اس وقت کی پشیمانیوں سود مند نہیں ہوتیں کہ وہ تو سمندر میں غرق ہو گئیں۔ اور اب تک دردِ لاحقہ حاصل ہے۔

وَقَالَ أَيضًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرْبَعَةٌ ظَاهِرَةٌ مِنْ فَضِيلَةٍ وَبَاطِنَةٌ فَرِيضَةٌ مَخَالِطَةُ الصَّالِحِينَ فَضِيلَةٌ وَالْإِقْتِدَاءُ بِهِمْ فَرِيضَةٌ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ فَضِيلَةٌ وَالْعَمَلُ بِهِ فَرِيضَةٌ وَزِيَارَةُ الْقُبُورِ فَضِيلَةٌ وَالِاسْتِعْدَادُ لَهَا فَرِيضَةٌ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ فَضِيلَةٌ وَاتِّحَادُ الْوَصِيَّةِ مِنْهُ فَرِيضَةٌ

(ترجمہ) : (۸۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بندگی کی شیرینی



اور مٹھاس چار چیزوں میں پائی۔ اللہ تعالیٰ کے فرائض و واجبات کی بجا آری  
 خدائے بزرگ و برتر کے ممنوعات و محرمات سے اجتناب و دوری لوگوں کو نیک  
 کاموں کا حکم دینا بہ نیت ثواب طلبی اور برائیوں سے باز رکھنا۔ بہ خیال غضب  
 خداوندی (کہ امر بالمعروف پر صلہ مرحمت فرمائے اور نہی عن المنکر کے باعث  
 اپنے مواخذہ و عتاب سے بچائے) نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں ایسی  
 ہیں جو بظاہر فضیلت و اجر کی موجب ہیں اور بہ باطن فرض کے مرتبہ میں ہیں۔  
 بندگان صالحین یعنی نیکو کاروں سے ربط و ضبط رکھنا کار خیر ہے مگر ان کا اتباع اور  
 ان کے نقش قدم پر چلنا بمنزلہ فرض ہے۔ قرآن کی تلاوت کار ثواب ہے مگر  
 اس کے احکام کی تعمیل فرض یقینی ہے۔ زیارت قبور مستحب ہے مگر قبر کے لیے  
 تیاری کرنا لازمی ہے اور بیمار کی مزاج پر سی فضیلت کی باعث ہے مگر بیمار کی  
 وصیت جائزہ کو رو بکار لانا اور اس پر عمل کرنا ایک ملی فریضہ ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ مَنْ اشْتَقَّ إِلَى الْجَنَّةِ سَارَعَ إِلَى  
 الْخَيْرَاتِ وَمَنْ أَشْفَقَ مِنَ النَّارِ انْتَهَى عَنِ الشَّهَوَاتِ وَمَنْ  
 يَتَّقِنَ بِالْمَوْتِ انْهَدَمَتْ عَلَيْهِ اللَّذَاتُ وَمَنْ عَرَفَ الدُّنْيَا  
 هَانَتْ عَلَيْهِ الْمُصِيبَاتُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ  
 الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ وَالصَّمْتُ أَفْضَلُ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ  
 غَضَبَ الرَّبِّ وَالصَّمْتُ أَفْضَلُ

(ترجمہ) : (۸۶) حضرت علی مرتضیٰ رضي الله عنه سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جسے  
 جنت کا اشتیاق واقعی ہو گا وہ ہمیشہ نیک اعمال کی طرف سبقت کرے گا۔ اور  
 جسے عذاب دوزخ کا خوف لاحق ہو گا وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہے گا۔  
 اور جسے یقین ہو گا کہ موت ضرور آتی ہے اس کی تمنائیں خود بخود ختم ہو جاتی  
 ہیں اور جو دنیا کی حقیقت سے واقف ہو گا دنیا میں پیش آنے والے حادثے اس  
 پر آسان ہو جاتے ہیں۔

(۸۷) نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا نماز دین کا ستون ہے لیکن خاموشی میں بڑی فضیلت ہے۔ صدقہ و خیرات غضب الہی کو بجھاتا ہے مگر خاموش رہنا بڑی اچھی عادت ہے۔

وَالصَّوْمُ جَنَّةٌ مِنَ النَّارِ وَالصَّوْمُ أَفْضَلُ وَالْجِهَادُ سِنَانُ  
الدِّينِ وَالصَّوْمُ أَفْضَلُ قِيلَ أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى نَبِيِّهِ مِنَ  
الْأَنْبِيَاءِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَقَالَ صَمْتُكَ عَنِ الْبَاطِلِ لِي صَوْمٌ  
وَحِفْظُكَ الْجَوَارِحِ عَنِ الْمَحَارِمِ لِي صَلَوةٌ وَأَيَّاسُكَ عَنِ  
الْخَلْقِ لِي صَدَقَةٌ وَكَفْكَ الْأَذَى عَنِ الْمُسْلِمِينَ لِي جِهَادٌ

(ترجمہ) : روزہ عذاب دوزخ سے حفاظت کی ایک ڈھال ہے مگر خاموشی اختیار کرنا بہترین خصلت ہے۔ جمادو قتال، دین کا کوہان (والا مرتبت اعلیٰ فریضہ ملت) ہے مگر خاموشی نفسِ عبادت ہے۔ (یعنی لایعنی باتوں سے گریز کرنا اپنے اندر اسلام کے اعلیٰ فرائض کی خاصیت رکھتا ہے۔ مسلمان اسے لازم کر لیں)۔

(۸۸) کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل میں سے کسی نبی پر وحی نازل کی کہ اے میرے نبی بے فائدہ گفتگو کی بجائے میری خاطر تمہارا خاموش رہنا روزہ کی جگہ ہے اور اپنے اعضائے بدن کو میری وجہ سے حرام کاموں سے بچائے رکھنا، گویا نماز پڑھنا ہے۔ اور خلق سے مستغنی و بے نیاز ہو کر رہنا میرے حکم کی تعمیل کے باعث یہ صدقہ دینے کے برابر ہے۔ اور میرے ارشاد کے بموجب مسلمان کو ایذا رسانی سے باز رہنا یہ گویا جماد کے قائم مقام ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَرْبَعَةٌ مِنْ ظُلْمَةِ الْقَلْبِ بَطْنٌ  
شَبَعَانٌ مِنْ غَيْرِ مَبَالَاةٍ وَصُحْبَةُ الظَّالِمِينَ وَنِسْيَانُ الذُّنُوبِ  
الْمَاضِيَةِ وَطُولُ الْأَمَلِ وَأَرْبَعَةٌ مِنْ نُورِ الْقَلْبِ بَطْنٌ جَائِعٌ مِنْ  
حَذْرِ وَصُحْبَةِ الصَّالِحِينَ وَحِفْظُ الذُّنُوبِ الْمَاضِيَةِ وَقِصْرُ  
الْأَمَلِ

(ترجمہ) : (۸۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار باتیں دل کی تاریکی سے پیدا ہوتی ہیں بے تحاشا کھاپی کر پیٹ بھرنا، ظالموں (بد مذہبوں) فاسقوں (فاجروں) کی ہم نشینی اختیار کرنا۔ اپنے گزشتہ گناہوں کو فراموش کر دینا اور بڑی بڑی امیدیں پالنا۔

اور چار چیزیں ایسی ہیں جو روشن ضمیری کی پیداوار ہیں۔ مواخذہ و حساب کے خوف سے بھوکے پیٹ رہنا، خدا کے نیک بندوں کا ہتھکین بننا، جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں انہیں یاد رکھنا (ان پر نادم و پشیمان ہو کر توبہ و استغفار میں مصروف رہنا) اور اپنی آرزوؤں کو مختصر و کوتاہ تر کر دینا۔

عَنْ حَاتِمِ بْنِ الْأَصَمِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَنَّهُ قَالَ مَنْ ادَّعَى  
أَرْبَعَةَ بِلَا أَرْبَعَةٍ فَدَعَاؤُهُ كِذْبٌ مَنْ ادَّعَى حُبَّ اللَّهِ وَلَمْ يَنْتَه  
عَنْ مَحَارِمِ اللَّهِ تَعَالَى فَدَعَاؤُهُ كِذْبٌ وَمَنْ ادَّعَى حُبَّ النَّبِيِّ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَرِهَ الْفُقَرَاءَ وَالْمَسَاكِينَ فَدَعَاؤُهُ كِذْبٌ وَمَنْ  
ادَّعَى حُبَّ الْجَنَّةِ وَلَمْ يَتَصَدَّقْ فَدَعَاؤُهُ كِذْبٌ وَمَنْ ادَّعَى  
خَوْفَ النَّارِ وَلَمْ يَنْتَه عَنِ الذُّنُوبِ فَدَعَاؤُهُ كِذْبٌ

(ترجمہ) : (۹۰) حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس نے چار چیزوں کا دعویٰ کیا چار چیزوں کے بغیر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ چنانچہ جو شخص محبت الہی ۹۸ کا مدعی ہو مگر گناہوں سے باز نہ آئے وہ مدعی کاذب ہے۔ اور جو شخص محبت رسول کا دعویٰ دار ہو اور فقیروں مسکینوں کو خاطر میں نہ لائے (ان پر زبان طعن کھولے) ان سے نفرت کا اظہار کرے) وہ جھوٹا دعویٰ دار ہے۔ اور جسے جنت سے محبت کا دعویٰ ہو مگر راہ حق میں صدقہ و خیرات نہ کرے، اس کا دعویٰ جھوٹا ہے اور جو عذاب و دوزخ سے ڈرنے کا دعویٰ کرے مگر نافرمانیاں نہ چھوڑے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے (اور یہ سب اس لیے جھوٹے ہیں کہ ان کے قول فعل کردار و گفتار میں موافقت نہیں)۔

تشریح : ۹۸۔ محبت نام ہے اس علاقہ قلبی یا دلی تعلق کا جو کسی جانب پیدا ہو جائے۔ اس میں ارادہ کا شامل رہنا ضروری ہے یہی ارادہ اس تعلق کو قوی بناتا ہے۔ اور تعلق و علاقہ قلبی میں کشش پیدا کرتا ہے اور جس طرح بہتا ہوا پانی خود بہ خود نشیب میں جاتا ہے اسی طرح یہ کشش محب کو محبوب کی طرف رواں دواں لے جاتی ہے۔ پھر دل میں سوزش پیدا ہوتی ہے اور ہر وقت ایک تپش سی دل میں رہتی ہے اور محبت کا اثر دل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے اور عالم اب محب کا یہ ہوتا ہے کہ محبوب ہی کا تصور دماغ میں رہتا ہے۔ اور محبوب ہی کی محبت دل پر حکمراں بن جاتی ہے اور وصال و وصل محبوب کی تدابیر ہی میں اس کے شب و روز بسر ہوتے ہیں۔ اور محبوب کے سوا دوسرے تمام تعلقات تفکرات تصورات منقطع ہو جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ کسی محبت کے مدعی کو ان امور میں مشغولیت ہوگی تو خدا اور رسول کے احکام کی مکمل طور پر بجا آری ہی اس کی زندگی کی متاع عزیز ہوگی تو ان کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان کی راہ میں بڑھنے والوں ان کی چاہ میں فقر و مسکنت کی وادیوں سے گزرنے والوں کی طرف سے کسی بد نگاہی و سوء ادبی کا خیال بھی ان کے دلوں میں نہیں سما سکتا یہ فقراء و مساکین وہی خاکساران جہاں ہیں جن کے لیے کہا گیا ہے کہ

خاکساران جہاں را بہ حقارت مگر  
توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَالَ عَلَامَةُ  
السُّعَادَةِ أَرْبَعَةٌ نِسْيَانُ الذُّنُوبِ الْمَاضِيَةِ وَهِيَ عِنْدَ اللَّهِ  
مَحْفُوظَةٌ وَذِكْرُ الْحَسَنَاتِ الْمَاضِيَةِ وَلَا يَدْرِي أَقْبَلْتُ أَمْ  
رُدَّتْ وَنَظَرُهُ إِلَى مَنْ فَوْقَهُ فِي الدُّنْيَا وَنَظَرُهُ إِلَى مَنْ دُونَهُ فِي  
الدِّينِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَرَدْتُهُ وَلَمْ يُرِدْنِي فَتَرَكْتُهُ وَعَلَامَةُ  
السُّعَادَةِ أَرْبَعَةٌ ذِكْرُ الذُّنُوبِ الْمَاضِيَةِ وَنِسْيَانُ الْحَسَنَاتِ  
الْمَاضِيَةِ وَنَظَرُهُ إِلَى مَنْ فَوْقَهُ فِي الدِّينِ وَنَظَرُهُ إِلَى مَنْ دُونَهُ

## فِي الدُّنْيَا

(ترجمہ) : حضور پر نور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بد نصیبی کی چار نشانیاں

ہیں۔

اپنے پچھلے کرتوتوں کو بھلا دینا، حالانکہ وہ سب (اعمال نامہ میں مذکور) اللہ کے یہاں محفوظ ہیں۔ اپنی نام نہاد گزری ہوئی نیکیوں کو یاد رکھنا (اور ان پر اترانا) حالانکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ قبول ہوئیں یا رد کر دی گئیں دنیوی معاملات میں اپنے سے برتر لوگوں پر نظریں گاڑنا اور دینی پیش قدمی میں اپنے سے فروتر پر نگاہیں ڈالنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اسے اپنا بنانا چاہا لیکن اس نے مجھے نہ چاہا لہذا میں نے اسے نظر انداز کر دیا اور خوش نصیبی و نیک بختی کی بھی چار نشانیاں ہیں۔ اپنی ناکردنیوں پر نگاہ رکھنا، گزشتہ نیکیوں کو فراموش کر دینا۔ دینی امور میں اپنے سے زیادہ دیندار کو اپنی نگاہوں میں رکھنا اور دنیوی معاملات میں اپنے سے فروتر کو دیکھنا۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ أَنَّ شَعَائِرَ الْإِيمَانِ أَرْبَعَةٌ التَّقْوَى  
وَالْحَيَاءُ وَالشُّكْرُ وَالصَّبْرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الْأُمَمَاتُ  
أَرْبَعٌ أُمَّ الْأَوْدِيَةِ وَأُمَّ الْأَدَابِ وَأُمَّ الْعِبَادَاتِ وَأُمَّ الْأَمَانِي فَأُمَّ  
الْأَوْدِيَةِ قِلَّةُ الْعَقْلِ وَأُمَّ الْأَدَابِ قِلَّةُ الْكَلَامِ وَأُمَّ الْعِبَادَاتِ قِلَّةُ  
الدُّنُوبِ وَأُمَّ الْأَمَانِي الصَّبْرُ

(ترجمہ) : (۹۲) کسی خوش بخت نے کہا ہے کہ چار چیزیں کمال ایمان کی شناخت

و دلیل ہیں پرہیزگاری، شرمساری، شکرگزاری اور ثابت قدمی۔

(۹۳) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ چار چیزیں (دوسری چار چیزوں کے لیے)

مان (بطور یعنی اصل اور ان کی جان) ہیں دواؤں کی اصل پسندیدہ اطوار کی اصل عبادتوں

کی اصل اور آرزوؤں کی اصل دواؤں کی جان کم خوری ہے۔ پسندیدہ عادات کی جان کم

گوئی ہے۔ بندگی و عبادت کی جان گناہوں سے دوری ہے اور آرزوؤں کی جان ان کے

حاصل نہ ہونے پر صبر و ثابت قدمی ہے۔ (تو جس کے یہ انداز و اطوار ہوں سمجھنا چاہیے

کہ اسے بہت کچھ میسر ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرْبَعَةٌ جَوَاهِرُ فِي جِسْمِ بَنِي آدَمَ يُزِيلُهَا  
أَرْبَعَةٌ أَشْيَاءُ أَمَّا الْجَوَاهِرُ فَالْعَقْلُ وَالدِّينُ وَالْحَيَاءُ وَالْعَمَلُ  
الصَّالِحُ فَالْغَضَبُ يُزِيلُ الْعَقْلَ وَالْحَسَدُ يُزِيلُ الدِّينَ  
وَالطَّمَعُ يُزِيلُ الْحَيَاءَ وَالْغَيْبَةُ تُزِيلُ الْعَمَلَ الصَّالِحَ

(ترجمہ) : (۹۴) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسم انسانی میں چار  
پیش بہا جو ہر ہیں اور ان جوہروں کو دوسری چار چیزیں تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔  
چار جوہر تو یہ ہیں عقل، دین، حیا و شرم اور نیک عمل (اور ان جوہر کو برباد  
و ناقص کر دینے والی چار چیزیں ہیں۔ غصہ، حسد، طمع اور غیبت) غصہ عقل کو  
زائل کر دیتا ہے۔ حسد دین کو تباہ کر دیتا ہے طمع حیا کو برباد کر ڈالتی ہے اور  
غیبت ۹۹۔ عمل صالح کو بگاڑ دیتی ہے۔

**تشریح :** ۹۹۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو  
اس کی بدبو کے باعث فرشتہ ایک میل مسافت تک اس سے دور ہو جاتا  
ہے (ترمذی) اسی طرح ایک بدبو کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ یہ ان کے منہ  
کی سڑاؤ ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ اور ہمیں جو جھوٹ یا غیبت کی بدبو  
محسوس نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس سے مالوف و مانوس ہو گئے ہیں۔ ہماری ناکیں  
اس سے بھری ہوئی ہیں۔ جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں جو رہتا ہے اسے اس کی بدبو  
سے ایذا نہیں ہوتی۔ دوسرا آئے تو اس سے ناک نہ رکھی جائے (رد المحتار)۔

مسلمان اس نفس فائدے کو یاد رکھیں اور اپنے رب عزوجل سے ڈریں۔ جھوٹ  
اور غیبت کو ترک کریں کہ یہ معنوی نجاستیں ہیں۔ کیا معاذ اللہ منہ سے پاخانہ نکلنا کسی کو  
پسند ہو گا باطن کی ناک کھلے تو معلوم ہو کہ جھوٹ اور غیبت پاخانہ سے بدتر سڑاؤ ہے۔

شریعت مطہرہ کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد خواہ عورت کی عزت  
و آبرو محفوظ رہے اور ان کے باہمی تعلقات خوشگوار رہیں۔ اسی بنیاد پر شریعت نے ان

تمام بد اخلاقیوں کو جن کے باعث تعلقات میں ناخوشگوارى پیدا ہو اور اسلامی معاشرہ میں گندگیاں جنم لیں۔ سخت برا بتایا قرآن کریم نے غیبت کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کھانے کے برابر مکروہ و مذموم اور قابل نفرت فعل قرار دیا ہے۔

غیبت کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کیا جائے۔ خواہ زبان سے ہو یا فعل سے۔ صراحت کے ساتھ برائی کی جائے یا اشاروں کنایوں میں سب صورتیں حرام ہیں۔ یونہی غیبت کی ایک صورت اس کی نقل اتارنا بھی ہے اور یہ اس سے بدتر ہے کہ زبان سے اس کے اس عیب کو بیان کیا جائے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَرْبَعَةٌ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ  
مِنَ الْجَنَّةِ الْخُلُودُ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَخِدْمَةُ الْمَلَائِكَةِ  
فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَجَوَارُ الْأَنْبِيَاءِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ  
الْجَنَّةِ وَرَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَرْبَعَةٌ فِي  
النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ الْخُلُودُ فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ وَتَوْبِيخُ  
الْمَلَائِكَةِ الْكُفَّارِ فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ وَجَوَارُ الشَّيْطَانِ فِي  
النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ وَغَضَبُ اللَّهِ تَعَالَى فِي النَّارِ شَرٌّ مِنَ النَّارِ

(ترجمہ) : (۹۵) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں چار چیزیں (میسر ہوں تو وہ) جنت سے بھی بہتر ہیں۔ (چنانچہ) جنت میں ہمیشگی کامل جانا جنت سے برتر ہے۔ جنت میں فرشتوں کی خدمت گزارى، جنت سے بہتر ہے۔ جنت میں انبیائے کرام کی ہمسایگی جنت سے بڑھ کر ہے اور جنت میں رب کی خوشنودی جنت سے اعلیٰ تر ہے۔ اور چار چیزوں سے جہنم میں واسطہ پڑے تو وہ جہنم سے بدتر ہے جہنم میں ہمیشہ کے لیے ڈال دیا جانا جہنم سے برا ہے۔ جہنم میں فرشتوں کی کافروں کو جھڑکیاں، جہنم سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ جہنم میں شیطان کا پڑوس، جہنم سے بڑھ کر اذیت کا باعث ہے۔ اور جہنم میں اللہ تعالیٰ کا غضب

وجلالت جہنم سے زیادہ الم انگیز ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ حِينَ سُئِلَ كَيْفَ أَنْتَ؟ فَقَالَ أَنَا مَعَ  
الْمَوْلَى عَلَى الْمَوَافِقَةِ وَمَعَ النَّفْسِ مَعَ الْمُخَالَفَةِ وَمَعَ الْخَلْقِ  
عَلَى النَّصِيحَةِ وَمَعَ الدُّنْيَا عَلَى الضَّرُورَةِ

(ترجمہ) : (۹۱) کسی صاحب حال سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی کیسی گزر رہی ہے؟ جواب دیا کہ میں اپنے مالک و مولیٰ کے ساتھ ہوں، پوری موافقت سے (ہر حکم کا فرمانبردار، ہر فرمان کا اطاعت گزار) اور اپنے نفس کے ساتھ ہوں مگر مخالفت سے (کہ نفس کی کسی خواہش کے پیچھے نہیں بھاگتا۔ اسے ترسا ترسا کر مارتا، اور بات بات پر ترساتا ہوں اور مخلوق خدا کے ساتھ ہوں مگر اس کی خیر خواہی و نفع رسانی کی نیت سے اور دنیا کے ساتھ ہوں مگر بقدر ضرورت۔

**تشریح :** ۱۰۰۔ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ”دین خیر خواہی کا نام ہے“ اس کو تین مرتبہ فرمایا۔ ہم نے عرض کیا کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ ورسول اور ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کی (مسلم) خدا ورسول کی خیر خواہی ان کی اطاعت گزاری و فرمانبرداری ہے۔ ائمہ مسلمین کی خیر خواہی ان کے مراتب و درجات کی حفاظت ہے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے لیے وہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

إِخْتَارَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ مِنْ أَرْبَعَةِ كُتُبٍ مِنَ  
التَّوْرَةِ مَنْ رَضِيَ بِمَا أَعْطَاهُ اللَّهُ اسْتِرَاحَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
وَمِنَ الْإِنْجِيلِ مَنْ هَدَمَ الشَّهَوَاتِ عَزَّى فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ  
الزَّبُورِ مَنْ تَفَرَّدَ عَنِ النَّاسِ نَجَافِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ  
الْقُرْآنِ مَنْ حَفِظَ السَّانَ سَلِمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(ترجمہ) : (۹۲) ایک صاحب فہم و فراست نے چار (آسمانی) کتابوں سے چار



باتیں منتخب کیں (جوہر صاحب ذوق سلیم کی صحیح رہنمائی کرتی ہیں) چنانچہ تورات مقدس سے آپ نے یہ کلمات منتخب کئے کہ جو شخص عطاء الہی پر راضی (اور قناعت گزیر) رہتا ہے وہ دین و دنیا دونوں میں راحت (و قلبی طمانیت) کی دولت سے مالا مال رہتا ہے انجیل مطہر سے آپ نے ان کلمات کا انتخاب کیا کہ جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو زیر کر لیا۔ اس نے دنیا و آخرت میں ابدی عزت حاصل کر لی زبور مبارک سے آپ نے یہ پند سود مند حاصل کیا کہ جس نے دنیا داروں سے دور و نفورہ کر گزر بسر کی اس نے دنیا و آخرت میں نجات کا سامان مہیا کر لیا اور قرآن کریم کی تعلیمات سے یہ گوہر بیش بہا لیا کہ جس نے لایعنی باتوں اور آلائشوں سے اپنی زبان کی نگہداشت کی وہ دنیا و آخرت میں سلامتی کی راہ چلا۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَاللَّهِ مَا ابْتُلَيْتُ بِبَلِيَّةٍ إِلَّا وَكَانَ لِلَّهِ تَعَالَى عَلَيَّ فِيهَا أَرْبَعٌ نَعِيمٌ أَوَّلُهَا إِذَا لَمْ تَكُنْ فِي ذَنْبِي وَالثَّانِي إِذَا لَمْ تَكُنْ أَعْظَمُ مِنْهَا وَالثَّالِثُ إِذَا لَمْ تَكُنْ مُحْرَمًا الرَّضَاءُ بِهَا وَالرَّابِعُ أَنِّي أَرْجُو الثَّابَّ عَلَيْهَا

(ترجمہ) : (۹۸) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قسم بخدا میں جب بھی کسی مصیبت و بلا میں گرفتار ہوا اللہ تعالیٰ نے اس ایک مصیبت کی بدولت مجھے چار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ایک یہ کہ وہ مصیبت مجھے گناہ کے ارتکاب سے بچائے رکھتی دوسری یہ کہ میری نگاہوں میں اس سے بڑی کوئی مصیبت نہ ہوتی (یعنی جس قدر ہے اس سے زیادہ آسکتی تھی مگر مجھے میرے خدا نے محفوظ رکھا) تیسری یہ کہ مجھے رب کی خوشنودی و رضا سے محروم نہ رکھتی (میں راضی برضا رہتا) اور چوتھی نعمت یہ کہ میں اس پر ثواب کی توقع رکھتا (یعنی میں جزع و فزع کی بجائے صبر و تحمل سے کام لیتا میں جانتا تھا کہ بے صبری سے آئی ہوئی ٹل نہ جائے گی۔ اور ثواب بھی ہاتھ سے جائے گا)۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَجُلًا حَكِيمًا جَمَعَ  
الْأَحَادِيثَ فَأَخْتَارَ مِنْهَا أَرْبَعِينَ أَلْفًا ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهَا أَرْبَعَةَ  
أَلْفٍ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهَا أَرْبَعَ مِائَةٍ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهَا أَرْبَعِينَ ثُمَّ  
اخْتَارَ مِنْهَا أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ إِحْدَاهُنَّ لَا تَثِقَنَّ يَا مُرَّةَ عَلَى كُلِّ  
حَالٍ وَالثَّانِيَةُ لَا تَغْتَرَّ بِالْمَالِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَالثَّالِثَةُ لَا تَحْمِلُ  
مَعْدَتَكَ مَا لَا تُطِيقُهُ وَالرَّابِعَةُ لَا تَجْمَعُ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَا يَنْفَعُكَ

(ترجمہ) : (۹۹) حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ کسی دانائے حق نے  
بہت سی حکمت آمیز باتیں جمع کیں۔ پھر ان میں سے چالیس ہزار باتیں منتخب  
کیں۔ پھر ان میں سے چار ہزار کا انتخاب کیا۔ پھر ان میں سے چار سو کو چن  
لیا۔ پھر ان میں سے چھانٹ کر چالیس کو الگ کیا پھر ان میں سے چار کو سر  
انتخاب رکھا۔

ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ بہر صورت ہر عورت کو قابل اعتماد نہ جانو۔ دوسری  
بات یہ کہ کبھی اپنے مال و دولت کا فریب نہ کھاؤ، تیسری بات کہ اپنے معدہ پر اس کی بساط  
سے بڑھ کر وزن نہ ڈالو، اور چوتھی بات یہ ہے کہ ایسے علم کے پیچھے نہ لگو جس سے تم  
کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو۔

عَنْ مُهَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ  
أَوْسَيْدًا وَحَضُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ قَالَ ذَكَرَ اللَّهُ يَحْيَى  
سَيِّدًا وَهُوَ عَبْدُهُ لِأَنَّهُ كَانَ غَالِبًا عَلَى أَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ عَلَى  
الْهَوَىٰ وَعَلَىٰ إِبْلِيسَ وَعَلَىٰ لِلسَّانِ وَعَلَىٰ الْغَضَبِ

(ترجمہ) : (۱۰۰) اللہ عزوجل کے اس قول مبارک کی تاویل میں کہ وہ (یعنی  
حضرت یحییٰ علی نبینا وعلیہ السلام) سرور و مقتداء شہوت پر غالب، نبی اور  
خاصان خاص حق تبارک و تعالیٰ سے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے  
آپ کو سید قوم کا مخدوم و مطاع، علم و دین میں پیشوا، فرمایا حالانکہ آپ بندہ

کردگار اور بندگی شعار تھے جیسے ایک غلام اپنے آقا کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ اور وجہ اس لقب خاص کی یہ ہے کہ آپ نہایت درجہ محتاط متقی تھے اور چار چیزوں کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھتے تھے۔ ایک خواہشات نفسانیہ پر (کہ عورتوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہے) دوسرے اہلیس لعین پر (کہ وہ آپ کو بہکانہ سکا) تیسرے اپنی زبان پر (کہ کبھی زبان پر لائے یعنی بات نہ آنے دی) اور چوتھے اپنے غصہ پر (کہ دنیا کے لیے یا انتقام کی خاطر کبھی غصہ سے بے قابو نہ ہوئے)۔

**تشریح :** ۱۰۱۔ قرآن کریم میں متقی و پرہیزگار بندوں کے جو اوصاف و علامات بیان فرمائے گئے ہیں ان میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ فرمایا وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظَ وہ غصہ کو ضبط کرنے والے ہیں "کاظمین" کاظم کی جمع ہے۔ کظم سے مشتق اور اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ کظم کہتے ہیں غصہ کے ضبط کر جانے کو۔ تو یہ لوگ وہ ہوئے جو غصہ سے مغلوب اور بے قابو نہیں ہو جاتے بلکہ اس سے مقابلہ کر کے اسے زیر کر لیتے ہیں اور اپنے اوپر قابو رکھتے ہیں۔ یہاں یہ بات خوب ذہن نشین کر لیں کہ یہاں مدح ان الفاظ سے نہیں کہ انہیں غصہ سرے سے آتا ہی نہیں ہے بلکہ مقام مدح میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب غصہ آئے تو عقل جذبات پر حاکم رہے۔ غصہ کو سرے سے فنا کر دینا مقصود اسلام نہیں۔ مقصود اسے اپنے حدود میں رکھنا ہے۔ غصہ کو ضبط کر جانے کی فضیلتیں بہ کثرت احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ قوی وہ نہیں کہ پہلوان ہو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ قوی وہ جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کرتا ہے جس طرح "ابلیس" کو "غصہ فرو کرنے اور غصہ آجائے تو اس وقت اپنے اوپر قابو رکھنے کے تین علاج ہیں ایک اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا اور اللہ کی پناہ میں آجانا۔ دوسرا یہ کہ انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ تبدیل ہیئت سے طبیعت بٹ جائے گی اور غصہ فرو ہو جائے گا اور تیسرا یہ کہ جب کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے۔ کہ بدن پر پانی پڑنے سے

غصہ کی گرمی دور ہو جائے گی اور مزاج میں ٹھنڈک آئے گی۔ یہ طریقے احادیث میں وارد ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَزَالُ الدِّينُ وَالْدُنْيَا قَائِمَيْنِ مَا دَامَ أَرْبَعَةُ أَشْيَاءَ مَا دَامَ الْأَغْنِيَاءُ لَا يَبْخَلُونَ بِمَا خَوَّلُوا وَمَا دَامَ الْعُلَمَاءُ يَعْمَلُونَ بِمَا عَلِمُوا وَمَا دَامَ الْجُهَلَاءُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَمَّا لَمْ يَعْلَمُوا وَمَا دَامَ الْفُقَرَاءُ لَا يَبِيعُونَ آخِرَتَهُمْ بِدُنْيَاهُمْ

(ترجمہ) : (۱۰۱) حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی کا ارشاد گرامی ہے کہ دین و دنیا (کی برکتیں اور رونقیں) اس وقت تک برقرار رہیں گی جب تک چار چیزوں کا وجود و قیام رہے گا۔ جب تک تو گمراہ سرمایہ دار اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی دولت و ثروت کو اسی کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل سے نہ لیں گے (بلا درلغ راہ مولیٰ میں خرچ کریں گے) جب تک علمائے دین اپنے علم کے مطابق مصروف کار رہیں گے اور جب تک نادانف جال (نادان وبے علم) نہ جاننے کے باوجود خود راہی و خود پسندی اور غرور و نخوت سے باز نہ رہیں گے اور جب تک (صوفیوں اور زاہدوں کے رنگ و لباس میں رہنے والے) فقراء اپنی آخرت کو اپنی دنیا (جیسی حقیر و ناقدر شے) کے بالعوض فروخت نہ کریں گے۔

تشریح : ۱۰۳۔ کسی کار خیر کسی سچے عمل دینی کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنا لینا دین فروشی ہے۔ جیسے آج کل بعض فقراء کہ حج کر کے آتے ہیں اور جگہ جگہ اپنا حج بیچتے پھرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرے اس کا چہرہ مسخ کر دیا جائے گا اس کا ذکر مٹا دیا جائے گا اور اس کا نام دوزخیوں میں لکھ دیا جائے گا۔ امام حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک غلام و آقا حج کر

کے پلٹے راہ میں نمک نہ رہا۔ نہ خرچ تھا کہ مول لیتے ایک منزل پر آقا نے کہا بقال سے تھوڑا سا نمک یہ کہہ کر لے آج ہم حج سے آتے ہیں“ وہ گیا اور کہا میں حج سے آتا ہوں قدرے نمک دے۔ اس نے دے دیا یہ لے آیا۔ دوسری منزل پر آقا نے پھر بھیجا اس باریوں کہا کہ میرا آقا حج سے آتا ہے تھوڑا سا نمک دے۔ اس نے دیا اور یہ لے کر آگیا۔ تیسری منزل پر آقا نے پھر بھیجنا چاہا غلام نے (کہ حقیقتہ آقا بننے کے قابل تھا) جواب دیا پرسوں نمک کے چند دانوں پر اپنا حج بیچا کل آپ کا بیچا آج کس کا بیچ کر لاؤں“

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک شخص کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے۔ میزبان نے خادم سے کہا ”ان برتنوں میں کھانا لا جو میں دوبارہ کے حج میں لایا ہوں“ امام نے فرمایا اے مسکین تو نے ایک کلمہ میں اپنے دو حج ضائع کر دیئے“ جب عمل خیر کے صرف اظہار پر یہ حال ہے تو اس کار ثواب و عمل صالح کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنا لینا کس قدر بدتر ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اسی میں داخل ہے نام نہاد واعظوں کی وعظ گوئی اور دنیا کمانے کے لیے جھوٹے ناپاک طریقوں سے دنیا کے مال و متاع کی کمائی۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَحْتَجُّ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَرْبَعَةِ أَنْفُسٍ عَلَى أَرْبَعَةِ أَجْناسٍ مِنَ النَّاسِ عَلَى  
الْأَغْنِيَاءِ بِسُلْمَنِ بْنِ دَاوُدَ وَعَلَى الْعَبِيدِ بِيُوسُفَ وَعَلَى  
الْمَرْضِيِّ بِأَيُّوبَ وَعَلَى الْفُقَرَاءِ بِعِيسَى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

(ترجمہ) : (۱۰۲) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل قیامت کے روز چار برگزیدہ ہستیوں کے ذریعے چار قسم کے دنیا داروں پر اتمام حجت فرمائے گا (کہ انہیں جواب بن نہ پڑے گا کہ کہیں تو کیا کہیں) تو انگروں اور مالداروں پر سیدنا سلیمان بن داؤد علیہم السلام کے ذریعے غلاموں اور زیر دستوں پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے ذریعے بیماروں اور شکستہ حالوں پر سیدنا ایوب علیہ السلام کے ذریعے اور مسکینوں، فقیروں پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے۔

تشریح : ۱۰۳۔ منشا اس ارشاد گرامی کا یہ ہے کہ تو نگری اور دولت کی فراوانی، غلامی اور دوسروں کی دست نگری، بیماری و شکتہ حالی اور فقیری و درویشی، ایسی چیزیں نہیں کہ وہ آدمی کو یاد الہی سے غافل بنا دیں۔ ان حالات کے باوجود خوف خدا دل میں ہو تو دنیا کی آلودگیوں سے دامن صاف بچایا جاسکتا ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ بِلَالٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَذْنَبَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ بِأَرْبَعِ خِصَالٍ لَا يَحْبُطُ عَنْهُ الرِّزْقُ وَلَا يَحْبُطُ عَنْهُ الصَّحَّةُ وَلَا يَظْهَرُ عَلَيْهِ الذَّنْبُ وَلَا يُعَاقِبُهُ عَاجِلًا

(ترجمہ) : (۱۰۳) حضرت سعد بن بلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ باوجود گناہ و نافرمانی اللہ تعالیٰ کے چار عظیم احسانات بندے پر مبذول رہتے ہیں۔ اس کا روزینہ بند نہیں فرماتا۔ اس کی تندرستی اس سے سلب نہیں کرتا۔ اس کی کوتاہیاں اور نافرمانیاں دوسروں پر آشکارا نہیں فرماتا۔ اور چوتھے یہ کہ اس کا فوری طور پر مواخذہ فرما کر سزا نہیں دیتا۔

تشریح : ۱۰۴۔ سچ ہے۔  
 ولین خداوند بالا و پست  
 بعضیاں در رزق بر کس بہ بست  
 ادم دشمن سفرہ عام دوست  
 چہ دشمن بریں خوان ینماچہ دوست

وہ رب العالمین ہے۔ تمام جہانوں کا مہربی تمام کائنات کا پروردگار ساری مخلوق کا روزی رساں، سب کا خالق، سب کا رازق، دوست و یگانے، اس کی نعمتوں سے سرشار، اور دشمن و یگانے اس کی عنایتوں میں غرقاب، ہر ایک کو دیتا ہے ہر ایک کو نوازتا ہے ہر ایک تک پہنچاتا ہے۔ اور حساب کتاب و پرسش اعمال کہ کہاں خرچ کیا کہاں گنویا آخرت پر اٹھا رکھا ہے۔

عَنْ حَاتِمِ الْأَصَمِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ قَالَ مَنْ صَرَفَ أَرْبَعًا

إِلَى أَرْبَعٍ وَجَدَ الْجَنَّةَ النَّوْمُ إِلَى الْقَبْرِ وَالْفَخْرُ إِلَى الْمِيزَانِ  
وَالرَّاحَةُ إِلَى الصِّرَاطِ وَالشَّهْوَةُ إِلَى الْجَنَّةِ

(ترجمہ) : (۱۰۴) حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص چار چیزوں کو چار چیزوں تک اٹھا رکھے وہ بہشت بریں میں اپنا مقام پالے گا۔ خواب غفلت کو گوشہ قبر میں جانے تک کبر و غرور اور خود ستائی کو میزان ۱۰۵ عمل تک۔ عیش عشرت کو پل صراط ۱۰۶ سے گزر جانے تک۔ اور اپنی خواہشات کو جنت میں داخلے تک۔

**تشریح :** ۱۰۵ میزان ترازو کو کہتے ہیں اور اعمال کے وزن کرنے کے لیے قیامت میں جو میزان نصب کی جائے گی اس کا کچھ اجمالی مفہوم جو شریعت نے بیان فرمایا ہے یہ ہے کہ وزن ایسی میزان سے کیا جائے گا جس میں کفتین (یعنی پلے) اور نسان (یعنی چوٹی) وغیرہ موجود ہیں۔ اور اس کا ہر پلہ اتنی وسعت رکھے گا جیسی مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا کہ وہ میزان کس نوعیت کی ہوگی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا۔ یہ ہماری عقل و ادراک کی رسائی سے باہر ہے اسی لیے ہمیں یہ عقیدہ تعلیم فرمایا گیا کہ میزان حق ہے اور قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا جن کے اعمال قلبیہ اور افعال جوارح (جو انہوں نے اپنے اعضاء بدن سے انجام دیئے) وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں۔ اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارے میں رہیں گے نیکی کا پلہ وزنی یعنی بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اٹھے۔ دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے۔

۱۰۶ صراط حق ہے یہ ایک پل ہے کہ پشت جہنم پر نصب کیا جائے گا۔ پل سے زیادہ باریک اور تلواریں سے زیادہ تیز جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے نبی ﷺ گزر فرمائیں گے پھر اور انبیاء و مرسلین پھر یہ امت پھر اور امتیں گزریں گی۔ اور حسب اختلاف اعمال اپنے نیک و بد افعال کے مطابق پل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے۔ بعض تو ایسی تیزی سے گزریں گے جیسے بجلی کا کوئلہ کہ ابھی چمکا ابھی غائب

ہو گیا۔ اور بعض تیز ہوا کی طرح کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض ایسے جیسے گھوڑا دوڑتا ہے۔ اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض شخص سرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چوٹی کی چال جائے گا اور ان گزرنے والوں میں کچھ ایسے نیکوکار صالحین و ابرار ہوں گے جو پل سے رقص کرتے وجد لاتے گزر جائیں۔ ان شہیدانِ محبت کی بات ہی اور ہوگی ان کے کانوں میں حضور اقدس ﷺ کی یہ آواز سامعہ نواز آئے گی کہ رب سلم و سلم الہی ان گنہگاروں کو سلامتی سے پار لگا۔ الہی انہیں بچالے۔ اور جب وہ پار لگانے والے سلامت ہیں تو انہیں کیا غم کیسا ترود اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمارا بھی بیڑ پار لگائے۔ آمین۔

عَنْ حَامِدِ بْنِ الْكَفَّافِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَالَ أَرْبَعَةٌ طَلَبْنَا فِي  
 أَرْبَعَةٍ فَأَخْطَا نَاطِرُهَا فَوَجَدْنَاهَا فِي أَرْبَعَةٍ أُخْرَى طَلَبْنَا  
 الْغِنَى فِي الْمَالِ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَنَاعَةِ وَطَلَبْنَا الرَّاحَةَ فِي  
 الشَّرْوَةِ فَوَجَدْنَاهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَطَلَبْنَا اللَّذَاتِ فِي النِّعْمَةِ  
 فَوَجَدْنَاهَا فِي الْبَدَنِ الصَّحِيحِ وَطَلَبْنَا الرِّزْقَ فِي الْأَرْضِ  
 فَوَجَدْنَاهُ فِي السَّمَاءِ

(ترجمہ) : (۱۰۵) حضرت حامد کفافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم نے چار چیزوں کو دوسری چار چیزوں کے ذریعے حاصل کرنا چاہا، لیکن ہم راہِ راست سے کچھ تک گئے۔ مگر (طلبِ صادق تھی اس لیے) وہ چیزیں ہمیں اور ذریعوں سے مل گئیں۔ ہم نے تو مگری کو دنیوی مال و منال کے ذریعے لینا چاہا، مگر وہ ہمیں قناعت و بے ماکگی میں ملی۔ ہم نے عیش و آرام کو جاہ و ثروت میں تلاش کیا مگر وہ ہمیں بے دولتی میں دستیاب ہوا۔ ہم نے لذتوں کی جستجو نعمتوں میں کی مگر وہ ہمیں صحت و تندرستی میں حاصل ہوئیں۔ اور ہم اپنی روزی زمین پر طلب کرتے پھرتے مگر وہ ہمیں آسمان سے میسر آئی۔



عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ أَرْبَعَةٌ أَشْيَاءٌ قَلِيلُهَا  
كَثِيرٌ الْوَجْعُ وَالْفَقْرُ وَالنَّارُ وَالْعَدَاوَةُ

(ترجمہ) : (۱۰۶) حضرت علی مرتضیٰؓ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ کم مقدار میں ہوں تب بھی بہت ہیں (اور ان سے لاپرواہی عظیم نقصان کا باعث ہے) دلی صدمہ اور دوسری بے سروسامانی و ناداری، آگ اور اندرونی تپش، دشمنی و غلش۔

تشریح : ۱۰۷۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے (کہ اسی کی طرف سے بارش کر کے زمین کو پیداوار سے مالا مال کیا جاتا ہے) اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ (یعنی آخرت کے ثواب و عذاب کا وہ سب آسمان میں بکتوب ہے) اور یہاں رزق سے مراد ہے ہر وہ چیز جس کی ضرورت انسان کو اپنی بقا اور اپنی ذہنی و جسمانی اور روحانی نشوونما کے لیے پیش آئے اور جو کسی جاندار کی غذا بنے۔ قول مبارک کا مقصود یہ ہے کہ ہر قسم کی نعمتوں دولتوں مرحمتوں کے خزانے تو اللہ عزوجل کے قبضہ قدرت میں ہیں تو اس سبب الاسباب کو بھول کر عالم اسباب میں گم ہو جانا کجروی اور باعث محرومی ہے۔ نظر اس کے فضل و کرم پر رہنا چاہیے۔

عَنْ حَاتِمِ الْأَصَمِ أَنَّهُ قَالَ أَرْبَعَةٌ أَشْيَاءٌ لَا يَعْرِفُ قَدْرَهَا إِلَّا  
أَرْبَعَةٌ السَّبَابُ لَا يَعْرِفُ قَدْرَهُ إِلَّا الشُّبُوحُ وَالْعَافِيَةُ لَا يَعْرِفُ  
قَدْرَهَا إِلَّا أَهْلُ الْبَلَاءِ وَالصِّحَّةُ لَا يَعْرِفُ قَدْرَهَا إِلَّا الْمَرْضِيُّ  
وَالْحَيَوَةُ لَا يَعْرِفُ قَدْرَهَا إِلَّا الْمَوْتُ

(ترجمہ) : (۱۰۷) حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ چار چیزیں (اس دنیا میں) ایسی ہیں جن کی قدر و قیمت چار مضمون کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا ایک جوانی جس کی قدر و قیمت کا اندازہ بوڑھے ہی لگا سکتے ہیں۔ دوسری چیز سلامتی و عافیت ہے جس کی منزلت وہی پہچان سکتے ہیں جو خود

بلاؤں کا شکار ہوں۔ تیسری چیز صحت و تندرستی ہے جس کا رتبہ بیماروں کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا۔ اور چوتھی چیز یہ (بچ روزہ) زندگی ہے جس کی وقعت مردوں کے سوا کسی کو نہیں معلوم۔

**تشریح:** ۱۰۸۔ اسی لیے حضور اقدس ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی کہ جوانی کی قدر کرو اور بڑھاپے میں کام آنے والے جو کام کر سکتے ہو آج کر لو کہ صحت برقرار ہے۔ جو ارجح پر اختیار ہے زندگی کی مہلت دستیاب ہے تو اپنی زندگی اپنی تندرستی اپنی جوانی میں جو کر جاؤ گے وہی کل تمہارے کام آئے گا۔ باقی سب ہوس ہے۔

قَالَ الشَّاعِرُ أَبُو نُوَاسٍ

ذُنُوبِي إِنْ فُقِرْتُ فِيهَا كَثِيرَةٌ      وَرَحْمَةُ رَبِّي مِنْ ذُنُوبِي أَوْسَعُ  
وَمَا ظَمِعْتُ فِي صَالِحٍ إِنْ عَمِلْتُهُ      وَلَكِنِّي فِي رَحْمَةِ اللَّهِ أَظْمَعُ  
هُوَ اللَّهُ مَوْلَايَ الَّذِي هُوَ خَالِقِي      وَإِنِّي لَهُ عَبْدٌ أَقْرُ وَأَخْضَعُ  
فَإِنْ يَكُ غُفْرَانًا فَذَلِكَ رَحْمَةٌ      وَإِنْ تَكُنِ الْآخِرَىٰ فَمَا أَنَا أَصْنَعُ

(ترجمہ) : مندرجہ بالا نصیحتوں کا مضمون ابو نواس شاعر نے اس طرح ادا کیا

میں اپنے حالات پر غور کرتا ہوں تو اپنے گناہوں کو کثیر در کثیر بے شمار پاتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ میرے رب کی رحمتیں 'نوازشیں' میری نافرمانیوں میری سیاہ کاریوں سے کہیں زیادہ وسیع اور سب پر حاوی ہیں۔

میرے نامہ اعمال میں ایسی نیکیاں موجود ہی نہیں جن پر میں اپنی نجات و بخشش کے لیے کچھ بھروسہ کروں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی توقع میرے لیے بڑی عظیم ہے اللہ تعالیٰ ہی میرا معبود برحق اور میرا خالق ہے۔ اور میں اسی کا بندہ وہں۔ بندہ شرمسار و پراگندہ حال اور اپنی کوتاہیوں کا معترف۔

اب اور اتنے گناہوں کے باوجود اگر میری بخشش ہو جائے تو یہ اس کا کرم بے حساب ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں (مالک و مختار تو وہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُوضَعُ  
 الْمِيزَانُ فَيُوتَى بِأَهْلِ الصَّلَاةِ فَيُوقَفُونَ أَجْوَرَهُمْ بِالْمِيزَانِ ثُمَّ  
 يُوتَى بِأَهْلِ الصَّوْمِ فَيُوقَفُونَ أَجْوَرَهُمْ بِالْمِيزَانِ ثُمَّ يُوتَى بِأَهْلِ  
 الْبَلَاءِ لَا يُنْصَبُ لَهُمْ مِيزَانٌ وَلَا يُشْرَلُهُمْ دِيْوَانٌ فَيُوقَفُونَ  
 أَجْوَرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ حَتَّى يَتَمَنَّى أَهْلُ الْعَافِيَةِ أَنْ لَوْ كَانُوا  
 بِمَنْزِلَتِهِمْ مِنْ كَثْرَةِ ثَوَابِ اللَّهِ تَعَالَى

(ترجمہ) : (۱۰۸) نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے روز جب  
 میزان عدل قائم کی جائے گی تو نمازیوں کو حساب کتاب کے لیے بلایا جائے گا  
 اور انہیں ان کے اعمال کا پورا اجر و ثواب بخش دیا جائے گا پھر روزے داروں  
 کو بلایا جائے گا اور حساب کتاب کے بعد انہیں بھی اس کا صلہ دے دیا جائے گا  
 پھر خاجیوں کو بلایا جائے گا اور وزن اعمال کے بعد انہیں جزا عنایت فرمادی  
 جائے گی۔ پھر گرفتاران کرب و بلا کو بلایا جائے گا مگر نہ تو ان کے اعمال کا وزن  
 ہوگا اور نہ انہیں ان کے اعمال تارے کھول کر دکھائے جائیں گے۔ بلکہ کسی  
 حساب کتاب کے بغیر انہیں پورا پورا اجر و ثواب مرحمت فرمایا جائے گا۔ یہاں  
 تک کہ سلامتی ۱۰۹ء وعافیت سے دنیا میں زندگی بسر کرنے والے یہ تمنا کریں  
 گے کہ کاش ہم بھی ان کی طرح اسیران بلا اور مصیبت زدگان میں ہوتے۔

تشریح : ۱۰۹ء ہم یہاں اپنے پیارے اور رسول برحق کے چند ارشادات کریمہ  
 نقل کرتے ہیں قارئین انہیں غور سے پڑھیں اور ان پر عمل پیرا رہیں۔  
 فرماتے ہیں ﷺ

۱۔ مسلمان کو جو تکلیف والم احزن واذیت وغم پہنچے یہاں تک کہ کائنات جو اس کے  
 جسم میں چبے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (بخاری  
 و مسلم)۔

۲- مسلمان کو جو اذیت پہنچتی ہے مرض ہو یا اس کے سوا کچھ اور اللہ تعالیٰ اس کے باعث اس کی برائیوں کو گرا دیتا ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)۔

۳- جتنی بلا زیادہ اتنا ہی ثواب زیادہ۔ اور اللہ عزوجل جب کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے تو اسے بلا میں ڈال دیتا ہے جو راضی ہوا اس کے لیے رضا ہے۔ اور جو ناراض ہوا اس کے لیے ناخوشی“ اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے۔ اور جب شر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے گناہ کا بدلہ نہیں دیتا۔ اور قیامت کے دن پورا بدلہ دے گا (ترمذی)۔

۴- بندہ کے لیے علم الہی میں کوئی مرتبہ مقرر ہوتا ہے اور وہ اعمال کے بسبب اس رتبہ کو نہ پہنچا تو بدن یا مال یا اولاد میں اسے جلا فرما دیتا ہے۔ پھر اسے صبر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے اس مرتبہ کو پہنچا دیتا ہے جو اس کے لیے علم الہی میں ہے۔ (ابوداؤد)۔

۶- جب قیامت کے دن اللہ بلا کو ثواب دیا جائے گا تو عاقبت والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹی جاتیں (ترمذی)۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ يَسْتَقْبِلُ ابْنُ آدَمَ أَرْبَعَ نَهَابَاتٍ يَنْتَهَبُ  
مَلِكُ الْمَوْتِ زُوحَهُ وَيَنْتَهَبُ الْوَرِثَةَ مَالَهُ وَيَنْتَهَبُ الدَّوْدَ  
جِسْمَهُ وَيَنْتَهَبُ الْخُصْمَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَرْضَهُ أَي عَمَلَهُ

(ترجمہ) : (۱۰۹) کسی صاحب بصیرت کا قول ہے کہ چار قسم کی کشمکش اور غارتگری بنی آدم کا استقبال کرتی ہیں۔ (یعنی بوقت موت ان چار چیزوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے۔ اور آدمی بدحواسی کا مارا ان کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتا۔ موت کا فرشتہ (بحکم الہی) اس کی روح قبض کر لے جاتا ہے اس کے وارث اس کے مال متروکہ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ (اور قبر میں پہنچتا ہے تو کیرے

مکوڑے اس کے جسم کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ (اور میدان حشر میں) حق تلفی کے  
دعویٰ دار اس کی عزت و آبرو ۱۱۰ پر دھاوا بولتے ہیں۔ یعنی اس کے اعمال خیر  
اپنے حقوق کے بدلے میں جھپٹ لیتے ہیں۔

تشریح : ۱۱۰ پر اپنی نیکیاں اپنے ہاتھ آتی اور اپنی برائیاں اس کے سر جاتی کے  
بری معلوم ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے ماں باپ کا بیٹے پر  
کچھ دین (قرض) آتا ہو گا وہ روز قیامت اس سے لپٹیں گے کہ ہمارا دین دے۔ وہ کہے گا  
میں تمہارا بچہ ہوں“ یعنی شاید رحم کریں اور وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ مِنْ اشْتَغَلَ بِالشَّهَوَاتِ فَلَا يُدَلِّهُ مِنَ  
النِّسَاءِ وَمَنْ اشْتَغَلَ بِجَمْعِ الْمَالِ فَلَا يُدَلِّهُ مِنَ الْحَرَامِ وَمَنْ  
اشْتَغَلَ بِمَنَافِعِ الْمُسْلِمِينَ فَلَا يُدَلِّهُ مِنَ الْمُدَارَاةِ وَمَنْ  
اشْتَغَلَ بِالْعِبَادَةِ فَلَا يُدَلِّهُ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهُ أَنْ أَصْعَبُ الْأَعْمَالِ أَرْبَعُ خِصَالٍ الْعَفْوُ عِنْدَ الْغَضَبِ  
وَالجُودُ فِي الْعُسْرَةِ وَالْعِفَّةُ فِي الْخَلْوَةِ وَقَوْلُ الْحَقِّ لِمَنْ  
يَخَافُهُ أَوْ يَرْجُوهُ

(ترجمہ) : (۱۱۰) کسی عارف باللہ کا قول ہے کہ جو شخص نفسانی ہوس کی تکمیل  
میں مشغول رہے گا وہ عورتوں کی قربت سے اپنا دامن نہ بچا سکے گا جسے مال  
وزر کو جمع کرنے کی دھن ہوگی وہ کسب حرام سے محفوظ نہ رہ سکے گا جسے عام  
مسلمانوں کی بھلائی اور نفع رسانی منظور ہوگی اس پر ان کی خاطر مدارات اور  
خوش اخلاقی لازم ہوگی۔ اور جسے اپنے رب کی بندگی کی فکر دامن گیر ہوگی  
اسے علم دین کی طلب ناگزیر ہوگی۔

(۱۱۱) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ چار خصلتیں اعمال میں بڑی مشکل ہیں۔  
طیش کے عالم میں درگزر کرنا۔ تنگدستی کی حالت میں داد و بخش بھالت بخالی اپنی پاک  
دامنی پر داغ نہ آنے دینا اور جس سے نفع نقصان کا خوف ہو اس سے بلا دروغ بھی بات

فِي الزُّبُورِ أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ الْعَاقِلَ  
الْحَكِيمَ لَا يَخْلُو مِنْ أَرْبَعِ سَاعَاتٍ سَاعَةً فِيهَا يُنَاجِي رَبَّهُ  
وَسَاعَةً فِيهَا يُحَاسِبُ نَفْسَهُ وَسَاعَةً يَمْشِي فِيهَا إِلَى إِخْوَانِهِ  
الَّذِينَ يُخْبِرُونَهُ بِغُيُوبِهِ وَسَاعَةً فِيهَا بَيْنَ نَفْسِهِ وَبَيْنَ لَدَاتِهَا  
الْحَلَالِ

(ترجمہ) : (۱۱۲) زبور مقدس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی (اور ارشاد فرمایا) کہ صائب الرائے، صاحب بصیرت شخص اپنے اوقات ان چار باتوں میں سے کسی ایک میں ضرور مصروف رکھتا ہے۔ وہ اپنے رب کی بندگی میں مشغول ہوتا اور عرض حاجات کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے نفس کا خود محاسبہ کرتا اور اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ اپنے (نسبی و خاندانی، خواہ دینی و اسلامی) ایسے بھائیوں کے پاس آتا جاتا ہے جو اس کی کوتاہیوں سے اسے آگاہ کرتے (اور حق دوستی ادا کرتے) ہیں۔ اور چوتھی بات یہ ہے کہ وہ رضائے الہی کی خاطر حلال و جائز لذتوں اور ذائقوں سے کنارہ کش اور دور دور رہتا ہے۔

قَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ جَمِيعُ الْعِبَادَاتِ مِنَ الْعِبَادَةِ أَرْبَعَةَ  
الرِّفَاءِ بِالْعَهْدِ وَالْمُحَافَظَةِ بِالْحَدُوثِ وَالصَّبْرِ عَلَى الْمَفْقُودِ  
وَالرِّضَى بِالْمَوْجُودِ

(ترجمہ) : (۱۱۳) کسی روشن ضمیر کا قول ہے کہ وہ تمام عبادتیں جو عام بندوں سے تعلق رکھتی ہیں چار باتوں میں محدود اور سمائی ہوئی ہیں۔ اپنے عہد (۱۱۱) و بیان کو نباہنا۔ حدود الہی اور فرائض خداوندی کی حفاظت و نگہداشت کرنا، اپنے قبضہ و اختیار سے نکل جانے والی چیزوں پر صبر اختیار کرنا اور اللہ کا دیا ہوا جو موجود ہے اس پر راضی و خوشنود رہنا۔

## تشریح :

۱۱۱۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے **وَإِوفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ** ما اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ جب قول باندھو اور فرماتا ہے **وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا** ”اور اللہ کے عہد پر تھوڑے دام نہ لو“ اسی عہد کو قرآن کریم میں عقود سے بھی تعبیر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ** ”اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو“ قرآن کریم کا یہ حکم عام ہے اور اس کے عموم میں ہر وہ عہد آگیا جو شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق باندھا گیا ہو۔ اس کا تعلق خواہ حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ ان کا علاقہ خالق سے ہو یا مخلوق سے۔ سیاست سے ہو یا حکومت سے، تجارت سے ہو یا معاشرت سے۔ غرض یہ حکم ہر عہد شرعی کو شامل ہے اور معاملات و اخلاقیات سے متعلق جتنے امور ہو سکتے ہیں۔ سب اس میں داخل ہیں۔ سب کو یہ احکام شامل ہیں۔ البتہ اس کے اطلاق سے باہر صرف وہ عہد رہ جاتے ہیں جو خلاف شریعت ہوں۔ خواہ ان کا تعلق افراد و جماعت سے ہو۔ یا وہ سیاست و ریاست سے متعلق ہوں۔ عہد شکنی، شریعت مطہرہ میں ایک ایسا مذموم و قبیح فعل ہے کہ احادیث کریمہ میں اس کا ارتکاب کرنے والوں کو منافقوں کے مماثل اور ان کے رنگ میں رنگا ہوا ارشاد فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی روایات میں ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ ”جب بولے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے“ صحیح مسلم میں ان الفاظ کے بعد روایت یوں ہے کہ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہو اور اس کا یہ گمان ہو کہ وہ مسلمان ہے“ اس کی اہمیت کا اندازہ اس حکم سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عموماً اس عہد شکنی پر آمادہ کرنے والی چیز دنیا کا مفاد ہوتا ہے خواہ اسے کوئی رنگ کوئی نام بھی دیا جائے۔ قرآن کریم نے اس کا بھی سدباب فرما دیا کہ حق کو کسی دنیوی مادی مصلحت کی بناء پر چھوڑ دینا، آخرت کی ابدی دولت کو دنیا کے ٹھنڈے قلیل (تھوڑی سی قیمت پر فروخت کر دینا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی دولت و نعمت بھی آخرت کے مقابلہ میں بے وقعت قلیل و ذلیل ہے۔

## باب الخماسی

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهَانَ خَمْسَةَ خَسِرَ  
 خَمْسَةَ مَنْ اسْتَخَفَّ بِالْعُلَمَاءِ خَسِرَ الدِّينَ وَمَنْ اسْتَخَفَّ  
 بِالْأَمْرَاءِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَمَنْ اسْتَخَفَّ بِالْجِيرَانِ خَسِرَ الْمَنَافِعَ  
 وَمَنْ اسْتَخَفَّ بِالْأَقْرَبَاءِ خَسِرَ الْمَوَدَّةَ وَمَنْ اسْتَخَفَّ بِأَهْلِهِ  
 خَسِرَ طَيْبَ الْمَعِيشَةِ

### پانچ نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۱۳) نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص  
 پانچ لوگوں (میں سے کسی ایک) کی اہانت و تحقیر کرے گا (انہیں ذلیل و حقیر سمجھے  
 گا) وہ پانچ چیزوں میں نقصان اٹھائے گا۔ جو شخص علمائے حق کو ذلیل ۱۱۲ و تحقیر  
 جانے گا وہ اپنے دین کا نقصان کرے گا۔ جو شخص امراء و حکام کی اہانت کرے  
 گا وہ اپنی دنیا میں نقصان اٹھائے گا (اور راحت و آرام سے گزر بسر اسے میسر نہ  
 ہوگی) جو شخص اپنے ہمسایوں اور پڑوسیوں کو ذلت کی نگاہ سے دیکھے گا وہ (ان)  
 فائدوں سے نقصان میں رہے گا (جو پڑوسیوں سے حاصل ہوتے ہیں) اور جو  
 شخص اپنے رشتہ داروں کی تحقیر کرے گا وہ الفت و محبت سے فائدہ نہ اٹھا سکے  
 گا اور جو اپنے اہل ۱۱۴ و عیال کو ذلیل و رسوا کرے گا وہ اپنی خانگی زندگی سے  
 فیض نہ پاسکے گا (ہمیشہ خانہ برباد پریشان خاطر رہے گا)

تشریح : ۱۱۳ ظاہر ہے کہ جو شخص علمائے دین کی کہ حقیقۃً علمائے دین، حق  
 کے راہی، حق کے لیے ساری مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر قائم  
 بزرگان ملت کی روش پر دائم ہیں۔ تحقیر و تذلیل کرے گا وہ ان سے ان کی محبت و ہم



نشینی سے دور دور رہے گا۔ اور جو ان سے دور رہے گا شیطان کا قریب اس کا ساتھی اور  
 لاشعوری طور پر اس کے طریق کار کا حامی ہوگا۔ نتیجہ ظاہر کہ دین کی دولت اس کے قبضہ  
 میں نہ رہے گی۔ بے دینی و گمراہی اس کا اٹھنا و سرمایہ بن جائے گی۔ اور دوزخ اس کا  
 ٹھکانہ ہوگا۔

۱۱۳۔ پڑوسیوں کے حقوق کتنے اہم ہیں اور ان حقوق کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے  
 اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ”خدا کی قسم  
 وہ مومن نہیں قسم بخدا وہ صاحب ایمان نہیں واللہ وہ کامل الایمان نہیں“ عرض کی گئی  
 کون یا رسول اللہ؟ فرمایا وہ شخص کہ اس کے پڑوسی اس کی آفتوں سے محفوظ نہ ہوں۔“  
 یعنی جو اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) ایک حدیث شریف میں ارشاد  
 فرمایا کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کی آفتوں اور ایذا رسانیوں سے امن  
 میں نہیں ہے (مسلم) ایک اور حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہوتے  
 ہیں۔ بعض کے تین حق ہیں بعض کے دو اور بعض کا ایک حق ہے جو پڑوسی مسلم ہو اور  
 رشتہ والا بھی اس کے تین حق ہیں حق ہمسائیگی، حق اسلام اور حق قرابت اور مسلمان  
 ہمسایہ (کہ قرابت دار نہ ہو۔ اس) کے دو حق ہیں۔ پڑوسی ہونے کا حق اور اسلام کا حق اور  
 کافر پڑوسی کا صرف ایک حق ہے یعنی اس کا پڑوسی ہونا (ہستی) تو کافر پڑوسی کو بھی نا حق ایذا  
 دینا اسلام کو ہرگز پسند نہیں۔

۱۱۴۔ شریعت اسلامیہ نے ہم مسلمانوں کو صاف صاف واضح الفاظ میں بتا دیا اور  
 بتا دیا ہے کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی مردوں کو اس گمان میں نہ  
 رہنا چاہیے کہ بس مردوں کے حقوق عورتوں پر اور شوہروں کے حقوق بیویوں پر ہوتے  
 ہیں۔ نہیں یہ بات غلط ہے بلکہ اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر اور بیویوں کے  
 حقوق شوہروں پر ہوتے ہیں۔ مرد جس طرح اپنے حقوق کی ادائیگی کا خواہاں رہتا ہے  
 یونہی عورت بھی اپنے حقوق منوانے کا حق رکھتی ہے۔ عورتیں مردوں کا مال متروکہ یا  
 ان کی جائیداد موروثہ نہیں کہ ان پر مردوں کو ہر طرح کا حق تصرف حاصل ہو۔ اور

عورتیں بے زبان گایوں کی طرح ان کے ہر جائز و ناجائز حکم پر چلیں اور ان کے ہر فرمان پر عمل پیرا ہو جائیں اگرچہ وہ خدا و رسول کے احکام کے برخلاف ہوں۔ فرائض اور ذمہ داریاں صرف ان کی ان پر نہیں بلکہ ان عورتوں کے بھی حقوق و فرائض ہیں جن کی پاسداری مردوں پر لازم ہے۔ مرد بعض اوقات اپنی مردانگی کے زعم میں خفگی کے اظہار کے وقت عورت کی برائیاں گنانا شروع کر دیتا ہے اور اس کی توہین و تذلیل پر اتر آتا ہے۔ ایسے وقت کے لیے اسلام نے مرد کو تعلیم دی کہ جو عورت تمہارے دم سے وابستہ ہے۔ مانا کہ اس میں کچھ برائیاں ہیں لیکن ان برائیوں کے ساتھ کچھ خوبیاں بھی تو پائی جاسکتی ہیں۔ مثلاً اگر وہ بد زبان و لاپرواہ ہے تو ساتھ ہی تمہاری وفادار اور عصمت شعار بھی ہے۔ تو اس کی خوبیوں کو بھی نظر میں لاؤ۔ غصہ میں آکر اپنے گھر کو تباہی و بربادی سے دوچار نہ کرو بلکہ خوش اسلوبی سے ان کے ساتھ بھاؤ۔

قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَيَأْتِي زَمَانٌ عَلَى أُمَّتِي يُحِبُّونَ  
خَمْسًا وَيَنْسَوْنَ خَمْسًا يُحِبُّونَ الدُّنْيَا وَيَنْسَوْنَ الْعُقْبَى  
يُحِبُّونَ الدُّورَ وَيَنْسَوْنَ الْقُبُورَ وَيُحِبُّونَ الْمَالَ وَيَنْسَوْنَ  
الْحِسَابَ وَيُحِبُّونَ الْعِيَالَ وَيَنْسَوْنَ الْحُورَ وَيُحِبُّونَ النَّفْسَ  
وَيَنْسَوْنَ اللَّهَ هُمْ بُرَاءٌ وَأَنَا بَرِيٌّ مِنْهُمْ

(ترجمہ) : (۱۱۵) صادق و معذور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر ایسا بھی دور آئے گا کہ انہیں پانچ چیزوں سے بڑی محبت ہوگی لیکن پانچ چیزیں بھول جائیں گے۔ انہیں دنیا سے محبت ہوگی اور آخرت کو بھول جائیں گے۔ اپنی عارضی اقامت گاہوں اور گھروں سے محبت کریں گے قبروں کو بھول جائیں گے (حالانکہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے) مال و دولت پر فریفتہ ہوں گے مگر یہ بھول جائیں گے کہ انہیں اس کا حساب بھی دینا ہے (کہ کہاں سے کمایا اور کہاں پر کھوایا) اہل و عیال سے انہیں بڑا پیار ہوگا مگر جنت کے حور و غلمان کو بھول بیٹھیں گے۔ اپنی ذات کی انہیں بہت عجاہ ہوگی مگر اپنے اللہ کو بھلا دیں گے۔ وہ

مجھ سے بری میں اور میں ان سے بیزار (اور جس سے رسول اللہ ﷺ  
بیزاری کا اظہار فرمائیں یقین جانو کہ اس کا ٹھکانہ کہیں نہ رہا۔ مسلمان کی پناہ  
امان، نجات، رستگاری جو کچھ ہے ان کی توجہ ان کے انفات اور ان کی نظر  
رحمت میں ہے۔)

قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يُعْطَى اللَّهُ لِأَحَدٍ خَمْسًا إِلَّا وَقَدْ  
أَعَدَّ لَهُ خَمْسًا أُخْرَى لَا يُعْطِيهِ الشُّكْرُ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الزِّيَادَةَ  
وَلَا يُعْطِيهِ الْإِسْتِغْفَارَ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الْعُفْرَانَ وَلَا يُعْطِيهِ  
التَّوْبَةَ إِلَّا وَقَدْ أَعَدَّ لَهُ الْقُبُولَ وَلَا يُعْطِيهِ الصَّدَقَةَ إِلَّا وَقَدْ  
أَعَدَّ لَهُ التَّقْبَلَ

(ترجمہ) : (۱۱۶) نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ  
تبارک و تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو پانچ چیزیں عطا فرماتا ہے تو ان کے ضمن  
میں پانچ نعمتیں مزید مرحمت فرماتا ہے جسے شکر گزاری ۱۱۵۔ بخشتا ہے اسے  
نعمتوں میں اور ترقی بھی بخشتا ہے جسے اپنی بارگاہ میں دعا اور عرض حاجت کی  
توفیق دیتا ہے اس کی قبولیت ۱۱۶۔ کا سامان بھی مہیا فرمادیتا ہے۔ جسے استغفار  
اور طلب مغفرت کا شوق عنایت فرماتا ہے اس کی بخشش کا بھی انتظام فرمادیتا  
ہے۔ جسے توبہ و انابت الی اللہ کا شوق دیتا ہے اسے قبولیت سے بھی مشرف فرماتا  
ہے۔ اور جسے راہ خدا میں (خلوص قلب، صدق نیت سے) صدقہ و خیرات کا  
جذبہ مرحمت فرماتا ہے اسے قبولیت سے ۱۱۷۔ بھی بہرہ مند فرماتا ہے۔  
(مبارک ہیں وہ بندگان خدا، جو ان نعمتوں سے سرفراز و بہرہ ور فرمائے جائیں  
الہی ہمیں بھی توفیق خیر عطا فرما اور اپنے نیکو کار بندوں میں امثالاً آمین)۔

تشریح : ۱۱۵۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ  
احسان مانو گے (اور شکر بجالاؤ گے) تو میں تمہیں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ اس  
آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت بڑھتی اور نعمت الہی زیادتی و فزونی ہوتی ہے۔ شکر

کی اصل یہ ہے کہ منعم کی نعمت کا اعتراف کیا جائے اور آدمی نعمت کا تصور اور اس کا اظہار کرے اور نفس کو اس کا عادی و خوگر بنائے۔ یہاں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم و احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے ان نعمتوں کی قدر کرتا اور اس پر اس دینے والے کی مدح و ستائش اور حمد و ثناء بجالاتا ہے تو اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ منعم کی محبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف التفات باقی نہ رہے اور ان حجابات لطیف سے گزر کر، نظر اپنے مولائے رؤف و رحیم پر رکھے۔ اسی کو فاعل حقیقی سمجھے یہ مقام صدیقیوں کا ہے اور شکر گزاری کا اعلیٰ مرتبہ ۱۱۶۔ ایک دعا سے آدمی کو پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ عابدوں کے گروہ میں داخل ہوتا ہے کہ دعائی نفسہ عبادت بلکہ سر عبادت (دعا کا مغز) ہے (۲) دعا کرنے والا اپنے عجز و احتیاج کا اقرار اور پروردگار کے کرم و قدرت کا اعتراف کرتا ہے (۳) وہ حکم شرعی کی تعمیل کرتا ہے کہ شارع نے اس پر تاکید فرمائی۔ اور نہ مانگنے پر غضب الہی کی وعید آئی (۴) وہ سنت کا اتباع کرتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ بہ کثرت دعائے مانگتے اور اوروں کو تاکید فرماتے۔ (۴۵۰) اس سے بلائیں نلتی اور مرادیں ملتی ہیں۔

آدمی اگر بلا سے پناہ چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور جو وہ کسی بات کی طلب کرتا ہے تو اپنی رحمت سے اسے عطا فرماتا ہے۔ یا آخرت میں ثواب بخشتا ہے۔ سرور معصوم ﷺ سے روایت ہے کہ دعا بندے کی تین باتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ (۱) یا اس کا گناہ بخشا جاتا ہے (۲) یا دنیا میں اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے (۳) یا اس کے لیے آخرت میں بھلائی جمع کی جاتی ہے کہ جب بندہ اپنی ان دعاؤں کا ثواب دیکھے گا جو دنیا میں مستجاب و مقبول نہ ہوئی تھیں تو تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی۔ اور سب یہیں کے لیے جمع رہتیں (احسن الدعای وغیرہ) ۷۱۱۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے (ترمذی)۔

مسلمان کا سایہ قیامت کے دن اس کا صدقہ ہوگا (امام احمد)۔  
صدقہ خطا کو ایسے دور کرتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے (ترمذی)۔

صدقہ قبر کی حرارت کو دفع کرتا ہے (طبرانی)۔

مسلمان کا صدقہ عمر میں زیادتی کا سبب ہے بری موت کو دفع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت تکبر اور فخر کو دور فرمادیتا ہے (طبرانی)۔

صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے (طبرانی)۔

عزیزو دنیا کے جس مال و متاع سے تمہیں فائدہ نہ پہنچا تو تمہارے کس کام کا۔ تمہارے کام کا تو وہی ہے جو کھا لیا پن لیا۔ یا پھر آخرت کے لیے راہ مولیٰ میں نیک نیتی سے خرچ کر دیا وہ مال کب تمہارا ہے جسے جمع کیا اور دوسروں کے لیے چھوڑ دیا۔

عَنْ أَبِي بَكْرٍ لِبَصِيْقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْكَلْبِيِّ  
خَمْسُ حُبِّ الدُّنْيَا ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا التَّقْوَىٰ وَالذَّنْبُ  
ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا التَّوْبَةُ وَالْقَبْرُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا إِلهُ الْآ  
اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ وَالْآخِرَةُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا الْعَمَلُ  
الصَّالِحُ وَالصِّرَاطُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا الْيَقِيْنُ

(ترجمہ) : (۱۱۷) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ظلمتیں

پانچ قسم کی ہیں اور ان ظلمتوں کو مٹا دینے والے چراغ بھی پانچ طور کے ہیں۔

دنیا کی محبت میں ڈوب جانا ایک تاریکی ہے اور اس کا چراغ خدا ترسی اور

پرہیزگاری ہے نافرمانی و گناہ ایک تاریکی ہے اور اس کا چراغ (خدا سے لوگ لانا

اور) توبہ کرنا ہے۔ قبر بھی ایک ظلمت کدہ ہے (جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے)

اور اس میں روشنی کا سامان کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد ہے

آخرت کا گھر بھی تاریکیوں سے بھرا ہوا گھر ہے اور اس کا چراغ نیک اعمال

ہیں۔ اور پل صراط بھی ایک مقام تیرہ و تاریک ہے جس کا چراغ حقانیت اسلام

پر یقین کامل ہے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ (مَوْفُوفًا عَلَيْهِ  
 أَوْ مَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَوْلَا إِدْعَاءُ  
 الْغَيْبِ لَشَهِدْتُ عَلَى خُمْسِ نَفَرَانِهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْفَقِيرُ  
 الصَّاحِبُ الْعِيَالِ وَالْمَرَاءَةُ الرَّاضِي عَنْهَا زَوْجُهَا  
 وَالْمُتَصَدِّقَةُ بِمَهْرِهَا عَلَى زَوْجِهَا وَالرَّاضِي عَنْهُ أَبَوَاهُ  
 وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ

(ترجمہ) : (۱۱۸) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اور راوی کو اس میں  
 شک ہے کہ یہ خود ان کا قول ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی) کہ اگر  
 یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ میری طرف دعویٰ علم غیب کی نسبت کریں گے تو  
 میں پانچ افراد کے حق میں یقینی گواہی دیتا کہ وہ اہل بہشت سے ہیں۔

ان میں پہلا شخص اہل عیال والا، مفلس و نادار مسلمان ہے (کہ باوجود حاجت دست  
 سوال نہیں پھیلاتا)۔

دوسری وہ عورت کہ نیک چلن ہو اور اس کا شوہر اس سے ہمیشہ خوش رہے۔

تیسری وہ عورت جو اپنا ہر خوش دلی سے شوہر کو معاف کر دے۔

چوتھا وہ جس کے والدین اس سے خوش رہتے ہوں۔

اور پانچواں وہ شخص جس سے گناہ سرزد ہو جائے تو جتنی جلد ممکن ہو توبہ کرے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ خُمْسُ هُنَّ عِلْمَاتُ الْمُتَّقِينَ أَوْلِيَّهَا أَنْ

لَا يُجَالِسَ إِلَّا مَنْ يُصْلِحُ الدِّينَ مَعَهُ وَيَغْلِبُ الْفُرْجَ وَاللِّسَانَ

وَإِذَا أَصَابَتْ شَيْءٌ عَظِيمٌ مِنَ الدُّنْيَا يَرَاهُ وَبِالْأَوْلَادِ إِذَا أَصَابَتْ شَيْءٌ

عَظِيمٌ مِنَ الدِّينِ اعْتَمَ ذَلِكَ وَلَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ مِنَ الْحَلَالِ

خَوْفًا مِنْ أَنْ يَخَالِطَهُ حَرَامٌ وَيَرَى النَّاسَ كُلَّهُمْ قَدْ نَجَوْا

وَيَرَى نَفْسَهُ قَدْ هَلَكَتْ

(ترجمہ) : (۱۱۹) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ پانچ خصلتیں پرہیزگار نیکو شعار مسلمانوں کی نشانیاں ہیں۔

۱۔ ان کی نشست ۱۱۸ صبح و برخواست، صرف ان مسلمانوں کے ساتھ رہتی ہے جو ان کے دین کی اصلاح کرتے ہوئے ان کا ساتھ دیں۔

۲۔ وہ اپنی شرمگاہ اور اپنی زبان پر غالب رہتے (اور انہیں اپنے قابو میں رکھتے) ہیں۔

۳۔ ان کے ہاتھوں میں کوئی بڑی دنیوی نعمت آجائے تو اسے اپنے لیے بلا و آزمائش کی چیز سمجھتے ہیں اس کے برخلاف کوئی دینی منفعت حاصل ہو تو اسے غنیمت جانتے (اور اسے فضل خداوندی مانتے) ہیں۔

۴۔ وہ حلال غذا بھی اس لیے پیٹ بھر نہیں کھاتے کہ کہیں اس میں حرام کی آمیزش نہ ہو۔

۵۔ اور پانچویں یہ کہ وہ دوسرے تمام مسلمانوں کو اپنے نیک اعمال کے باعث نجات یافتہ تصور کرتے ہیں اور اپنے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ ہماری بد عملیاں ہمیں ہلاک کر ڈالنے کے لیے کافی ہیں۔

تشریح : ۱۱۸۔ صحبت و ہمتی کا موثر اور اس سے متاثر ہونا احادیث کرمہ سے ثابت ہے خواہ ہم نشین و صحبت باش، متقی و نیکو کار ہو یا بد چلن و بد کار۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اجھے اور برے ہم نشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مٹک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا مٹک والا یا تجھے مفت دے گا یا تو اس سے مول لے گا۔ اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی۔ اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلاوے گا یا تجھے اس سے بدبو آئے گی (بخاری و مسلم)۔“

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں ﷺ براہم نشین دھونکنے والے کی مثل ہے تجھے اس کی سیاہی نہ پہنچے تو دھواں تو پہنچے گا (ابوداؤد) تیسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو (ابن عدی) چوتھی حدیث میں ارشاد

فرمایا کہ برے ہم نشین سے دور بھاگ کہ تو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا (ابن عساکر پانچویں حدیث شریف میں ہے کہ آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو (ابوداؤد) ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ارشاد فرمایا کہ مصاحبت نہ کرو مگر مومن کی یعنی صرف مومن کمال کے پاس نشست و برخاست رکھو۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ تمہارا اچھا ساتھی وہ ہے کہ جب تو خدا کو یاد کرے وہ تیری مدد کرے اور جب تو بھولے تو وہ یاد دلائے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اچھا ہم نشین وہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے۔ اس کی گفتگو سے تمہارے نیک عمل میں ترقی ہو۔ اور اس کا قول و فعل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَوْلَا خَمْسٌ خِصَالٌ لَصَارَ  
النَّاسُ كُلُّهُمْ صَالِحِينَ أَوْلَاهَا الْقِنَاعَةُ بِالْجَهْلِ وَالْحِرْصُ  
عَلَى الدُّنْيَا وَالشُّبْحُ بِالْفَضْلِ وَالرِّيَاءُ فِي الْعَمَلِ وَالْإِعْجَابُ  
بِالرَّايِ

(ترجمہ) : (۱۲۰) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی نے فرمایا کہ اگر لوگوں میں پانچ بد خصلتیں نہ ہوتیں تو سب کے سب نیکو کار اور پارسا ہو جاتے (۱) اپنی جاہلت و بے علمی پر قناعت کر لینا (اور حصول علم کے لیے تک و دو سے بیٹھ رہنا) (۲) دنیا اور متاع دنیا کی ہوس (کہ اور ملے اور بڑھے) (۳) اپنی ذاتی خوبیوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں انتہائی بخل سے کام لینا۔ (۴) اپنے عمل ۱۱۹ میں نمود و نمائش کو شامل کر لینا۔ (۵) اپنی رائے اور تجربے کو دوسروں پر فوقیت دینا۔

تشریح : ۱۱۹۔ عبادت ہو خواہ کوئی اور عمل خیر و کارِ ثواب اس میں اخلاص قلبی اور نیک نیتی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ عمل میں خلوص نہ ہو اور کام محض دکھاوے کے لیے کیا جائے یہ بالاجماع حرام ہے اسی کا نام ریا ہے۔ اور حدیث شریف میں ریا کو شرک اصغر فرمایا ہے۔ ریا کی دو صورتیں ہیں اصل عبادت و کارِ ثواب



ہی ریا کے لیے انجام دینا مثلاً لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو سرے سے پڑھتا ہی نہیں۔ یہ ریا کے کمال ہے دوسری صورت یہ ہے کہ اصل عبادت میں ریا نہیں مگر وصف میں ریا ہے مثلاً کوئی نہ ہوتا تب بھی نماز پڑھتا ترک کر دیتا مگر دیکھنے والا موجود ہے تو خشوع و خضوع سے پڑھتا ہے اس کا گناہ پہلی صورت سے کم ہے۔

عَنْ جَمْهُورِ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْنَا أَجْمَعِينَ أَنَّ  
اللَّهَ تَعَالَى أَكْرَمَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَرَامَاتٍ  
أَكْرَمَهُ بِالْإِسْمِ وَالْجِسْمِ وَالْعَطَاءِ وَالْخَطَاءِ وَالرِّضَاءِ أَمَّا  
الْإِسْمُ فَنَادَاهُ بِالرَّسَالَةِ وَلَمْ يَنَادِهِ بِالْإِسْمِ كَمَا نَادَى جَمِيعَ  
الْأَنْبِيَاءِ مِثْلَ آدَمَ وَنُوحَ وَإِبْرَاهِيمَ وَغَيْرِهِمْ

(ترجمہ) : (۱۲۱) تمام علمائے محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو پانچ خصوصیتوں سے مشرف فرمایا (کہ حضور سے پہلے کسی کو نہ ملیں یعنی) آپ کو آپ کے اسم گرامی، جسم نورانی، عطائے ربانی، خطائے انسانی اور رضائے رحمانی میں سب سے ممتاز کیا۔ سب پر امتیاز دیا آپ کو نام نامی میں یہ امتیاز رکھا کہ آپ کو یَا أَيُّهَا الرَّسُولُ کہہ کر وصف رسالت سے خطاب فرمایا جب کہ آدم ۱۲۰؎ و نوح و ابراہیم اور دوسرے اولوالعزم انبیائے کرام کو ان کا نام لے کر ندا فرمائی۔

تشریح : ۱۲۰؎ قرآن کریم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرمایا ہے حضور کے

اوصاف جلیلہ و القاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ مثلاً یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ یَا أَيُّهَا الرَّسُولُ یَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ پس۔ طہ علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمائے کہ اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت! تو کیا کسی طرح محل ریب و شک باقی رہے گا اور کیا اس میں کسی وہم و گمان اور شک و شبہ کی گنجائش

رہے گی کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا ہے۔ اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سلطنت سے بڑھ کر پیارا ہے غرض ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یوم ست بپدر انبیاء خطاب  
یا ایما انبی خطاب محمد ست

وَأَمَّا الْجِسْمُ فَإِذَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا  
فَأَجَابَ هُوَ بِنَفْسِهِ عَنْهُ وَلَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ لِسَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ

(ترجمہ) : اور آپ کے جسم نورانی کو ممتاز کیا (اور آپ کی شخصیت کو سب پر تفوق دیا) اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (دین کی برتری کے لیے) جب بھی بارگاہ الہی میں دست سوال دراز کیا، مولائے کریم نے انہیں بہ نفس نفیس اس کا جواب دیا (اور انہیں ان کی مراد بخشی انہیں بامراد و شاد کام فرمایا) جب کہ دوسرے انبیائے کرام سے یہ معاملہ نہ فرمایا۔

وَأَمَّا الْعَطَاءُ فَأَعْطَاهُ بِالسُّؤَالِ وَأَمَّا الْخَطَاءُ فَذَكَرَ الْغَفْوَ قَبْلَ  
ذَلِكِ حَيْثُ قَالَ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ وَأَمَّا الرَّضَى فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ  
فِدْيَتَهُ وَلَا صَدَقَتَهُ وَلَا نَفَقَتَهُ كَمَا رَدَّهَا عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ

(ترجمہ) : اور عطا و بخشش میں خصوصیت کا عالم یہ ہے کہ اس نے آپ کو بلا سوال مرحمت فرمایا۔ اور خطائے انسانی میں آپ کو یہ خصوصیت مرحمت فرمائی کہ آپ کی کسی لغزش سے پہلے، غنوو و بخشش کا ذکر فرمایا جیسا کہ آیہ کریمہ عفا اللہ عنک سے عیاں ہے۔ اور رضا طلبی کا بیان یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نہ آپ کا فدیہ رو کیا۔ اور نہ آپ کا صدقہ و نفقہ (جو آپ نے راہ مولیٰ میں دیا) جب کہ دوسرے انبیائے کرام کے ساتھ جداگانہ معاملہ فرمایا۔

تشریح : ۱۳۱۔ ان کا رب عزوجل ان سے خطاب فرماتا ہے۔ اِنَّا اَعْطَيْنَكَ  
الْكُوْثَرَ اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائی

ہیں۔ ”آیہ کریمہ میں کوثر بروزن فوعل ہے اور یہ وزن مبالغہ کے لیے آتا ہے۔ لفظ کثرت  
تو خود ہی فراوانی، افزونی کے معنی میں ہے جب اسے بھی بروزن مبالغہ استعمال کیا گیا تو اس  
کے معنی کثرت بالائے کثرت اور فراوانی اور افزونی پر افزونی ٹھہرے یعنی بے انتہا کثرت،  
غیر محدود و کثرت اور بے شمار کثرت کہ کسی کے وہم و گمان میں نہ سما سکے۔

اس میں وہ اخلاق حمیدہ خصائل برگزیدہ، محاسن جمیلہ، محامد جلیلہ بھی شامل ہیں جن  
سے حضور اقدس ﷺ کو نوازا گیا۔ اور وہ نامتناہی احسانات و غیر محدود انعامات بھی داخل  
ہیں جن سے آپ کو سب سے مشرف و ممتاز فرمایا گیا۔ اس خیر کثیر میں دنیا و آخرت کی وہ  
ساری نعمتیں سارے انعامات بھی آجاتے ہیں جو آپ کو مرحمت فرمائے گئے اور عنایت  
فرمائے جائیں گے۔ آپ کو حسن ظاہر بھی دیا حسن باطن بھی نبوت عامہ کاملہ شاملہ بھی۔  
کتاب حکیم قرآن عظیم اور علم و حکمت بھی۔ شفاعت عظمیٰ بھی اور حوض کوثر بھی مقام  
محمود بھی اور کثرت امت بھی۔ اعدائے دین پر غلبہ بھی۔ اور کثرت فتوح بھی کثرت علوم  
بھی اور کثرت معارف اسلام بھی اور متبعین اسلام بھی۔ دنیا و آخرت کے تمام خزانے  
زمین و آسمان کے تمام خزینے بھی اور ان کی کنجیاں بھی غرض دینے والے نے انہیں سب  
کچھ دے کر انہیں مالک و مختار بنا دیا کہ جسے جو چاہیں دیں۔

۱۳۲۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ سے ابتدائے کلام و افحاح خطاب مخاطب کی تعظیم و تکریم اور  
اکرام و توقیر میں مبالغہ کے لیے ہے اور زبان عرب میں یہ عرف شائع ہے کہ مخاطب کی  
تعظیم کے موقع پر ایسے کلمات استعمال کیے جاتے ہیں۔ مقصود آیہ کریمہ سے یہ ہے کہ  
اے محبوب! اللہ تمہیں معاف فرمائے۔ گناہ سے تو تمہیں واسطہ ہی نہیں۔ جو کچھ ہوا وہ  
خلاف اولیٰ اور خلاف احتیاط تھا۔ تو لفظ عفو سے گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا۔ علماء  
فرماتے ہیں کہ جس نے اسے عتاب قرار دیا اس نے غلطی کی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ بْنِ خَمْسٍ مَنْ كُنَّ لِيْهِ

سَعِدَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَوْلَهَا أَنْ يَذْكُرَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ  
رَسُولُ اللَّهِ وَقْتًا بَعْدَ وَقْتٍ وَإِذَا ابْتُلِيَ بِبَلِيَّةٍ قَالَ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا  
إِلَيْهِ رَاجِعُونَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَإِذَا  
أُعْطِيَ بِنِعْمَةٍ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ شُكْرًا لِلنِّعْمَةِ  
وَإِذَا بَدَأَ فِي شَيْءٍ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَإِذَا  
أَفْرَطَ مِنْهُ ذَنْبًا قَالَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ

(ترجمہ) : (۱۲۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جو ان کا عادی ہو جائے تو دنیا و آخرت دونوں میں نیک بخت بن جائے (۱) و تَمَّا فَوَمَا كَلِمَةً طَيِّبَةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ كَادِرٌ كَرَامًا (۲) جب کسی ناگہانی آفت میں مبتلا ہو جائے تو (صبر اختیار کرے اور) یہ کلمے پڑھتا رہے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ (ہم اور ہمارا سب کچھ اللہ کی ملک ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے اور نہیں ہے گناہ سے بچنے کی طاقت اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ عظیم کی طرف سے) (۳) جب کسی نعمت سے بہرہ ور ہو تو شکر بجا لائے اور الحمد للہ رب العالمین پڑھے۔ (۴) جب کسی کام کا آغاز کرے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کرے۔ اور (۵) جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو (توبہ کرے اور) زبان سے یہ کلمے ادا کرے أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ (میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں رجوع لاتا ہوں)۔

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ خَمْسَةَ أَحْرَافٍ أَنْ الْعُنْيَةَ فِي الْقِنَاعَةِ وَأَنَّ السَّلَامَةَ فِي الْعُرْلَةِ وَأَنَّ الْحُرْمَةَ فِي رَفْضِ الشَّهْوَاتِ وَأَنَّ التَّمَشُّعَ فِي أَيَّامِ طَوِيلَةِ وَأَنَّ الصَّبْرَ فِي أَيَّامِ قَلِيلَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِغْتَنِمَ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسِ شَبَابِكَ قَبْلَ هَرَمِكَ  
وَصِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَحَيَاتِكَ قَبْلَ  
مَوْتِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ

(ترجمہ) : (۱۲۳) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ تورات  
میں پانچ نصیحت آمیز یہ کلمے مرقوم ہیں۔ تو نگری قناعت میں ہے سلامتی گوشہ  
تمہائی میں ہے۔ عزت و وقعت، خواہشات کے ترک میں ہے۔ اور دنیوی  
دولت و ثروت سے حقیقتہً فائدہ اٹھانا مدت دراز میں ہے (تاکہ آج کا کیا دھرا  
کل کام آئے) اور صبر کرنا قلیل مدت میں ہے (کہ دنیا چند روزہ ہے)۔

(۱۲۴) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے  
غنیمت جانو (اور ان سے فائدہ حاصل کرو) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے تندرستی کو بیماری سے  
پہلے تو نگری اور فراخ دستی کو ناداری و تنگ دستی سے پہلے زندگی کو اپنی موت سے پہلے اور  
اپنی فرصت کو اپنی مصروفیت سے پہلے۔

عَنْ يَهْيَىٰ بْنِ مَعَاذِ بْنِ الرَّازِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ مَنْ كَثُرَ شَبَعُهُ كَثُرَ  
لَحْمُهُ وَمَنْ كَثُرَ لَحْمُهُ كَثُرَتْ شَهْوَتُهُ وَمَنْ كَثُرَتْ شَهْوَتُهُ  
كَثُرَتْ ذُنُوبُهُ وَمَنْ كَثُرَتْ ذُنُوبُهُ قَلَسِي قَلْبُهُ وَمَنْ قَلَسِي قَلْبُهُ  
غَرِقَ فِي آفَاتِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ  
اخْتَارَ الْفُقَرَاءُ خَمْسًا وَاخْتَارَ الْأَغْنِيَاءُ خَمْسًا اخْتَارَ الْفُقَرَاءُ  
رَاحَةَ النَّفْسِ وَفَرَاعَةَ الْقَلْبِ وَعُبُودِيَّةَ الزَّبِّ وَخِفَّتِ  
الْحِسَابِ وَالذَّرَجَةَ الْعُلْيَا

(ترجمہ) : (۱۲۵) حضرت یحییٰ بن معاذ رازی کا منقولہ ہے کہ جو حکم سیر (پست  
بھرا کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے۔ اور جس  
کے بدن پر گوشت چڑھ جاتا ہے وہ شهوت پرست ہو جاتا ہے اور جو شوہر پرستی  
میں بڑھ جاتا ہے اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں

اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور رنگینوں میں غرق رہتا ہے۔ (اور انجام کار تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے)۔

(۱۲۶) حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں درویشوں نے پسند کیں اور پانچ باتیں دنیا دار تو نگروں نے۔ درویشوں نے جو عادتیں اختیار کیں وہ یہ ہیں اپنی جسم و جان کی راحت (ابدی)۔ جو جنت میں نصیب ہوگی) طمانیت و سکون قلبی اپنے مولیٰ کی پرستش و بندگی آخرت میں حساب و کتاب کی آسانی اور (بفضلہ تعالیٰ) بلند درجات پر ترقی اور تو نگروں نے جن پانچ خصلتوں کو اپنے لیے منتخب کیا وہ یہ ہیں۔ جسم و جان کے لیے مشقت (دنوی تغلرات میں) اول کی مشغولیت کسب دنیا میں مصروفیت (مال و منال کے باعث) حساب میں سختی و شدت اور (اپنی ہوس و دنیا داری کی پاداش میں) پست منزلت۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ النَّطَاكِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ خَمْسَةٌ هُنَّ مِنْ دَوَاءِ الْقَلْبِ مُجَالَسَةُ الصَّالِحِينَ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَخَلَاءُ الْبَطْنِ وَقِيَامُ اللَّيْلِ وَالتَّضَرُّعُ عِنْدَ الصَّبَاحِ

(ترجمہ) : (۱۲۷) حضرت عبداللہ انطاکی کا قول ہے کہ پانچ خصلتیں بیمار دلوں کے لیے موثر دوائیں ہیں۔ صالحین کی ہم نشینی و قربت قرآن کریم کی تلاوت حکم سیری سے پرہیز نماز تہجد کی پابندی ۱۲-۱۳ اور شب کے آخری حصہ میں گریہ و زاری۔

تشریح : ۱۲-۱۳ رات میں بعد نماز عشاء جو نوافل پڑھے جائیں ان کو صلاۃ اللیل یا قیام اللیل کہتے ہیں۔ اسی صلوۃ اللیل کی ایک قسم نماز تہجد ہے البتہ فرض عشاء و سنن کے بعد سو کر اٹھنا اس کے لیے ضروری ہے۔ سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں اور جتنا بھی پڑھیں وہ تہجد نہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں مروی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ رب عزوجل ہر رات میں جب پہلی تہائی باقی رہتی ہے۔ آسمان دنیا پر تجلی خاص فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے

ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی بخشش کروں۔ اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مرد مسلمان (خواہ عورت) اس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جو بھلائی مانگے وہ اسے دے گا۔ اور یہ ہر رات میں ہے۔" بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں حضور ﷺ قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کئے جائیں گے۔ اس وقت منادی پکارے گا کہہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی تھیں۔ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے۔ یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر اور لوگوں کے لیے حساب کا حکم ہوگا۔"

**چند مسائل :** (۱) کم از کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور حضور اقدس ﷺ سے آٹھ تک ثابت۔

(۲) جو شخص دو تہائی رات سونا چاہے اور ایک تہائی عبادت کرنا اسے افضل یہ ہے کہ پہلی اور پچھلی تہائی میں سوئے اور یہ بیچ کی تہائی میں عبادت کرے اور اگر نصف شب سونا اور نصف شب جاگنا چاہے تو پچھلی نصف میں عبادت افضل ہے۔

(۳) جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اسے چھوڑنا مکروہ ہے کہ فرمایا اعمال میں زیادہ پسند اللہ عزوجل کو وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

عَنْ جَمْهُورِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْفِكْرَةَ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجِهٍ فِكْرَةٌ فِي آيَاتِ اللَّهِ يَتَوْلَدُ مِنْهَا التَّوْحِيدُ وَالْيَقِينُ وَفِكْرَةٌ فِي آيَاتِ اللَّهِ تَعَالَى يَتَوْلَدُ مِنْهَا الْمَحَبَّةُ وَفِكْرَةٌ فِي وَعْدِ اللَّهِ تَعَالَى يَتَوْلَدُ مِنْهَا الرَّغْبَةُ وَفِكْرَةٌ فِي وَعِيدِ اللَّهِ تَعَالَى يَتَوْلَدُ مِنْهَا الْهَيْبَةُ وَفِكْرَةٌ فِي تَقْصِيرِ نَفْسِهِ عَنِ الطَّاعَةِ مَعَ إِحْسَانِ اللَّهِ إِلَيْهِ يَتَوْلَدُ مِنْهَا الْحَيَاءُ

(ترجمہ) : (۱۲۸) جملہ علمائے کرام اس امر پر متفق ہیں کہ اگر کوئی پانچ قسم پر

ہے آیات الہیہ (جن میں خود انسانی تخلیق اعلیٰ درجہ کی آیت و نشانی ہے۔ ان) میں غور کرنا اس سے توحید باری اور اس پر کامل یقین کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور آسائش پر غور کرنا اس سے محبت الہی نصیب ہوتی ہے۔ (۳) خدائے بزرگ و برتر کے وعدوں پر غور کرنا اس سے شوق ملاقات میں اضافہ ہوتا ہے۔ (اور اس سے مقام محبت ملتا ہے) (۴) اللہ تعالیٰ کی وعیدوں (اور مقررہ بیان کردہ سزاؤں) میں غور و فکر کرنا اس سے ہیبت اور خشیت الہی پیدا ہوا ہوتی ہے۔

(۵) اپنی نافرمانیوں اور کوتاہیوں میں غور کرنا جو باوجود عطاۓ خداوندی اس سے سرزد ہوتی ہیں اس سے حیاء شرم پیدا ہوتی ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ بَيْنَ يَدَيِ التَّقْوَى خُمْسُ عَقَابٍ مَنْ  
جَاوَزَهَا نَالَ التَّقْوَى أَوْلَهَا اِخْتِيَارُ الشَّدَّةِ عَلَى النِّعْمَةِ وَثَانِيهَا  
اِخْتِيَارُ الْجُهْدِ عَلَى الرَّاحَةِ وَمَالِهَا اِخْتِيَارُ الدَّلِّ عَلَى الْعُرُورِ  
وَرَابِعُهَا اِخْتِيَارُ الشُّكُوتِ عَلَى الْفُضُولِ وَخَامِسُهَا اِخْتِيَارُ  
الْمَوْتِ عَلَى الْحَيَاةِ

(ترجمہ) : (۱۲۹) ایک بندہ حق نوا کا مقولہ ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری کے حصول کی راہ میں پانچ دشوار گزار سنگ و تار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو ان راستوں سے امن و سلامتی سے گزر جائے گا۔ تقویٰ و پارسائی کی لازوال دولت اسے دستیاب ہو جائے گی (اور جو ہلچل کے رہ گیا، وہ رہ گیا اوہرا ان میں پہلی گھائی یہ ہے کہ مشقت و شدت کو تن آسانی و نعمت پر ترجیح دے دوسری گھائی یہ ہے کہ سعی و کوشش کو راحت و آرام پر مقدم رکھے۔ تیسری گھائی یہ ہے کہ تواضع و فروتنی کو کبر و نخوت پر فوقیت دے۔ چوتھی گھائی یہ ہے کہ سکوت و خاموشی کو ہرزہ سرائی اور لغو گوئی پر اختیار کرے۔ اور پانچویں گھائی یہ ہے کہ (فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی ہو تو) اپنی موت ۱۲۸ کو (اپنی پر آشوب)



زندگی سے زیادہ وقعت و اہمیت دے۔

**تشریح :** ۱۲۸۔ رنج و مصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی تمنا و آرزو کرنا شرعاً ممنوع

ہے۔ اے عزیز! وہاں کے لیے کیا جمع کیا کہ یہاں سے بھاگتا ہے۔ اگر

موت کی شدت و سختی سے واقف ہو تو آرزو کرے کہ کاش تمام دنیا کی تکلیف مجھ پر ہو

اور چند روز موت سے مہلت ملے۔ سید عالم علیہ السلام فرماتے ہیں رنج کے سبب سے موت

کی آرزو نہ کرو اگر ناچار ہو جاؤ تو یہ کہو **اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي**

**وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي** خدایا مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق

میں بہتر ہے۔ اور مجھے وفات دے جس وقت موت میرے حق میں بہتر ہو۔

ایک شخص نے پوچھا بہتر لوگوں کون ہیں؟ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور کام اچھے۔

عرض کی بدتر لوگوں میں کون ہے۔ فرمایا جس کی عمر بڑی ہو اور کام برے۔ پس نیکو کار کے

واسطے زندگی نعمت اور بدکار کے لیے عمر دراز قسامت (عذاب و وبال) اور رنج و مصیبت

سے گھبرانے کی قید اس لیے ہم نے ذکر کیا کہ آرزو و تمنائے موت اگر وصل الہی کے

کمال شوق اور بندگان صالحین سے ملاقات کے اشتیاق کے باعث ہو تو یہ درست ہے

حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کرتے ہیں **تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَالْحَقْنِي**

**بِالصَّالِحِينَ** اسی طرح جب دین میں فتنہ دیکھے تو اپنے مرنے کی دعا اور موت کی

چاہت جائز ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیوی مضرتوں مصیبتوں سے بچنے کے لیے موت کی

تمنا ناجائز ہے۔ اور دینی مضرتوں کا اندیشہ ہو تو جائز ہے۔

**عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّجْوَى يُحْصِنُ الْأَسْرَارَ وَالصَّدَقَةَ**

**تُحْصِنُ الْأَمْوَالَ وَالْإِحْلَاصُ يُحْصِنُ الْأَعْمَالَ وَالصَّدَقُ**

**يُحْصِنُ الْأَقْوَالَ وَالْمَشُورَةُ تُحْصِنُ الْأَرْوَاحَ**

(ترجمہ) : (۱۳۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کہ آپ نے ارشاد فرمایا سرگوشی

درازداری، تمام بھیدوں کی حفاظت کرتی ہے۔ صدقہ و خیرات مال و دولت کو

نباہی سے بچاتا ہے۔ اخلاص و نیک نیتی اعمال صالحہ کو اپنی حفاظت میں لے لیتی

ہے۔ زبان کی سچائی آدمی کے کلام کو بے اعتباری سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور باہمی مشورے سے کسی کام کو انجام دینا رائے و تدبیر کو بریاد نہیں ہونے دیتا۔ ایک کی رائے میں کوئی خامی ہوتی ہے تو دوسرے کی رائے سے اس کی اصلاح و عطفانی ہو جاتی ہے۔ اور نقص دور ہو جاتا ہے۔

قال النبي عليه السلام إن في جمع المال خمسة أشياء العناء في جمعه والشغل عن ذكر الله بإصلاحه والخوف من ساليه وسارقه وإحتمال اسم البخيل لنفسه ومفارقة الصالحين من أجله وفي تفريقه خمسة أشياء راحة النفس من طلبه والفراغ لذكر الله من حفظه والأمن من ساليه وسارقه واكتساب اسم الكريم لنفسه ومصاحبة الصالحين لفراقه

(ترجمہ) : (۱۳۱) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مال دولت کی تحصیل میں پانچ آئیں پوشیدہ ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی اس کی ہوس و طلب میں مارا مارا پھرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی نگرانی و حفاظت آدمی کو یاد الہی سے غافل کر دیتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس مال کے چھن جانے یا چوری ہو جانے کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ اسے بخیل جیسے بد لقب سے لوگوں میں شہرت پا جانے کا خطرہ و احتمال رہتا ہے اور پانچویں آفت یہ ہے کہ اس کی بدولت، صالحین کی محبت و ہم نشینی سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ اور (ان تمام امور کے برخلاف) مال دولت سے فرقت و کنارہ کشی اختیار کر لی جائے تو آدمی کو پانچ فائدے ہاتھ آتے ہیں (۱) مال کی ہوس میں مشقتوں سے نجات (۲) اس کی نگہداشت و حفاظت میں صرف ہونے والے وقت کی بچت اور ذکر الہی کے لیے فراغت (۳) مال کے چھن جانے یا چوری ہو جانے کے ٹھکرات سے دل کا مامون و مطمئن ہونا (۴) (راہ مولیٰ میں مال، فقراء پر تقسیم کر دینے کے باعث) یہ احتمال

کہ لوگ اسے سخی کہیں گے۔ (۵) اور یہ کہ اسے اطمینان سے بندگان صالح کی ہم نشینی و قربت نصیب ہوگی۔

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجْتَمِعُ فِي هَذَا الزَّمَانِ  
لِأَحَدٍ مَالٌ إِلَّا وَعِنْدَهُ خُمْسُ خِصَالِ طَوْلِ الْأَمَلِ وَحِرْصُ  
غَالِبٍ وَشَحْحٌ شَدِيدٌ وَقِلَّةُ الْوَرَعِ وَنِسْيَانُ الْآخِرَةِ

(ترجمہ) : (۱۳۲) حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آج کے اس دور میں جس شخص کی ملکیت میں مال و زر آجائے تو اس کے ساتھ ہی یہ پانچ خصلتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی۔ امنگوں اور آرزوؤں کا طولانی سلسلہ حرم و ہوس کا اس کی ذہنیت پر غلبہ انتہائی بجل اور کجھوسی کا ذخیرہ بے مائتگی اور ناخدا ترسی اور آخرت کی گرفت سے لاپرواہی و فراموشی۔

قال القائل :

يا خاطِبَ الدُّنْيَا اِلَى نَفْسِهِ اِنَّ لَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ خَلِيْلًا  
تَسْتَكِيحُ الْبُعْلَ وَقَدْ وَطِئَتْ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ مِنْهُ بَدِيْلًا  
مَا اَقْبَلَ الدُّنْيَا لِخُطَابِهَا لِقَتْلِهِمْ قَتِيْلًا قَتِيْلًا  
اِنِّي لَمُعْتَرٌ وَاَنَّ الْبَلَاءَ يَعْمَلُ فِي جِسْمِي قَلِيْلًا قَلِيْلًا  
تَزُوْدُو الْيَمُوْتِ زَادًا فَقَدْ نَادَى الْمُنَادِي الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلًا  
کسی شاعر نے کیسے اچھے انداز میں یہ مضمون باندھا ہے کہ۔

۱۔ اے دنیاؤں کے طلبکار! یہ دنیا تیری نہیں بن سکی یہ ہر روز اپنا نیا شیدائی ڈونڈ لیتی ہے (اور توجہ کسی پر نہیں دیتی)۔

۲۔ یہ روز نیا شوہر بناتی ہے۔ اور ہر شوہر سے قربت کے مزے لوٹ کر (اسے ناکارہ بنا کر) چھوڑ دیتی اور دوسرے کو اس کا قائم مقام بنا لیتی ہے۔

۳۔ یہ بدکارہ اپنے خواہشمندوں کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ (اپنے جان گلہ از دل فریب ناز و انداز سے اسے بھانک کر) آہستہ آہستہ ان کی جان لے لیتی

ہے۔

۴۔ ہم فریب نفس میں مبتلا ہیں اور دنیوی بلائیں تھوڑا تھوڑا زہر ہمارے جسموں میں پوست کر رہی ہیں۔

۵۔ اے بندگانِ خدا، سفرِ آخرت کے لیے توشہ تیار رکھو کہ ہاتھ غیبی بار بار کوچ کا اعلان کر رہا ہے۔

عَنْ حَاتِمِ الْأَصَمِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ قَالَ الْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ الْإِذَا فِي خَمْسِ مَوَاضِعَ فَإِنَّهَا مِنْ مَسْنِنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِطْعَامُ الضَّيْفِ إِذَا نَزَلَ تَجْهِيْزُ الْمَيِّتِ إِذَا مَاتَ وَتَرْوِيْحُ الْبَيْتِ إِذَا بَلَغَتْ وَقَضَاءُ الدُّيْنِ إِذَا وَجِبَ وَالتَّوْبَةُ مِنَ الذَّنْبِ إِذَا فَرَطَ

(ترجمہ) : (۱۳۳) حضرت حاتمِ اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ عجلت پسندی اور ہر کام میں جلد بازی، شیطان کی جانب سے ہے۔ مگر پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں جلدی کرنا (اور ٹال مٹول نہ کرنا) نبی کریم ﷺ کی سنت کریمہ ہے۔

۱۔ گھر میں مہمان آجائے تو جلد از جلد اسے کھانا پیش کرنا (نہ معلوم سفر میں اسے کب اور کہاں کھانا میسر ہوا۔ بلکہ ملا بھی یا نہیں)۔

۲۔ کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو اس کے نہلانے، کفن پہنانے اور دفنانے کا جلدی بندوبست کرنا۔

۳۔ لڑکی بالغ ہو جائے اور اچھی جگہ سے پیام آئے تو بلا درلج اس کی شادی سے فارغ ہو جائے۔

۴۔ کسی کا قرض آتا ہو تو جب ادائیگی میسر ہو کسی تاخیر کے بغیر اسے ادا کر دے۔

۵۔ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پہلی فرصت میں توبہ شرعیہ ۳۱۲۹ بجالات۔

تشریح : ۱۲۹۔ یعنی توبہ صادقہ۔ جس کا اثر توبہ کرنے والے اعمال میں ظاہر ہو۔ اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور گناہوں

سے مجتنب اور دور و نفور رہے۔ یہی توبہ نصوح ہے اور اسی کے بارے میں حضرت عمر فاروق اعظم اور دوسرے صحابہ کرام نے فرمایا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے۔ اور کوئی خواہش اسے معصیت و نافرمانی پر آمادہ نہ کر سکے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں آسکتا۔

اور یہ بات اس سے قبل بھی بیان کی جا چکی ہے کہ توبہ کرنے سے مراد ہے باز آنا نام ہونا اور عزم ترک کے ساتھ عذر خواہی کرنا، تو جو لوگ اپنی بد کرداریوں پر قائم رہیں ان پر اصرار کریں اور محض دکھاوے کے لیے زبان سے توبہ توبہ کرتے رہیں۔ ان پر سزا بھی قائم رہتی ہے توبہ اور قبول توبہ کا مضمون قرآن کریم میں بار بار آیا ہے اور بعض مقامات پر توبہ کے ساتھ قید اصلاح احوال کی لگی ہوئی ہے یعنی جو گناہ ان سے سرزد ہوئے ان سے باز آجائے اور اپنے احوال کی اصلاح بھی کر لیں اور ان پر توبہ کے آثار بھی نمایاں ہو جائیں تو اب سمجھنا چاہیے کہ وہ توبہ کر چکے اور دل سے ان بد کرداریوں سے باز آچکے۔

اس لیے اب ان بد اعمالیوں پر اسے ملامت نہ کی جائے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ جو گناہ سے توبہ کر لے (کہہ جو کر چکا) اس پر ندامت ہو اور مستقبل میں ترک معصیت پر عزم بالجزم ہوا تو وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا۔ اور توبہ میں تاخیر کرتے رہنا یہ شان مسلم کے خلاف ہے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الدُّورِيِّ شَقِيَّ ابْلِيسَ بِخَمْسَةِ اَشْيَاءَ لَمْ يَقْرَ بِالذَّنْبِ وَلَمْ يَنْدَمْ وَلَمْ يَلْمِ نَفْسَهُ وَلَمْ يَعْزَمْ عَلَى التَّوْبَةِ وَقَطَعَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَسَعِدَ اَدَمُ بِخَمْسَةِ اَشْيَاءَ اَقْرَبَ بِالذَّنْبِ وَنَدَمْ عَلَيْهِ وَلَا مَ نَفْسَهُ وَاسْرَعَ فِي التَّوْبَةِ وَلَمْ يَقْطَعْ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ

(ترجمہ) : (۱۳۴) حضرت محمد بن دوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ

پانچ نالائق حرکتوں کے باعث ابلیس لعین ابدی مردود و بد بخت بنا نہ اس نے اپنے گناہ و نافرمانی کا اقرار کیا۔ نہ اس پر شرمسار و نادام ہوا نہ اس پر اپنے نفس کو ملامت کی۔ نہ توبہ پر آمادہ ہوا بلکہ اور رحمت سے ناامید ہو گیا۔

جب کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے ابدی سعادت و نیک بختی، پانچ خوبیوں کی بدولت حاصل کی۔ (۱) آپ نے اپنی خطا و لغزش کا اعتراف کیا۔ (۲) اس پر نادام و پشیمان ہوئے۔ (۳) اپنی فروگزاشت پر خود کو ملامت کی۔ (۴) توبہ استغفار میں بلا دروغ مصروف ہو گئے (۵) اور رحمت الہی سے ناامید نہ ہوئے (یہی طریقہ و معمول بنی آدم کا ہونا چاہیے کہ اپنی کوتاہی کا اقرار کرے۔ شرمسار و نادام ہو۔ خود کو ملامت کرے اور توبہ میں مصروف رہے رحمت حق سے مایوس نہ ہو۔)

۱۳۰۔ طبرانی و حاکم و ابو نعیم و بیہقی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکر توبہ میں حیران تھے۔ اس پریشانی کے عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سہراٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ میں سمجھا تھا کہ بارگاہ الہی میں وہ مرتبہ کسی کو نصیب نہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا۔ لہذا آپ نے اپنی دعائیں رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا الْآيَةَ (یعنی اپنے قصور و خطا کے اعتراف) کے ساتھ یہ عرض کیا کہ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهِ عَلَيْكَ أَنْ تَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي (یارب میں تجھ سے میرے بندہ خاص محمد مصطفیٰ ﷺ کے جاہ و مرتبت کے طفیل میں اور اس کرامت و عزت کے صدقہ میں جو انہیں میرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی۔)

تنبیہ ضروری : ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل وضع کرنا یہ ممنوع ہے۔ اور انبیائے کرام معصوم ہیں۔ ان سے گناہ سرزد ہوتا نہیں۔ اس لیے یہاں ظلم خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ

ہے جو چاہے فرمائے۔ اس میں ان کی عزت ہے دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کلمہ زبان پر لائے۔ ہمیں تعظیم و توقیر اور ادب و طاعت کا حکم فرمایا ہم پر یہی لازم ہے اور تواضع و انکسار کے کلمات کو اپنی جرات کے لیے سند بنانا انتہائی بے باکی و جسارت ہے۔

عَنْ شَفِيقِ بْنِ الْبَلْخِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ قَالَ عَلَيْكُمْ بِخَمْسٍ خِصَالٍ فَاعْمَلُواهَا عِبُدُوا اللَّهَ بِقَدْرِ حَاجَتِكُمْ إِلَيْهِ وَخُزُوا مِنَ الدُّنْيَا بِقَدْرِ عُمْرِكُمْ فِيهَا وَأَذِيبُوا اللَّهَ بِقَدْرِ طَاقَتِكُمْ عَلَى عَزَابِهِ وَتَزَوُّدُوا فِي الدُّنْيَا بِقَدْرِ مَكْتَبِكُمْ فِي الْقَبْرِ وَاعْمَلُوا الْجَنَّةَ بِقَدْرِ تَرِيدُونَ الْقِيَامَ فِيهَا

(ترجمہ) : (۱۳۵) حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ باتوں کا التزام کرو اور ان پر ہمیشہ کاربند رہو (۱) اپنی حاجت کے مطابق اپنے اللہ عزوجل کی پرستش کرو (اور ضرورتیں تمہارے دم کے ساتھ ہیں تو پھر بندگی رب تعالیٰ سے غفلت کیسی) (۲) دنیا کا اتنا ہی ساز و سامان لو جو تمہیں تمہاری عمر ختم ہونے تک کام آئے (اور موت کا وقت معلوم نہیں تو ہوس کا حاصل، یہی تعب و مشقت ہے) (۳) خداوند قدوس کی نافرمانی اسی حد تک کرو جس حد تک تم اس کا عذاب برداشت کر سکتے ہو (اور آخرت کی جانکاه آفتوں کی برداشت کون کر سکتا ہے تو پھر یہ شبِ دروز و نافرمانیاں کیوں) (۴) دنیا سے اتنا ہی توشہ لو جو قبر میں قیام تک تمہارے کام آئے (مگر وہ توشہ تو اعمالِ صالحہ کا ہے۔ دنیا وہاں کام نہ آئے گی تو بیش از بیش طاعت و عبادت میں مصروف رہو) (۵) جنت میں جیسا مقام و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہو اسی اعتبار سے نیکیاں اور بھلائیاں کماؤ۔

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَأَيْتُ جَمِيعَ الْاِخْلَاءِ فَلَمْ اَرَ خَلِيلاً اَفْضَلَ مِنْ حِفْظِ اللِّسَانِ وَرَأَيْتُ جَمِيعَ اللِّبَاسِ فَلَمْ اَرَ لِبَاسًا اَفْضَلَ مِنَ الْوَرَعِ وَرَأَيْتُ جَمِيعَ الْمَالِ فَلَمْ

أَرْمَالًا أَفْضَلَ مِنَ الْقَنَاعَةِ وَرَأَيْتُ جَمِيعَ الْبِرِّ فَلَمْ أَرِبْرًا  
أَفْضَلَ مِنَ النَّصِيحَةِ وَرَأَيْتُ جَمِيعَ الْأَطْعِمَةِ فَلَمْ أَرَ طَعَامًا  
الَّذِينَ الصَّبْرِ

(ترجمہ) : (۱۳۶) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ میں اپنے تمام خیر خواہوں اور چاہنے والوں کو پرکھ کر دیکھ لیا۔ لیکن زبان کی نگہداشت سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہ پایا۔ میں نے تمام پوشاکوں کا معائنہ کر لیا لیکن تقویٰ سے بہتر میں نے کوئی پوشاک نہ دیکھی ہر قسم کا دنیوی مال و متاع میرے ملاحظہ میں آیا لیکن قناعت سے بہتر میں نے کوئی دولت نہ پائی۔ ہر قسم کی نیکو کاریاں اور اطاعت گزاریاں میرے مشاہدے سے گزریں لیکن میں نے خیر خواہی و خیر سگالی سے بہتر کوئی نیکی نہ دیکھی اور میں نے انواع و اقسام کے بہترین کھانوں کا تجربہ کیا لیکن جو ذائقہ میں نے صبر و تحمل میں پایا وہ کہیں میسر نہ آیا۔ (غرض زبان 'بہترین خیر خواہ ہے' تقویٰ بہترین پوشش ہے۔ قناعت سب سے بڑی دولت ہے۔ خیر خواہی عظیم نیکی ہے اور صبر بہترین غذا ہے۔)

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ أَنَّهُ قَالَ الزُّهْدُ خَمْسٌ خِصَالُ الثَّقَةِ  
بِاللَّهِ وَالتَّوَكُّلُ عَلَى اللَّهِ وَالْإِخْلَاصُ فِي الْعَمَلِ وَاحْتِمَالُ  
الظُّلْمِ وَالْقَنَاعَةُ بِمَا فِي الْيَدِ عَنْ بَعْضِ الْعُبَادِ أَنَّهُ قَالَ فِي  
الْمُنَاجَاةِ أَلَسِي طَوَّلُ الْأَمَلِ غَرَبِي وَحُبُّ الدُّنْيَا أَهْلَكَنِي  
وَالشَّيْطَانُ أَضَلَّنِي وَالنَّفْسُ الْأَمَارَةُ بِالسُّوءِ عَنِ الْحَقِّ مَنَعَنِي  
وَقَرِينُ السُّوءِ عَلَيَّ الْمَعْصِيَةَ أَعَانَنِي فَأَغْوَيْتَنِي يَا غِيَاثَ  
الْمُسْتَغِيثِينَ فَإِنْ لَمْ تَرْحَمْنِي فَمَنْ ذَا الَّذِي يَرْحَمُنِي غَيْرَكَ

(ترجمہ) : (۱۳۷) کسی صاحب بصیرت کا قول ہے کہ زہد نام ہے پانچ خصلتوں (کے مجموعے) کا (۱) اپنے رب عزوجل پر کامل اعتماد (۲) اللہ دنیا سے کنارہ کشی و اجتناب (۳) عمل میں نیک نیتی و اخلاص۔ (۴) دنیا پرستوں کی زیادتی و ظلم کی



برداشت (۵) اور جتنی دنیا میسر ہے اس پر قناعت (نہ خالق سے کوئی شکوہ نہ مخلوق سے کوئی گلہ)۔

(۱۳۸) کسی بندہ بندگی شعار، اطاعت گزار سے منقول ہے کہ وہ اپنی مناجات (اور دربار الہی میں عرض حاجات میں کہا کرتے خداوند! میری آرزوؤں کے سلسلہ و راز نے مجھے فریب دیا۔ دنیائے دوں کی محبت نے مجھے ہلاکت میں ڈالا۔ شیطان رحیم نے مجھے راہ راست سے بہکایا۔ نفس امارہ نے مجھے حق گزینی سے باز رکھا اور برے ہم نشینوں نے مجھے برائی پر اکسایا تو اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس! میری دیکھیری فرما تو نے (رحیم و کریم ہوتے) مجھے در و دریا پھر اور کون ہے جو میرے حال زار پر توجہ فرمائے اور مجھے اپنے کرم سے نوازے۔

قَالَ يَحْيَىٰ بْنِ مَعَاذِ الرَّاذِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْمُنَاجَاةِ إِلَهِي لَا  
يَطِيبُ اللَّيْلُ إِلَّا بِمُنَاجَاةِكَ وَلَا يَطِيبُ النَّهَارُ إِلَّا بِطَاعَتِكَ وَلَا  
يَطِيبُ الدُّنْيَا إِلَّا بِذِكْرِكَ وَلَا تَطِيبُ الْآخِرَةُ إِلَّا بِعَفْوِكَ وَلَا  
تَطِيبُ النَّجَّةُ إِلَّا بِرُؤُوسِكَ

(ترجمہ) : (۱۳۹) کے تحت جو حدیث مندرج ہے وہ (۱۱۵) کے تحت گزر چکی ہے۔ قارئین وہاں دیکھ لیں۔

(۱۳۰) حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی مناجات میں یہ کلمات طیبہ بھی منقول ہیں کہ آپ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی۔  
”الہی رات کی یہ ساعتیں تجھ سے مناجات اور عرض حاجات کیے بغیر غمگوار نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور دن کی یہ گھنٹیاں اس وقت تک پر رونق نہیں ہو سکتیں جب تک تیری بندگی و طاعت اس میں حاصل نہ ہو دنیا کی رعنائیاں اس وقت تک طرب انگیز نہیں بن سکتیں۔ جب تک ان میں تیرا ذکر تیری یاد داخل نہ ہو اور آخرت کی راحتوں آسائشوں میں سکون قلب اس وقت تک میسر نہیں آسکتا ہے جب تک تیری بخشش و عطا شامل حال نہ ہو اور فردوس بریں کی نعمتوں میں اس وقت تک بہار نہیں آسکتی جب تک اس وقت“

تیرے دیدار سے آنکھیں سرشار نہ ہوں۔

**تشریح :** ۱۳۱۔ دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی کریم ﷺ کے لیے خاص ہے اور آخرت میں ان شاء اللہ تعالیٰ ہر سنی مسلمان کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے۔ صحیح احادیث کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہیں کہ جب جنتی جنت میں جائیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں؟ عرض کریں گے تو نے ہمارے چہرے روشن کیے جنت میں داخل کیا جنم سے نجات دی۔ (اب اور کیا چاہیے) اس وقت وہ پردہ کہ مخلوق پر تھا اٹھ جائے گا اور خدائے تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہو گا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے ماہتاب کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں۔ اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلی فرمائے گا اور اس وقت یہ راز آشکار ہو گا کہ دیدار الہی سے بڑھ کر کوئی نعمت کوئی دولت نہیں۔ الہی ہمیں بھی اپنے وجہ کریم کی زیارت نصیب فرما۔ صدقہ اپنے محبوب ﷺ کا۔

رہا قلبی دیدار یا خواب میں زیارت کریم۔ تو یہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام بلکہ اولیاء کے لیے بھی حاصل ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو خواب میں سو بار زیارت ہوئی۔

**تنبیہ جلیل :** اس کا دیدار بلا کیف ہے یعنی دیکھیں گے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ جس چیز کو دیکھتے ہیں اس سے کچھ فاصلہ مسافت کا ہوتا ہے نزدیک یا دور اور وہ چیز دیکھنے والے سے کسی جنت میں ہوتی ہے۔ اوپر یا نیچے دائیں یا بائیں آگے یا پیچھے اور اس کا دیکھنا ان سب باتوں سے پاک ہو گا پھر زہا یہ کہ کیوں کر ہو گا یہی تو کہا جاتا ہے کہ کیوں کر کو یہاں دخل نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے اس وقت تمام دین کے اور وقت دیدار نگاہ اس کا احاطہ کر لے یہ محال ہے۔



## باب السداسی

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةُ أَشْيَاءَ هُنَّ غَرِيبَةٌ  
 فِي سِتَّةِ مَوَاضِعَ الْمَسْجِدِ غَرِيبٌ فِيمَا بَيْنَ قَوْمٍ لَا يُصَلُّونَ  
 فِيهِ وَالْمُصْحَفُ غَرِيبٌ فِي مَنْزِلِ قَوْمٍ لَا يَقْرُونَ فِيهِ وَالْقُرْآنُ  
 غَرِيبٌ فِي جَوْفِ الْفَاسِقِ وَالْمَرْأَةُ الْمُسْلِمَةُ الصَّالِحَةُ غَرِيبَةٌ  
 فِي يَدِ رَجُلٍ ظَالِمٍ سَيِّئِ الْخُلُقِ وَالرَّجُلُ الْمُسْلِمُ الصَّالِحُ  
 غَرِيبٌ فِي يَدِ امْرَأَةٍ رَدِيَّةٍ سَيِّئَةِ الْخُلُقِ وَالْعَالِمُ غَرِيبٌ بَيْنَ  
 قَوْمٍ لَا يَسْمَعُونَ إِلَيْهِ قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ  
 إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ نَظَرَ الرَّحْمَةِ

### چھ نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۳۱) حضور اکرم سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ چھ چیزیں  
 ایسی ہیں جو چھ مقامات پر بیگانہ و اجنبی سی رہتی ہے (اور ان کی بے حرمتی و حق  
 تلفی ہوتی ہے)۔

(۱) مسجد وہاں بیگانہ رہتی ہے جہاں کے باشندے مسجد میں جا کر بیچ وقتہ نمازیں ادا  
 نہیں کرتے۔

۲۔ صحیفہ قرآنی اس گھرانے میں بیگانہ ہے جہاں لوگ اس کی تلاوت نہیں کرتے۔

۳۔ قرآن کریم اس شخص کے سینے میں بیگانہ ہے جو نالائق و بد چلن ہو۔

۴۔ مسلمان نیک چلن اور پارسا عورت بیگانہ ہے جب کہ کسی جفاکار بد اخلاق مرد

کے نکاح میں ہو۔

۵۔ یونہی وہ نیک چلن نیک معاش مرد بیگانہ ہے جس کا واسطہ کم ظرف بد سلیقہ، عورت سے پڑ جائے اور دیانت دار عالم دین ایسے بد کرداروں کے مابین بیگانہ سا ہے جس کی پند و نصیحت کو وہ لوگ توجہ سے نہیں سنتے (اور انجام اس بد معاملی و بد ذوقی کا یہ ہو گا کہ) اللہ تعالیٰ بروز قیامت ان کی جانب نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةٌ لَعْنَتُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابِ الدُّعْوَةِ الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُكَذِّبُ بِقَدْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبْرُوتِ لِيُعْزَمَنَّ أَذَلَّةُ اللَّهِ تَعَالَى وَيُرَلَّ مَنْ أَعَزَّهُ اللَّهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِثْرَتِي مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَتَارِكُ لِسُنَّتِي فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَظْرَ الرَّحْمَةِ

(ترجمہ) : (۱۳۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ چھ اشخاص ہیں جن پر میری لعنت، اللہ کی لعنت اور ہر مستحاب الدعوات نبی کی لعنت ہے۔ کتاب اللہ میں کسی بیشی کا مرتکب، نوشتہ تقدیر اور قضا و قدر کی تکذیب کرنے والا، اپنے ظلم و جبر کی بدولت لوگوں پر مسلط ہو جانے والا تاکہ ایسے لوگوں کی عزت بڑھائے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلت دی۔ اور ایسے زیر دستوں کو ذلیل و رسوا کرے، جنہیں (دینی اعتبار سے) اللہ نے عزت بخشی۔ اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی بے حرمتی کرنے والا اور میرے ابلا و عیال کی عزت و حرمت کو پامال کرنے والا اور میری سنت کو چھوڑ دینے والا (ایسے بد کرداروں کا انجام یہ ہو گا کہ) اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان پر نظر کرم نہ فرمائے گا۔ (اور وہ ذلیل و خوار ہوں گے)۔

قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ إِنَّ ابْلِيسَ قَائِمٌ أَمَامَكَ وَالنَّفْسُ عَنْ يَمِينِكَ وَالْهَوَىٰ عَنْ يَسَارِكَ وَالذُّلْبَاءُ عَنْ خَلْفِكَ وَالْأَعْضَاءُ

عَنْ حَوْلِكَ وَالْجَبَّارِ فَوْقَكَ يَعْنِي بِالْقُدْرَةِ لَا بِالْمَكَانِ  
فَالْإِبْلِيسُ لَعْنَةُ اللَّهِ يَدْعُوكَ إِلَى تَرْكِ الدِّينِ وَالنَّفْسِ تَدْعُوكَ  
إِلَى الْمَعْصِيَةِ وَالْهَوَى يَدْعُوكَ إِلَى الشَّهْوَةِ وَالذُّنُوبِ تَدْعُوكَ  
إِلَى اخْتِيَارِهَا عَلَى الْآخِرَةِ وَالْأَعْضَاءُ تَدْعُوكَ إِلَى الذُّنُوبِ  
وَالْجَبَّارُ يَدْعُوكَ إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةُ

(ترجمہ) : (۱۲۳) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ”ابلیس تیرے رویہ  
ہے۔ نفس تیرے دائیں جانب ہے۔ خواہش نفسانی بائیں طرف ہے۔ دنیا  
تیرے پیچھے ہے۔ تیرے اعضاء بدن تیرے ارد گرد ہیں اور خدائے جبار  
و قہار تیرے اوپر ہے یعنی اس کی قدرت تجھ پر حاوی ہے۔ نہ کہ وہ باعتبار مکان  
تیرے اوپر ہے۔ اب ابلیس لعین تجھے دین مبین کی اطاعت چھوڑ کر راہ باطل  
کی طرف بلا رہا ہے تیرا نفس تجھے گناہ و معصیت پر ابھار رہا ہے۔ تیری  
خواہشات نفسانیہ تجھے شہوت پرستی و ہوس رانی پر آمادہ کر رہی ہیں۔ تیری دنیا  
تجھے یہ فریب دے رہی ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے اس سے نقد فائدہ حاصل کر  
وعدہ آخرت کو چھوڑ تیرے اجزائے بدن تجھے گناہوں کی لذتوں پر اکسار رہے  
ہیں اور تیرا حاکم اعلیٰ تجھے جنت و مغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔

فَمَنْ أَجَابَ إِبْلِيسَ ذَهَبَ عَنْهُ الدِّينُ وَمَنْ أَجَابَ النَّفْسَ  
ذَهَبَ عَنْهُ الرُّوحُ وَمَنْ أَجَابَ الْهَوَى ذَهَبَ عَنْهُ الْعَقْلُ وَمَنْ  
أَجَابَ الدُّنْيَا ذَهَبَ عَنْهُ الْآخِرَةُ وَمَنْ أَجَابَ الْأَعْضَاءَ ذَهَبَتْ  
عَنْهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ أَجَابَ اللَّهَ تَعَالَى ذَهَبَتْ عَنْهُ السَّيِّئَاتُ وَنَالَ  
جَمِيعَ الْخَيْرَاتِ

(ترجمہ) : (اس واضح و روشن حقیقت معلوم ہو جانے کے باوجود) اب جو ابلیس  
کی راہ ۱۳۲ چلے گا اپنا دین برباد کرے گا اور جو اپنے نفس کی پیروی کرے گا  
اس سے روحانیت جاتی رہے گی اور جو خواہشات نفس کے پیچھے دوڑے گا اپنی

عقل و دالش سے محروم ہو گا جو دنیا کی مانگا آخرت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا جو اپنے  
اجزائے بدن کے ہمکائے میں آئے گا جنت کی نعمتیں نہ پائے گا اور جو اپنے  
مالک و مولیٰ عزوجل کی دعوت پر لبیک کہے گا اس کی ساری برائیاں محو ہو  
جائیں گی اور دارین کی بھلائیاں اسے میسر آئیں گی۔

**تشریح :** ۱۳۲۔ قرآن کریم جا بجا ارشاد فرما رہا ہے کہ شیطان لعین، انسان کا عدو  
مبین، کھلا دشمن و رہزن ہے اور جو اس کی راہ چلے گا تباہی و ہلاکت میں  
پڑے گا تو صاحب عقل وہ ہے جو اس کے ہمکائے میں نہ آئے اس کے وسوسوں کا شکار  
نہ ہو اس کی بھائی راہوں پر نہ چلے۔ اس دزد و جیم سے خدا کی پناہ مانگے وہی حسن عمل کی  
توفیق دینے والا ہے۔

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّ اللَّهَ كَتَمَ سِتَّةً فِي سِتَّةِ كَتَمَ  
الرِّضَاءَ فِي الطَّاعَةِ وَكَتَمَ الْغَضَبَ فِي الْمَعْصِيَةِ وَكَتَمَ اسْمَهُ  
الْأَعْظَمَ فِي الْقُرْآنِ وَكَتَمَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَكَتَمَ  
الصَّلَاةَ الْوُسْطَى فِي الصَّلَوَاتِ وَكَتَمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِي الْآيَاتِ  
قَالَ عِثْمَنُ رضي الله عنه إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي سِتَّةِ أَنْوَاعٍ مِنَ الْخَوْفِ أَحَدُهَا  
مَنْ قَبِلَ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ الْإِيمَانُ وَالثَّانِي مَنْ قَبِلَ  
الْحَفِظَةَ

ان يَكْتُبُوا عَلَيْهِ مَا يَفْتَضِحُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالثَّالِثُ مَنْ قَبِلَ  
الشَّيْطَانَ أَنْ يَبْطُلَ عَمَلُهُ وَالرَّابِعُ مَنْ قَبِلَ مَلِكَ الْمَوْتِ أَنْ  
يَأْخُذَهُ فِي غَفْلَةٍ بَغْتَةً وَالْخَامِسُ مَنْ قَبِلَ الدُّنْيَا أَنْ يَفْتَرِّبَهَا  
وَتَشْغِلَهُ عَنِ الْآخِرَةِ وَالسَّادِسُ مَنْ قَبِلَ الْأَهْلَ وَالْعِيَالَ أَنْ  
يَسْتَعْلَبَ بِهِمْ فَيَسْغُلُونَهُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

(ترجمہ) : (۱۳۲) حضرت عمر فاروق اعظم رضي الله عنه نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ چھ

چیزوں کو چھ چیزوں میں پوشیدہ فرما دیا ہے۔ چنانچہ اپنی رضا و خوشنودی کو اپنی طاعت و بندگی میں اپنے غضب و ناراضگی کو اپنی نافرمانی و سرتابی میں اپنے اسم اعظم کو آیات قرآنی میں۔

شب قدر کو ماہ رمضان کی تابانی میں نماز و سطلی (درمیانی نماز) کو نماز پنج وقتہ میں اور روز آخرت کو ایام ہفت داری میں پوشیدہ و پنہاں کر دیا ہے۔ (تو جو خدا کی فرمانبرداری کرے گا رضائے الہی سے میسر ہوگی۔ جو اس کا نافرمان ہو گا عذاب الہی میں گرفتار ہوگا یونہی جسے اسم اعظم کی تلاش ہو وہ تلاوت قرآن میں مصروف رہے۔ جسے شب قدر کی جستجو ہو وہ تمام ماہ شب بیداری میں گزارے۔ اور جو نماز و سطلی کا خواہاں ہو وہ ہجرت نماز ادا کرے۔

(۱۲۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کامل مسلمان چھ قسم کے خطرات میں مبتلا رہتا ہے۔ پہلا خوف اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہ (بدکاریوں کے باعث) کہیں وہ ایمان سلب نہ فرمائے۔ دوسرا خطرہ کرانا کاتین (اعمال لکھنے پر نامور فرشتوں) کی جانب سے ہے کہ کہیں وہ اعمال نامہ میں وہ عمل نہ درج کر دیں جو (تمام اولین و آخرین کے روبرو) قیامت میں رسوائی و فضیحت کا باعث ہو۔ تیسرا خدشہ شیطان کی جانب سے ہے کہ وہ اپنے دوسروں کے ذریعے کہیں (ایمان و) اعمال حسنہ تباہ و برباد نہ کر دے چوتھا خدشہ ملک الموت ۱۳۴ (فرشتہ اجل) کی جانب سے ہے کہ کہیں بے خبری کی حالت میں اچانک ہی (قبض روح کے لئے) نہ آپکڑیں (اور توبہ و استغفار کا موقع بھی نہ مل سکے) پانچواں ڈر اس دنیائے دوں کی جانب سے ہے کہ آدمی اس پر فریفتہ نہ ہو جائے اور آخرت کو نہ بھول بیٹھے اور چھٹی دھکر پہنکو اپنے ابو عیال کی جانب سے ہے کہ کہیں ان کی نگہداشت ہی میں پھنس کر نہ رہ جائے کہ وہ لوگ اسے یاد الہی سے روک دیں ۱۳۵ (اور خدا و رسول کی بندگی و اطاعت سے غافل رہ کر اہل و عیال کی کفالت میں مشغول رہنا ضمیر کی موت ہے۔ اور عذاب الہی کی داعی اللہ اپنی پناہ بخشے۔ آمین)۔

تشریح: ۱۳۳ احادیث کریمہ و آیات قرآنیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ فرشتے نبی

آدم کے اعمال و اقوال، احوال و افعال کی نگہبانی اور نگرانی کرتے اور ان کے ثواب و عذاب جزا و گناہ کے تمام کاموں کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ان میں دو فرشتے ہر وقت اور ہر حال میں انسان کے ساتھ رہتے اور اس کے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کو نیک ہو یا بد، دیکھتے رہتے ہیں اور کسی حال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتے، سوائے وقت قضائے حاجت اور بوقت جماع کہ اس وقت یہ فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔ لیکن ان اوقات میں بھی انسان جو کچھ عمل کرتا ہے اس کی کچھ ایسی علامتیں نقش ہو جاتی ہیں کہ فرشتے انہیں کے ذریعے اس کے افعال و اعمال پر واقف ہو کر اپنے رجسٹر میں درج کر لیتے ہیں۔ داہنی طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بدیاں۔

امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو داہنی طرف والا دس لکھتا ہے اور جب وہ بدی کرتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے کہ ابھی توقف کر شاید یہ شخص استغفار کر لے (اور نادوم ہو کر باز آجائے) شریفیت اسلامیہ نے یہ عقیدہ تعلیم فرما کر مسلمان کے لیے راہ عمل کتنی آسان کر دی ہے ایک یہی بات اگر ذہن نشین اور نگاہوں کے روبرو رہے تو مسلمان کبھی کسی گناہ کے گرد نہ پھلے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی کتابت سے بھی غنی و بے نیاز ہے۔ وہ اَخْفَى الْخَفِيَّاتِ (پوشیدہ سے پوشیدہ تر) کا جاننے والا ہے۔ خطرات نفس تک اس سے چھپے نہیں۔ بندوں کے اعمال کے احاطہ کمال کے لیے اس کا علم محیط و کامل خود ہی بالکل کافی ہے۔ فرشتوں کی کتابت، تقاضائے حکمت کے عین مطابق ہے تاکہ روز قیامت ہر شخص کے اعمال کا صحیفہ اور اس کا نامہ اعمال اس کے ہاتھوں میں دے دیا جائے۔ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو کرنا کتابین کہا جاتا ہے۔

۱۳۴ موت کے وقت روح کا قبض کرنا جس فرشتے سے متعلق ہے اس کا نام عزرائیل ہے علیہ السلام حضرت عزرائیل علیہ السلام بذات خود کوئی مستقل و متصرف



حاکم نہیں کہ اپنی مرضی سے جو چاہیں کریں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رو میں قبض کرنے پر مامور و مقرر ہیں۔ اپنے کام میں غفلت نہیں کرتے جس کا وقت آجاتا ہے بے درنگ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں قبض روح کا عمل اصلاً صرف قدرت حق تعالیٰ سے ہوتا ہے ظاہری عمل ملک الموت کرتے ہیں یہاں تک کہ خود ملک الموت نے حضور سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ واللہ اگر میں ایک پھھر کی جان بھی اپنے اختیار و مرضی سے لینا چاہوں تو نہیں لے سکتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ سے اس کا حکم صادر نہ ہو (تفسیر ابن کثیر) مروی ہے کہ ملک الموت کے لیے دنیا مثل کف دست (ہاتھ کی ہتھیلی کے) کر دی گئی ہے۔ تو وہ مشارق و مغارب کی مخلوق کی رو میں بے مشقت اٹھا لیتے ہیں۔ اور رحمت و عذاب کے بہت فرشتے ان کے ماتحت ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا مجھے اپنی وہ صورت دکھاؤ جس میں کافروں کی روح قبض کرنے آتے ہو۔ عرض کی حضرت نہ دیکھ سکیں گے فرمایا کیوں نہیں؟ عرض کیا تو منہ پھیرے حضرت نے منہ پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیاہ قام شخص ہے جس کا سر آسمان سے لگا ہوا ہے۔ منہ سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ سر سے پاؤں تک ہر رو گمنا ہریاں، ایک کالے مرد کی شکل جس کے منہ اور کانوں سے شعلے نکلتے ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا۔ جب ہوش آیا تو فرمایا ”اے ملک الموت اگر کافر کو مرتے وقت اور کوئی بلا و مصیبت نہ ہو تو تمہارا اس صورت میں اس پر ظاہر ہونا ہی کیا کم ہے؟“ (ابن جریر و ابن ابی حاتم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر کو نزع ہی کے وقت سے معاذ اللہ کیا سخت شدید عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن عظیم میں اس مضمون کی آیات بکثرت ہیں۔

۱۳۵۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ** ”اے ایمان والو! تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں“

کیا صاف فرما دیا کہ مال و متاع اور اہل و عیال سے جو محبت فطری ہوتی ہے وہ اپنی جگہ لیکن ان کی محبت میں متوالا ہو کر دنیا کا فریفتہ و شیفتہ بن کر آدمی دنیا ہی میں کھو جائے اور دین کو فراموش کر دے۔ یوم آخرت کو بھول جائے اور ان چیزوں کی محبت میں اپنے حال و مال کی پرواہ نہ کرے اور اولاد کی ہر جائز و ناجائز خوشی کے لیے راحت آخرت سے غافل رہے تو اس کی محرومی پر ہمتا رویا جائے کم ہے۔ کہ اس نے دنیائے فانی کے پیچھے دار آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں کی پرواہ نہ کی۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُ خِصَالٍ لَمْ يَدْعُ لِلْجَنَّةِ مَظْلَبًا وَلَا عَنِ النَّارِ مَهْرَبًا أُولَاهَا عَرَفَ اللَّهَ تَعَالَى فَاطَاعَهُ وَعَرَفَ الشَّيْطَانَ فَعَصَاهُ وَعَرَفَ الْآخِرَةَ فَطَلَبَهَا وَعَرَفَ الدُّنْيَا فَرَفَضَهَا وَعَرَفَ الْحَقَّ فَاتَّبَعَهُ وَعَرَفَ الْبَاطِلَ فَاجْتَنَبَهُ وَقَالَ أَيْضًا التَّعَمُّ بِسِتَّةِ أَشْيَاءَ الْإِسْلَامِ وَالْقُرْآنِ وَمُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ وَالْعَافِيَةَ وَالسِّتْرَ وَالغِنَى عَنِ النَّاسِ

(ترجمہ) : (۱۳۶) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الاسمی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا چھ خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان سے پوری طرح بہرہ ور ہو گیا اس کو نہ جنت کی طلب ہوگی اور نہ دوزخ سے خوف کی حاجت (جنت کی ہر نعمت اسے میسر ہوگی۔ اور دوزخ سے نجات اس کا مقدر) جس نے معرفت الہی حاصل کی اور اس کا فرمانبردار رہا (۲) جس نے شیطان رجم کو پہچانا اور اس کا کہنا نہ مانا (۳) جس نے آخرت کو مانا اور جانا پھر اس کی طلب میں لگا رہا۔ (۴) جس نے دنیا کی حقیقت پہچانی اور اس کو چھوڑ دیا (۵) جس نے حقانیت کو سمجھا اور اس کا اتباع کیا اور جس نے باطل کو جانا بوجھا اور اس سے دور رہا۔

(۱۳۷) نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ چھ چیزیں خدا کی عظیم نعمتیں ہیں۔ اسلام کی پیروی قرآن کی پیروی اتباع محمد عربیؐ جان و ایمان کی سلامتی اپنے عیوب کی پردہ پوشی اور لوگوں سے استغناء و بے نیازی۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى الْعِلْمُ دَلِيلُ  
الْعَمَلِ وَالْفَهْمُ وَعَاءُ الْعِلْمِ وَالْعَقْلُ قَائِدُ لِلْخَيْرِ وَالْهُوَى  
مَرَكَبٌ لِلذُّنُوبِ وَالْمَالُ رِذَاءُ الْمُتَكَبِّرِينَ وَالدُّنْيَا سُوقُ  
الْآخِرَةِ وَقَالَ بُرْجُمَهُمْ سِتُّ خِصَالٍ تَعْدِلُ بِجَمِيعِ الدُّنْيَا  
الطَّاعَامُ الْمَرِي وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ وَالزَّوْجَةُ الْمُوَافِقَةُ وَالْكَلَامُ  
الْمُحْكَمُ وَكَمَالُ الْعَقْلِ وَصِحَّةُ الْبَدَنِ

(ترجمہ) : (۱۳۸) حضرت یحییٰ بن معاذ رازی سے منقول ہے کہ علم عمل کا  
بہترین رہنما ہے۔ فہم و دانش علم کا طرف ہے۔ عقل ہر بھلائی کی راہبر ہے۔  
نفسانی خواہش ارتکاب گناہ کی سواری ہے۔ مال کی فراوانی، مغروروں کی بالا  
پوش (چادر) ہے اور دنیا و آخرت کا بازار (آخرت کی کمیٹی) ہے (کہ جو بوئے گا  
وہ کاٹے گا)۔

(۱۳۹) اور مشہور دانشور بزرگمہر نے کہا ہے کہ چھ چیزیں ایسی ہیں جو ساری دنیا کی  
نعمتوں اور آسائشوں کا خلاصہ ہیں۔ دل پسند زود ہضم غذا، نیک چلن خدمت گزار فرزند  
شوہر کی ہم مذاق اطاعت پسند بیوی، دل میں اتر جانے والی مستحکم گفتگو، عقل کا کمال و پختگی  
اور جسمانی صحت و تندرستی (کہ جسے یہ چیزیں میسر آجائیں وہ قسمت کا دعویٰ اور بخت کا  
سکندر ہے۔ دنیوی نعمتوں میں ان سے بہتر و برتر کسی نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا)۔

عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَوْلَا الْأَبْدَالُ لَخَسَفَتِ  
الْأَرْضُ وَمَا فِيهَا وَلَوْلَا الصَّالِحُونَ لَهَلَكَ الصَّالِحُونَ وَلَوْلَا  
الْعُلَمَاءُ لَصَارَ النَّاسُ كُلُّهُمْ كَالْبَهَائِمِ وَلَوْلَا السُّلْطَانُ  
لَاهْلَكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَلَوْلَا الْحُمَقَاءُ لَخَرِبَتِ الدُّنْيَا وَلَوْلَا  
الرِّيحُ لَأَتَتْ كُلَّ شَيْءٍ

(ترجمہ) : (۱۵۰) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ اگر

ابدال ۱۳۶ نہ ہوتے تو زمین مع اپنے تمام ساز و سامان کے تباہ و برباد ہو جاتی۔ اگر نیکو کار بندوں کا وجود نہ ہوتا تو بد چلن ہلاک ہو جاتے۔ اگر علمائے حق موجود نہ ہوتے تو ساری کائنات کے لوگ درندوں کی مانند (خون خوار) ہو جاتے۔ اگر بادشاہ (اور با اختیار حکام) حکمرانی نہ کرتے تو لوگ ایک دوسرے کو کھا جاتے۔ اگر دنیا (کی دلفریبیوں اور رنگینیوں) پر مرٹ جاتے والے بد عقل و بے وقوف قسم کے لوگ دنیا میں نہ پائے جاتے۔ تو دنیا کی فریب کار رونقوں کا وجود نہ ہوتا اور اگر مخلوقات میں تروتازہ ہواؤں (جان فزا خوشبوؤں) کے جھونکے ناپید ہوتے تو دنیا کی ہر چیز بزدل و دار اور ناقابل استعمال ہو جاتی۔

**تشریح:** ۱۳۶ ہم یہاں چند احادیث کریمہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مسلمان بھائی بغور پڑھیں تاکہ ایمان کی جلا ہو۔ حضور اکرم عالم اعلم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں۔ اور چالیس کے دل قلب موسیٰ پر اور سات کے قلب ابراہیم پر پانچ کے قلب جبرئیل پر تین کے قلب میکائیل پر اور ایک کا دل قلب اسرائیل پر ہے۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور جب ان تین میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے۔ انہیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات و موت میں کارسازا، نباتات کا آگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے (ابو نعیم و ابن عساکر)۔

۲۔ ابدال تمام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کر دیتا ہے۔ انہیں کے سب میں دیا جاتا ہے۔ انہیں سے

دشمنوں پر مدد ملتی ہے۔ انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔ انہیں کے سبب زمین سے بلا اور غرق دفع ہوتا ہے اور انہیں کے وسیلے سے رزق ملتا ہے۔ (ابن عساکر، طبرانی)۔

۳۔ اگر نہ ہوتے اللہ تعالیٰ کے نیک نمازی بندے اور دودھ پیتے بچے اور گھاس چرتے چوپائے تو بے شک عذاب تم پر بہ سختی ڈالا جاتا پھر مضبوط و محکم کر دیا جاتا (طبرانی)۔

۴۔ اللہ عزوجل نیک مسلمان کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھر والوں سے بلا دفع کرتا ہے۔ (طبرانی)۔

۵۔ کیا تمہیں مدد و رزق کسی اور کے سبب بھی ملتا ہے سو اپنے ضعیفوں کے (بخاری)

۶۔ اللہ تعالیٰ قوم کی مدد فرماتا ہے ان کے ضعیف تر (کمزور) کے سبب

۷۔ زمانہ اقدس میں دو بھائی تھے۔ ایک کسب کرتے، دوسرے حضور کی خدمت والا میں حاضر رہتے۔ کمانے والے ان کے شاکی ہوئے تو فرمایا کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔ (ترمذی)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رزق پانا مدد ملنا، مینہ برسنا، بلا دور ہونا، دشمنوں کی مغلوبی، عذاب کی موقوفی، بندوں کی حاجت روائی، راحت رسائی سب اولیاء کے لیے اولیاء کی برکت اولیاء کے ہاتھوں اور اولیاء کی وساطت سے ہے۔ والحمد للہ

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ أَنَّهُ قَالَ مَنْ لَمْ يَخْشَ اللَّهَ لَمْ يَنْجُ مِنْ زَلَّةِ  
اللِّسَانِ وَمَنْ لَمْ يَخْشَ قُدُومَهُ عَلَى اللَّهِ لَمْ يَنْجُ قَلْبَهُ مِنَ  
الْحَرَامِ وَالشُّبْهَةِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ آئِسًا عَنِ الْخَلْقِ لَمْ يَنْجُ مِنَ  
الطَّمَعِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ حَافِظًا عَلَى عَمَلِهِ لَمْ يَنْجُ مِنَ الرِّيَاءِ  
وَمَنْ لَمْ يَسْتَعِنِ بِاللَّهِ عَلَى إِحْتِرَاسِ قَلْبِهِ لَمْ يَنْجُ مِنَ الْحَسَدِ  
وَمَنْ لَمْ يَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُ عُلَمَاءَ وَعَمَلَاءَ لَمْ يَنْجُ مِنَ

## العُجْبُ

(ترجمہ) : (۱۵۱) کسی بندہ حق شناس کا قول ہے کہ جس کے دل میں خوف خدا نہ ہو وہ زبان کی لغزشوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جس کے دل میں دربار الہی میں حاضری (اور اپنے اعمال کی جواب دہی) غلط (اور چھین) نہ ہو اس کا دل حرام اور مشتبہ چیزوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا جو شخص مخلوقات سے آس توڑ کر نہ بیٹھ جائے حرم دہوس سے اسے چھٹکارا نصیب نہیں ہو سکتا (کچھ نہ کچھ مل جانے کی آس سے در بدر ٹھوکریں کھلاتی رہے گی۔ اور جسے یہ یقین ہو جائے کہ جو کچھ ملنا ہے خدا سے ملے گا تو وہ مخلوق سے بے نیاز ہو کر گوشہ عافیت میں زندگی گزار سکے گا اور وہ مطمئن رہے گا) جو شخص اپنے اعمال کی خود مگرانی نہ کرے گا وہ نمود و نمائش سے نہ بچ سکے گا۔ جو شخص عطاء الہی پر بھروسہ کر کے استغنا و بے نیازی سے اپنے قلب کی نگہداشت نہ کرے گا وہ حسد سے اپنا دامن نہ بچا سکے گا اور جس کی نظرس علم و عمل میں اپنے سے بلند بالا برتر و اعلیٰ پر نہ ہوں وہ کبر و نخوت سے اپنا پیچھا نہ چھڑا سکے گا۔

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ فُسَادَ الْقُلُوبِ عَنْ سِتَّةِ أَشْيَاءَ أَوْلَاهَا يُذَيَّبُونَ بِرَجَاءِ التَّوْبَةِ وَيَتَعَلَّمُونَ الْعِلْمَ وَلَا يَعْمَلُونَ وَإِذَا عَمِلُوا لَا يَخْلُصُونَ وَيَأْكُلُونَ رِزْقَ اللَّهِ وَلَا يَشْكُرُونَ وَلَا يَرْضَوْنَ بِقِسْمَةِ اللَّهِ وَيَدْفِنُونَ مَوْتَاهُمْ وَلَا يَعْتَبِرُونَ

(ترجمہ) : (۱۵۲) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دلوں میں فساد (اخلاق میں بگاڑ) چھ خصلتوں کے باعث پیدا ہوتا ہے (۱) لوگ بد کاریوں میں توبہ کے آمرے پر جتا رہتے ہیں (کہ توبہ کر لیں گے۔ حالانکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں) علم دین حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے (اور علم کی نورانیت سے محروم رہتے ہیں)۔ عمل خیر

دکار ثواب کرتے ہیں مگر نیک نیتی سے اور رضا طلبی کے لیے نہیں کرتے (نتیجہً اس پر ثواب نہیں پائیں گے) اللہ عزوجل کی بخشش ہوئی روزی کھاتے پیتے (اور اس کی عطاؤں کے طفیل جیتے ہیں، مگر شکر الہی ادا نہیں کرتے) اور اس مال و دولت سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے) جو کچھ عنایت ربانی سے انہیں میسر ہے اس پر راضی و خرسند نہیں رہتے۔ اور اپنے مردوں کو مقابر میں زیر زمین دفن کرتے ہیں مگر اس سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے (کہ ہمیں بھی مرنا، لقمہ قبر بننا اور قبر کا پیٹ بھرنا ہے)۔

قَالَ اَيْضًا مَنْ ارَادَ الدُّنْيَا وَاخْتَارَهَا عَلَى الْآخِرَةِ عَاقِبَةُ اللَّهِ بِسِتَّةِ عُقُوبَاتٍ ثَلَاثٌ فِي الدُّنْيَا وَثَلَاثٌ فِي الْآخِرَةِ أَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِي هِيَ فِي الدُّنْيَا فَأَمَلٌ لَيْسَ لَهُ مُنْتَهَى وَحِرْصٌ غَالِبٌ لَيْسَ لَهُ قَنَاعَةٌ وَأُخِذَ مِنْهُ حِلَاوَةُ الْعِبَادَةِ وَأَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِي هِيَ فِي الْآخِرَةِ نَهْوٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالْحِسَابُ الشَّدِيدُ وَالْحَسْرَةُ الطَّوِيلَةُ

(ترجمہ) : (۱۵۳) نیز آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا کا طلبکار ہو کر اپنی آخرت پر اسے ترجیح دیتا ہے (کہ اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے) اللہ تعالیٰ اسے چھ عقوبتوں میں گرفتار کر دیتا ہے (گویا اپنے کرتوتوں کی سزا پاتا ہے) ان میں سے تین عقوبتیں اسی دنیا میں ہوں گی اور باقی تین سے آخرت میں سابقہ پڑے گا۔ دنیا کی تین عقوبتیں یہ ہیں (۱) وہ ایسی منصوبہ بندی میں گھر کر رہ جائے گا جس کا کوئی کنارہ نہیں (وہ آرزوئیں پوری نہ ہوں گی کہ موت آجائے گی) حرص و ہوس کا اس پر ایسا غلبہ ہوگا کہ کسی چیز پر قناعت نہ کرے گا اور تیسری عقوبت یہ کہ اسے عبادت کا ذائقہ میسر نہ ہوگا اور آخرت کی عقوبتیں یہ ہیں کہ (۱) قیامت کی دہشت..... اس پر بری طرح چھا جائے گی (۲) اس سے حساب سخت سے لیا جائے گا اور تیسری عقوبت یہ

کہ طویل حسرتیں اس کا مقدر بن جائیں گی۔

قَالَ أَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا رَاحَةَ لِلْحَسُودِ  
وَلَا مَرُوءَةَ لِلْكَذُوبِ وَلَا حِيلَةَ لِلْبَخِيلِ وَلَا وِفَاءَ لِلْمُلُوكِ وَلَا  
سُودَ دَلِيسِيءِ الْخُلُقِ وَلَا رَادًّا لِقَضَاءِ اللَّهِ  
سُئِلَ عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ هَلْ يَعْرِفُ الْعَبْدُ إِذَا تَابَ أَنْ تَوْبَتَهُ  
قُبِلَتْ أَمْ زُدَّتْ؟ قَالَ لَا أَهْكُمْ فِي ذَلِكَ وَلَكِنَّ لِذَلِكَ عِلَامَاتٍ  
إِحْدَاهَا أَنْ يَرَى نَفْسَهُ غَيْرَ مَعْصُومَةٍ مِنَ الْمَعْصِيَةِ وَيَرَى فِي  
قَلْبِهِ غَائِبًا وَالْحُزْنَ شَاهِدًا

(ترجمہ) : (۱۵۴) حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حسد و بغض کا مارا  
ہوا، دلی سکون اور قلبی راحت کبھی نہ پاسکے گا۔ دروغ گو کی آنکھ میں مروت  
اور لحاظ نام کی کوئی چیز نہیں مل سکے گی بخیل کی کوئی تدبیر اس کے حق میں کارگر  
نہ ہوگی (اور انجام کار عذاب آخرت میں گرفتار ہوگا) بادشاہوں اور دنیا پرور  
حاکموں کو اپنے وعدوں کا کبھی پاس لحاظ نہیں ہوتا (انہیں صرف اپنا وقار، اپنا  
اقتدار اور اپنا مقام عزیز ہوتا ہے) بد اخلاق اور درشت خو انسان سروری  
وسرداری کا اہل نہیں ہوتا (لوگ دل سے اس کا احترام نہیں کرتے) اور تقدیر  
الہی اور قضا و قدر کے احکام کوئی بدل نہیں سکتا۔

(۱۵۵) کسی روشن ضمیر سے پوچھا گیا کہ بندہ اگر اپنے گناہوں پر نادام ہو کر پچی توبہ  
کرتے تو کیا کسی طور پر اسے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوئی یا رد کر  
دی گئی؟

وَيَقْرُبُ أَهْلَ الْخَيْرِ وَيُبَاعِدُ أَهْلَ الشَّرِّ وَيَرَى الْقَلِيلَ مِنَ  
الدُّنْيَا كَثِيرًا وَيَرَى الْكَثِيرَ مِنَ عَمَلِ الْآخِرَةِ قَلِيلًا وَيَرَى قَلْبَهُ  
مُشْتَغَلًا بِمَا ضَمِنَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى فَإِذَا غَاعَمًا ضَمِنَ اللَّهُ



تَعَالَى مِنْهُ وَيَكُونُ حَافِظَ اللِّسَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لِأَزِمِ الْغَمِّ  
وَالنَّدَامَةِ

(ترجمہ) : آپ نے جواب دیا کہ میں اس سلسلہ میں کوئی حتمی بات تو نہیں کہہ سکتا البتہ اس شخص میں پائی جانے والی چھ نشانیاں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ (۱) وہ شخص اپنی ذات کو گناہ و نافرمانی سے پاک دامن اور اپنے آپ کو پارسا تصور نہ کرے گا۔ اپنے قلب کی گہرائیوں میں خوشی و مسرت کو ناموجود اور حزن و ملال کو موجود پائے گا۔ نیکوں کی صحبت و ہم نشینی کا خواہشمند اور بروں کی مجلس سے متنفر رہے گا۔ دنیا کا مال و متاع اس کے پاس خواہ کتنا ہی کم ہو اسے حساب وہی کے لیے بہت سمجھے گا (اور دنیا سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھائے گا) اس کے برخلاف جو کچھ نیک عمل وہ صدق نیت سے آخرت کے لیے کرے گا اسے اپنے گمان میں نہایت قلیل و بے وقعت جانے گا۔ اگرچہ بذات خود وہ کثیر ہو وہ اپنے قلب کو زیادہ سے زیادہ ان امور میں مشغول رکھے گا جن کی اس پر ذمہ داری ہے اللہ کی طرف سے (یعنی ایمان پر استقامت اور بندگی رب العزت) اور ان چیزوں کی فکر و اندیشہ سے قلب کو فارغ رکھے گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے (یعنی دنیا میں رزق، آخرت میں نجات) ان امور کے علاوہ وہ اپنی زبان اپنے قابو میں رکھے گا۔ آخرت کے غم میں ڈوبا رہے گا غم زندگی پر صبر کرے گا اور نادم و محبوب رہے گا۔

قَالَ يَحْيَىٰ بْنُ مَعَاذٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَعْظَمِ الْإِغْتِرَارِ  
عِنْدِي التَّمَارِي فِي الذُّنُوبِ عَلَى رَجَاءِ الْعَفْوِ مِنْ غَيْرِ نَدَامَةٍ  
وَتَوْقُّعِ الْقُرْبِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى بِغَيْرِ طَاعَةٍ وَانْتِظَارِ زُرْعِ الْجَنَّةِ  
بِبَدْرِ النَّارِ وَطَلْبِ دَارِ الْمُطِيعِينَ بِالْمَعَاصِي وَانْتِظَارِ الْجَزَاءِ  
بِغَيْرِ عَمَلٍ وَالتَّمَنِّي عَلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مَعَ الْإِفْرَاطِ  
كَمَا قَالَ

يَرْجُوا النَّجَاةَ وَلَا يَسْلُكُ مَسْلَكَهَا

إِنَّ السَّفِينَةَ لَا تَجْرِي عَلَى الْيُبْسِ

(ترجمہ) : (۱۵۶) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑی خود فریبی میرے نزدیک یہ ہے کہ آدمی گناہوں پر کسی پشیمانی کے بغیر دلیر ہو جائے اس توقع پر کہ بخشش ۷۱۳ ہو جائے گی۔ (۲) یا یہ گمان کرے کہ طاعت و بندگی میں اشہاک کے بغیر اسے قرب خدا نصیب ہو جائے گا۔ (۳) یا اس خیال میں رہے کہ جہنم کا تخم بو کر جنت کی کھیتی حاصل کر لے گا۔ (۴) یا فرمانبرداروں کا مقام مل جانے کی فکر میں ڈوبا رہے بد کرداریوں میں ملوث رہنے کے باوجود (۵) یا اعمال خیر کے بغیر بہتر اجر و ثواب کا متمنی رہے۔ یا شب و روز گناہوں میں آلودگی کے باوجود اس بھروسہ پر جسے کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب مضمون ادا کیا ہے کہ نجات و بخشش کی راہوں پر چلے بغیر جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اپنی منزل مقصود پالے گا وہ سخت نادان ہے کشتی خشکی پر کہیں نہیں چلتی۔

**تشریح :** ۷۱۳ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے نَبِيٌّ ءِ عَبَادِي اَنْبِي اَنَا الْعَفْوُورُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ”خبر دو (اے مصطفیٰ ﷺ) میرے بندوں کو بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

آیہ کریمہ نے قلب سلیم کی کیسی سچی دل پذیر دل نشین تعبیر فرمائی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی ان صفات پر بھی یقین رکھتا ہے کہ وہ بخشنے والا ہے غریب نواز ہے۔ رحمن و رحیم اور بڑا مہربان ہے۔ اور یہ بھی وہ اعتماد رکھتا ہے کہ وہ منتقم و شدید العقاب بھی ہے۔ نافرمانوں کو سزا بھی دیتا ہے۔ سرکشوں کو دردناک عذاب میں بھی مبتلا کرتا ہے۔ یہی مضمون مختلف اصالیب و اطوار سے قرآن کریم نے بار بار ارشاد فرمایا ہے اور احادیث کریمہ بھی واضح طور پر ارشاد فرماتی ہیں کہ مسلمان صاحب ایمان کی شان یہ ہے کہ اس کا قلب

ہمیشہ بیم ورجاء، خوف و امید کے درمیان رہتا ہے۔ اس کی نظریں رب عزوجل کی بے نہایت مہربانیوں، اور بے پایاں کرم فرمائیوں بندہ نوازیوں پر بھی رہتی ہیں اور اس کی نگاہ رب کریم کی گرفت اور مواخذے پر بھی رہتی ہے۔ وہ جب اپنے گناہوں اور بد اعمالیوں کو دیکھتا ہے تو خوف الہی اور خشیت خداوندی سے تھر تھرا جاتا ہے۔ اور یہی اس کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ اب جس کی نگاہیں اپنی کوتاہیوں، اپنی لغزشوں اور اپنی سیاہ کاریوں بد اعمالیوں پر نہ ہوں تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ گناہوں پر اور دلیر ہو گا اور نور ایمان سے دور جا پڑے گا۔ بندے کو نظر اپنی حالت زار پر بھی ڈالتے رہنا چاہئے تاکہ اس میں ندامت و توبہ کا ولولہ پیدا ہو۔

قَالَ أَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ حِينَ سُئِلَ مَا خَيْرٌ مَا يُعْطَى الْعَبْدُ قَالَ  
عَقْلٌ عَزِيزٌ قِيلَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَالَ ادَبٌ صَالِحٌ قِيلَ فَإِنْ لَمْ  
يَكُنْ قَالَ صَاحِبٌ مُوَافِقٌ قِيلَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَالَ قَلْبٌ مُرَابِطٌ  
قِيلَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَالَ طَوْلُ الصَّمْتِ قِيلَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَالَ  
مَوْتُ حَاضِرٌ

(ترجمہ) : (۱۵۷) حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ بندے کو جو نعمتیں بارگاہ الہی سے مرحمت ہوئی ہیں ان میں سب سے برتر وہی کون سی نعمت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا اس کی فطری و طبعی عقل (جس کی بدولت آدمی میں دور اندیشی کی خصلت پیدا ہوتی ہے) عرض کیا گیا اور اگر یہ میسر نہ آئے فرمایا ادب صالح (خوش اخلاقی و حسن سلوک) عرض کیا گیا اور اگر اس پر بھی اسے دسترس نہ ہو؟ فرمایا پھر ہم نوا و ہم مذاق مصاحب و ہم نشین۔ عرض کیا گیا اگر یہ بھی کسی کے حصے میں نہ آئے۔ فرمایا اس کے احوال کی نگہداشت کرنے والا دل (کہ یاد الہی میں اسے لگا رکھے) عرض کیا گیا کہ اگر کوئی (بد نصیب) اس سے بھی محروم ہو۔ فرمایا تو پھر مسلسل خاموشی اختیار کئے رہنا۔ عرض کی گئی کہ اگر کوئی شخص اس پر بھی قابو نہ رکھتا ہو۔ فرمایا پھر جلد از جلد

اس کا دنیا سے کوچ کر جانا ہی اس کے حق میں بہتر ہے کہ زندہ رہے گا تو اور  
ہزار فتنوں میں پڑے گا۔



## باب السباعی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَةٌ نَفَرٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ أَوْلَاهُمْ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَمُعَامِنٌ خَشِيَ اللَّهَ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَلَمْ تَعْلَمْ شِمَالَهُ بِمَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ

### سات نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۵۸) حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات افراد (ایسے خوش نصیب) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا اس روز جب کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا (۱) امام عادل (فرمان روئے عدل گستر حاکم انصاف پسند) (۲) وہ نوجوان جس کی نشوونما اللہ عزوجل کی عبادت و بندگی میں ہوئی (اس نے اپنی جوانی کے ہیجان کو اپنے قابو میں رکھا اور اپنے عہد شباب کو دیوانگی کی رو میں نہ بنے دیا) (۳) وہ عبادت گزار بندہ پروردگار جس نے تنہائی میں اللہ عزوجل کو یاد کیا اور اس کی اشک بار آنکھیں خوف الہی سے آنسو بہاتی رہیں (۴) وہ نمازی جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے۔ جب تک مسجد میں نہ پہنچ جائے (یعنی وضو کی کاروبار میں مصروفیت کے باوجود وہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں رہتا)۔

وَرَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ وَرَجُلٌ وَعَتَهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ جَمَالٍ إِلَى

## نَفْسِهَا فَاَبَى وَقَالَ اِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ تَعَالٰی

(ترجمہ) : (۵) وہ (طالب رضائے مولیٰ اور صاحب جود و سخا) جس نے نیک نیتی سے (نمود و نمائش سے دامن بچا کر تھوڑا یا بہت حسب مقدرت جو کچھ راہ خدا میں صدقہ دیا تو (ایسی خاموشی سے دیا کہ) اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس چیز کی خبر نہ ہوئی ۱۳۸؎ جو اس کے دائیں ہاتھ نے دی۔ (یعنی اپنی داد و داہش کو کسی طور اپنے سے قریب سے قریب تر پر بھی ظاہر نہیں کرتا۔ (۶) ۱۳۹؎ وہ دو شخص کہ باہم اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی رکھتے ہیں (اسی پر جمع ہوئے۔ اسی پر متفرق ہوئے۔ ایک کا کوئی دنیوی مفاد ذاتی غرض دوسرے سے وابستہ نہیں) (۷) وہ شخص جسے کسی عورت نے کہ منصب و جمال والی ہے اسے گنہگار کی طرف بلایا (دعوت عیاشی دی) اور اس (مرد حق پرست خدا ترس) نے اس (عیاش و عشرت کو قبول کرنے کی بجائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

**تشریح :** ۱۳۸؎ قرآن کریم فرماتا ہے اِنْ تُبَدُّوا الصَّدَقَاتِ قَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوها وَتُؤْتُوها الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ اَلَا يَهْدِيكُمْ اِلَيْهِ لَوْ كُنْتُمْ اَعْلَمُوْنَ

فقیروں کو دو تو کیا ہی اچھی بات ہے۔ اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے۔ ”آیہ کریمہ صاف اعلان فرما رہی ہے کہ صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل، جب اخلاص سے اللہ کے لیے دیا جائے اور ریاء و نمود سے پاک ہو تو خواہ ظاہر کر کے دیں یا چھپا کر دونوں بہتر ہیں۔ عمل خیر کے اعلان و انخفاء (علانیہ و پوشیدہ) میں اختیار ہے لیکن ساتھ ہی افضلیت انخفاء کی ہے۔ البتہ صدقہ فرض کا ظاہر کر کے دینا افضل ہے (تاکہ وہ منہم نہ ہو اور کوئی اس پر فرض ادا نہ کرنے کی تہمت نہ لگائے) اور نفل کا چھپا کر اور اگر نفل صدقہ دینے والا دوسروں کو خیرات کی ترغیب دینے کی نیت سے ظاہر کر کے دے تو یہ اظہار بھی افضل ہے۔ غرض مدار کار آدمی کی اپنی نیت پر ہے۔ اور دنیا میں ایسے مرحلے بھی پیش آتے ہی رہتے ہیں جہاں نیکی کا اعلان و اظہار ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص

بھوک پیاس سے نڈھال یا زخموں سے چور آپ کی نگاہوں کے روبرو موجود ہے۔ اس کی حالت آپ کو امداد و اعانت کی طرف بلا رہی ہے۔ اب اگر آپ اس شش و پنج میں پڑ جائیں کہ اس کی اعانت کہیں نمود و نمائش میں نہ شمار ہو تو آپ گویا اس پر ایک ظلم توڑ رہے ہیں۔ بسم اللہ آگے بڑھئے اور نیک نیتی کے ساتھ اس کی مدد کھئے کہ یہ انسانیت بھی ہے اور تقاضائے ایمان بھی۔

۱۳۹۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ وہ نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ اور خدا کے نزدیک ان کا ایسا مرتبہ ہو گا کہ قیامت کے دن انبیاء اور شہداء ان پر غبط (رہنک) کریں گے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے یہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو محض رحمت الہی کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ ان کے آپس میں رشتہ ہے نہ مال کا لینا دینا ہے۔ خدا کی قسم ان کے چہرے نور ہیں اور وہ خود نور پر ہیں ان کو خوف نہیں جب کہ لوگ خوف میں ہوں گے۔ اور وہ غمگین نہ ہوں گے جب دوسرے غم میں ہوں گے۔ اور حضور نے یہ آیت پڑھی

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اللَّهُ كَمَا أَوْلِيَاءُ عَلَيْهِمْ خَوْفٌ

ہے نہ وہ غم کریں گے نیز ارشاد فرمایا کہ ایمان کی چیزوں میں سب میں مضبوط اللہ کے بارے میں موالات ہے اور اللہ کے لیے محبت کرنا اور بغض رکھنا ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے لیے محبت رکھنے والے عرش کے گرد یا قوت کی کرسی پر ہوں گے۔

قَالَ ابُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ الْبَخِيلُ لَا يَخْلُو مِنْ إِحْدَى السَّبْعِ إِمَّا أَنْ يَمُوتَ فَيَرْتُهُ مَنْ يَبْدُلُ مَالَهُ وَيَتَّفِقُهُ لِعَبْرٍ مَا أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى أَوْ يَسْلُطَ اللَّهُ عَلَيْهِ سُلْطَانًا جَائِزًا فَيَأْخُذُهُ مِنْهُ بَعْدَ تَلِيلِ نَفْسِهِ أَوْ يَهَيِّجُ لَهُ شَهْوَةً يَفْسِدُ عَلَيْهِ مَالَهُ أَوْ يَبْدُو لَهُ رَأْيٌ فِي بِنَاءِ أَوْ عِمَارَةِ فِي أَرْضٍ خَرَابٍ فَيَذْهَبُ فِيهِ مَالَهُ أَوْ يُصِيبُ لَهُ نَكْبَةٌ مِنْ نَكَبَاتِ الدُّنْيَا مِنْ غَرَقٍ أَوْ حَرَقٍ أَوْ سَرْقَةٍ وَمَا شَبَّهَ ذَلِكَ

(ترجمہ) : (۱۵۹) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ بخیل کو سات آفتوں میں سے کسی ایک آفت سے ضرور سابقہ پڑتا ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کے وارث اس کا مال بے جا طریقوں اور خدا کی نافرمانیوں میں اڑادیں گے۔ یا اللہ تعالیٰ کسی ظالم حاکم کو اس پر مسلط کر دے گا۔ جو اسے ذلیل و خوار بھی کرے گا اور اس کا مال بھی ضبط کر لے گا۔ یا اس پر شیطانی خواہشوں کی ایسی یلغار ہوگی کہ وہ اپنی دولت اپنے ہاتھوں خود ہی برباد کر دے گا۔ یا اس کے دل میں یہ خواہش جنم لے گی کہ فلاں ویران علاقے یا بے آب و گیاہ قطعہ زمین میں مکان بنائے یا آبادی بسائے۔ اور اس خواہش کی تکمیل میں وہ اپنا تمام سرمایہ خاک میں ملا دے گا۔ یا کسی ناگہانی مصیبت میں اپنی دولت گنوا دے گا۔ مثلاً مال ڈوب جائے یا جل جائے یا چوروں کے ہاتھ لگ جائے یا ایسی ہی کوئی اور مصیبت آجائے۔

اَوْ يَصِيبُهُ عِلَّةٌ دَائِمَةٌ فَيُنْفِقُ مَالَهُ فِي مَدَاوَاتِهَا اَوْ يَدْفِنُهُ فِي مَوْضِعٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ فَيَنْسَاهُ فَلَا يَجِدُهُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَنْ كَثُرَ ضَحْكُهُ قَلَّتْ هَيْبَتُهُ وَمَنْ اسْتَحْفَ بِالنَّاسِ اسْتَحْفَ بِهِ وَمَنْ اكْتَرَفِي شَيْ عُرِفَ بِهِ وَمَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ كَثُرَ سَقَطُهُ وَمَنْ كَثُرَ سَقَطُهُ قَلَّ حَيَاءُهُ وَمَنْ قَلَّ حَيَاءُهُ قَلَّ وَرَعُهُ وَمَنْ قَلَّ وَرَعُهُ مَاتَ قَلْبُهُ

(ترجمہ) : یا اسے ایسی بیماری لاحق ہو جائے جو لا علاج ہے اور علاج معالجہ میں اپنا اثاثہ صرف کر دے۔ یا وہ اپنی دولت کو حفاظت کے لیے جانی پہچانی جگہوں میں سے کسی جگہ زمین میں دفن کر دے اور پھر وہ جگہ بھول جائے اور یوں مال ہاتھ سے نکل جائے۔

(۱۶۰) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو زیادہ ہنسے گا (اور بے ہودہ ہنسی مذاق میں اپنا وقت گزارے گا) اس کی ہیبت جاتی رہے گی (اور لوگوں میں اس کا وقار قائم



نہ رہے گا) جو دوسروں کی ناحق تذلیل و توہین کرے گا (انہیں خوار و حقیر جانے گا) وہ خود بھی ذلت و رسوائی میں گرفتار ہوگا جو شخص جس کام میں زیادہ مشغول رہے گا اسی کے ساتھ وہ جانا پہچانا جائے گا۔ جو زیادہ باتیں بنائے گا وہ ٹھوکریں بھی کھائے گا جس کی ناکرونی حرکات زیادہ ہوں گی اس سے شرم و حیا کا معمولی علاقہ ہوگا جو بے شرمی و بے حیائی کا خوگر ہوگا وہ اپنی ذمہ داریاں نہ نبھاسکے گا اور جسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ ہوگا اس کا دل مردہ ہو جائے گا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ تَعَالَى عَنَّهُ أَنَّهُ قَالَ فِي قَوْلِهِ  
تَعَالَى وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا قَالَ الْكَنْزُ  
لَوْحٌ مِنْ ذَهَبٍ وَعَلَيْهِ سَبْعَةٌ أَسْطُرٌ مَكْتُوبٌ فِي أَحَدِهَا  
عَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ الْمَوْتَ وَهُوَ يُضْحِكُ وَعَجِبْتُ لِمَنْ  
عَرَفَ الدُّنْيَا فَايَةً وَهُوَ يَرْغَبُ فِيهَا وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ أَنَّ  
الْأُمُورَ بِأَقْدَارٍ وَهُوَ يَغْلَمُ لِلْفَوَاتِ وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ  
الْحِسَابَ وَهُوَ يَجْمَعُ مَالًا وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ النَّارَ  
وَهُوَ يُذْنِبُ وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ اللَّهَ يَقِينًا وَهُوَ يَذْكُرُ غَيْرَهُ  
وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ الْجَنَّةَ يَقِينًا وَهُوَ يَسْتَرْيَحُ بِالدُّنْيَا  
وَعَجِبْتُ لِمَنْ عَرَفَ الشَّيْطَانَ عَدُوًّا فَاطَاعَهُ

(ترجمہ) : (۱۶۱) اللہ عزوجل کے قول وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا (کہ اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا) کی تفسیر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وہ خزانہ ۱۴۰ سونے کی ایک تختی تھی اور اس پر سات سطریں تھیں۔ ایک سطر میں لکھا تھا کہ اس کا حال عجیب ہے جسے موت کا یقین ہو اس کو ہنسی کس طرح آجاتی ہے (دوسری سطر میں تھا) اس کا حال عجیب ہے جس کو دنیا کے زائل و فنا ہو جانے کا یقین ہے وہ کیسے مطمئن اور اس میں منہمک رہتا ہے۔ (تیسری سطر میں تھا) اس کا حال عجیب ہے جو قضا و قدر کا یقین

رکھتا ہے تو دنیا نہ ملنے پر اندوہ و غم میں کیوں پڑا رہتا ہے (چوتھی سطر میں لکھا تھا) اس کا حال عجیب ہے جسے حساب کتاب کا یقین ہے وہ دولت کیوں جمع کرتا ہے (پانچویں سطر میں مکتوب تھا) اس کا حال عجیب ہے جو دوزخ کو جانتا پہچانتا ہے تو گناہوں کا ارتکاب کیسے کرتا ہے۔ (چھٹی سطر میں تھی) اس کا حال عجیب ہے جو ذات الہی کا عرفان رکھتا ہے وہ غیروں کا ذکر کیسے کرتا ہے (اور ساتویں سطر میں یہ عبارت مرقوم تھی اس کا عجیب حال ہے جو جنت کا علم رکھنے کے باوجود دنیائے ناپائیدار کی راحتوں پر کیوں جان دیتا ہے۔ یونہی اس کا حال عجیب ہے جو شیطان کو اپنا دشمن جان و ایمان جانتے ہوئے اس کی پیروی کیوں کرتا ہے۔

**تشریح :** ۱۴۰۔ حضرت علیہ السلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا۔ اور وہاں والوں نے ان کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی اس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ چاہتے تو اس پر اجرت لیتے۔ حضرت علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ دیوار دو یتیموں کی ہے جو ایک مرد صالح کی اولاد ہیں اور اس کے نیچے ان کا خزانہ ہے دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا اور لوگ لے جاتے۔ لہذا آپ کے رب عزوجل نے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جوان ہو کر نکالیں۔ ان کے صالح باپ کے صدقہ میں ان پر یہ رحمت ہوئی۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا اور یہ اس کی آٹھویں یا دسویں نسل در نسل میں تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں ان کے باپ کی صلاح و نیکو کاری کا لحاظ فرمایا تھا۔ خود ان کے صالح و نیکو کار ہونے کا ذکر نہ فرمایا۔ ”یعنی وہ اگرچہ صالح بھی ہوں اور کیوں نہ ہوں گے کہ ان کے لیے یہ خزانہ لاجواب محفوظ رکھا گیا۔ مگر یہ ان کی صلاح و نیکو کاری کا سبب تھا نہ کہ نتیجہ۔ نتیجہ تو ان کے باپ کی نیکو کاری کا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی صلاح و نیک چلنی سے اس کی اولاد اور

اولاد کی اصلاح فرماتا ہے۔ اور اسکی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی و امان میں رہتے ہیں۔

جب عام صالحین کی اصلاح ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق و فاروق و عثمان و جعفر و عباس و انصار کرام رضی اللہ عنہم کی اصلاح عظیم کا کیا کہنا۔ جن کی اولاد میں شیخ صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام، اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ خود حضور پر نور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین ﷺ کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلیٰ و بلند و بالا ہے ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جانا تکبر کرنا جائز نہیں۔ دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔ انہیں کم نسبی کے سبب حقیر جانا جائز نہیں۔ نسب کو کسی کے حق میں عاریا گالی سمجھنا جائز نہیں اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں۔ البتہ جوان میں کانہ ہو اور اپنے آپ کو صدیقی فاروقی عثمانی وغیرہ بتائے وہ اس وعید شدید میں داخل ہے کہ جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو دانستہ اپنا باپ بتائے اس پر جنت حرام ہے اور وہ خود ملعون (بخاری و مسلم وغیرہما)۔

سُئِلَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَا أَثْقَلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا أَوْسَعُ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا أَغْنَى مِنَ الْبَحْرِ وَمَا أَشَدُّ مِنَ الْحَجَرِ وَمَا أَحَرُّ مِنَ النَّارِ وَمَا أَبْرَدُ مِنَ الزَّمْهِرِيِّ مَا أَمْرٌ مِنَ السَّمِّ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ الْبُهْتَانُ عَلَيَّ الْبَرَّاءُ يَا أَثْقَلُ مِنَ السَّمَاءِ وَالْحَقُّ أَوْسَعُ مِنَ الْأَرْضِ وَقَلْبُ الْقَائِعِ أَغْنَى مِنَ الْبَحْرِ وَقَلْبُ الْمُتَأَفِّقِ أَشَدُّ مِنَ الْحَجَرِ

(ترجمہ) : (۱۶۲) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے استفار کیا گیا

کہ آسمان سے بڑھ کر گرامبار وزن دار چیز کیا ہے؟ زمین سے وسیع تر کون سی چیز ہے سمندر سے زیادہ بے نیاز و تو نگر کون ہے۔ پھر سے زیادہ سخت چیز کون

سی ہے۔ آگ سے بڑھ کر تپش کس چیز میں ہے زمہر سے سرد تر مقام کون سا ہے (زمہر کہ ہوا کے وسط میں ایک سرد طبقہ ہے جہاں بخارات پہنچ کر اولے اور برف بن جاتے ہیں) اور زمہر سے بڑھ کر تلخ و مہلک کون سی شے ہے؟

مولیٰ علیؑ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مخلوق خدا پر بہتان تراشی، آسمان سے زیادہ گراں بار ہے، حق و صداقت میں زمین سے زیادہ فراخی و وسعت ہے۔ بندہ قناعت پسند کا دل سمندر سے زیادہ تو مگر وہ بے نیاز ہے۔ منافق کی سنگدلی پتھر سے زیادہ ہے (کہ اس کا دل حق و صداقت سے کبھی نہیں پیچتا جب کہ پتھر رسی کی متواتر رگڑ سے متاثر ہو جاتا ہے) ظالم و جابر فرمان نوا حاکم (کے ظلم و جبر) کی تپش، آگ سے بڑھ کر ہے (کہ فریاد کرنے والوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے)۔

وَالسُّلْطَانُ الْجَائِرُ أَحْرَمِنَ النَّارِ وَالْحَاجَةُ إِلَى اللَّئِيمِ أَبْرَدُ مِنَ

الزُّمَّهْرِيِّ وَالصَّبْرُ أَمْرٌ مِنَ السَّمِّ وَقِيلَ أَلْمِيمَةٌ أَمْرٌ مِنَ السَّمِّ

(ترجمہ) : اپنی حاجت روائی کے لیے کسی فرومایہ ۱۴۱- وکینہہ خصلت کا منہ دیکھنا زمہر سے بڑھ کر سرد بے اثر ہے (کہ کسی حرمان نصیب کی آہ و زاری اور کسی بے بس کی بے کسی کا اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور ہمدردی کی حرارت و گرمی اس میں پیدا نہیں ہوتی) اور (ناخوشگوار حالات میں) صبر و تحمل سے کام لینا زمہر قاتل سے زیادہ تلخ ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چغلی اور لگائی بھائی کی عادت میں وہی تاثیر ہے جو زمہر ہلاہل میں ہے (کہ اس کے باعث بدگمانیاں پھیلتی اور عزت و آبرو کا خاتمہ کر دیتی ہیں)۔

تشریح : ۱۴۱- اسی لیے حدیث شریف میں حکم ہے کہ اپنی حاجتیں میرے رحم دل امتیوں سے مانگو۔ ان سے فضل طلب کرو ان سے بھلائی چاہو رزق پاؤ گے۔ مرادوں کو پہنچو گے۔ ان کے دامن میں آرام سے رہو گے ان کی پناہ میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ نیز فرماتے ہیں **اللَّيْمِيُّ** بھلائی اور اپنی حاجتیں خوش رویوں سے مانگو۔

کہ معنی بود صورت خوب را

اور یہ خوش رو حضرات اولیائے کرام ہیں کہ حسن ازلی جن سے محبت فرماتا ہے اور جو دکامل و سخائے شامل بھی انہیں کا حصہ کہ وقت عطا شگفتہ روی جس کا ادنیٰ ثمرہ۔ اور ان پیاروں کے متبعین ان کے پیارے مسلمان بھی ان شاء اللہ تعالیٰ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور حاجت روائی کرتے ہیں اور اس داد و دہش کا عطا صرف رضائے الہی کا حصول ہوتا ہے نہ کہ کسی دنیوی غرض کا حصول

قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الدُّنْيَا دَارٌ مِّنْ لَّدَارِ لَهٗ وَمَالٌ مِّنْ لِّمَالِ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَن لَّا عَقْلَ لَهٗ وَيَشْتَعِلُ بِشَهْوَتِهَا مَن لَّا فَهْمَ لَهٗ وَعَلَيْهَا يُعَاقِبُ مَن لَّا عِلْمَ لَهٗ وَلَهَا يَحْسُدُ مَن لَّا لُبَّ لَهٗ وَلَهَا يَسْعَى مَن لَّا يَقِينَ لَهٗ

(ترجمہ) : (۱۶۳) نبی کریم روف و رحیم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیائے ناپائیداری کا گھر ہے جس کا کوئی گھر (اور ٹھکانہ نہ ہو) یہ دنیا اسی کی نگاہوں میں دولت ہے جس کے پاس کوئی اور دولت نہ ہو۔ دنیا (کی آسائشوں اور فتنہ سامانیوں کو) ذخیرہ کرنے کی فکر اسی کو ہوگی جس کے پاس عقل و دانش نہ ہو۔ دنیا کی (شادمانیوں اور خزاں رسیدہ بہاروں اور) شہوت رانیوں میں وہی مصروف رہے گا جو فہم و فراست (اور دور اندیشی و عاقبت بینی) سے بے بہرہ ہو دنیا کے لیے جاوے جا تک و دو میں وہی شخص مشغول رہے گا جو جمالت و نادانی کا مجسمہ ہو۔ دنیا کی طلب و فراوانی کی خاطر حسد میں وہی گرفتار ہوگا جو عقل و دانائی سے حمی دست و بے بہرہ ہو اور دنیا طلبی کی سعی و کوشش میں وہی پیش پیش رہے گا جس کا دل اخروی نعمتوں پر مطمئن نہ ہو۔ ۱۳۲

۱۳۲ - مقصود کلام یہ ہے کہ دنیوی زندگی، امیدوں کا سبز باغ ہے۔ اس میں عمر کھو کر جب آدمی اس حالت کو پہنچتا ہے کہ اسے حصول مراد کا یقین ہوتا ہے اور وہ کامیابی کے نشہ میں مست پھرتا ہے تو اچانک اس کو موت آجاتی ہے

اور وہ تمام لذتوں اور نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ تو عقلمند وہ ہے جو دارِ آخرت کی فکر کرے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا زَالَ يُوصِيَنِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَجْعَلُهُ وَاثِنًا وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِالنِّسَاءِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَحْرُمُ طَلَاقَهُنَّ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِالْمَمْلُوكِينَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَجْعَلُ لَهُمْ وَقْتًا يُعْتَقُونَ فِيهِ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِالسَّوَاكِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ فَرِيضَةٌ

(ترجمہ) : (۱۶۴) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری (صحابی) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے اور عورتوں سے متعلق (حسن سلوک اور ادائیگی حقوق کی) پیہم وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ انہیں طلاق دینا حرام قرار پائے گا۔ اور غلاموں سے متعلق مسلسل وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیں گے کہ اس وقت کی آمد پر وہ خود بہ خود آزاد ہو جائیں گے اور مسواک سے متعلق برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ مسواک کرنا بھی ایک فریضہ ہے۔ (مسواک کی پسندیدگی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حضور ﷺ جب کاشانہ اقدس میں تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا۔ اور کسی نماز کے لیے تشریف نہ لے جاتے تا وقتیکہ مسواک نہ فرما لیتے۔)

وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِالصَّلَاةِ فِي الْجَمَاعَةِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ تَعَالَى صَلَاةَ الْإِنْسَانِ فِي الْجَمَاعَةِ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي بِقِيَامِ اللَّيْلِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَا نَوْمَ بِاللَّيْلِ وَمَا زَالَ يُوصِيَنِي

بِذِكْرِ اللَّهِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَا يَنْفَعُ قَوْلُ الْإِبْرَاهِيمِ

(ترجمہ) : اور نماز باجماعت ۱۲۳ھ کی اس تسلسل سے نصیحت کرتے رہے کہ مجھے یقین سا آنے لگا کہ اللہ عزوجل کوئی فرض نماز جماعت کے بغیر قبول ہی نہیں فرماتا۔ اور شب بیداری ۱۲۴ھ پر یوں توجہ دلاتے رہے کہ میرا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ رات میں سونے کی بالکل اجازت نہیں۔ اور ذکر الہی کی تاکید اس شدت سے فرماتے رہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ منہ سے نکلی ہوئی کوئی بات اس وقت تک نفع بخش نہیں جب تک اس کے ساتھ ذکر خدا شامل نہ ہو۔

**تشریح :** ۱۲۳ھ رسول اکرم ﷺ نے نماز باجماعت کے متعلق سخت تاکید فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے

مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو پانچوں ہی نمازوں کی محافظت کرے جب ان کی اذان کسی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے سنن الہدیٰ مشروع فرمائی۔ اور یہ سنن الہدیٰ سے ہے۔ اور اگر تم نے اپنے گھروں میں (بلا عذر شرعی) نماز پڑھ لی جیسے یہ پیچھے رہ جانے والا اپنے گھر میں پڑھ لیا کرتا ہے تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑی۔ اور اپنے نبی کی سنت کو چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کافر ہو جاؤ گے (یعنی ناشکرے اور احسان فراموش بندوں میں لکھے جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح طہارت کرے پھر مسجد کو جائے تو جو قدم چلتا ہے ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ نیکی لکھتا ہے اور درجہ بلند کرتا ہے اور گناہ مٹا دیتا ہے۔ (مسلم شریف وغیرہ)۔

بخاری و مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے راوی فرماتے ہیں ﷺ منافقین پر سب سے زیادہ گراں نماز عشا و فجر ہے اور جانتے کہ اس میں کیا ہے تو گھسٹتے ہوئے آتے۔ اور بے شک میں نے قصد کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو امر فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان کے پاس لے کر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھرانے پر آگ سے جلا دوں۔ احمد

والوداؤد وغیرہما راوی کہ فرماتے ہیں **اللہ** کسی گاؤں یا بادیہ میں تین شخص ہوں اور نماز قائم نہ کی گئی (یعنی باجماعت نہ پڑھی گئی) مگر ان پر شیطان مسلط ہو گیا تو جماعت کو لازم جانو کہ بھیرا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔

**تنبیہ** : برادران اسلام ان چند احادیث پر پھر توجہ دیں اور غور کریں کہ آج ہمارے معاشرہ میں افلاس و تنگدستی بے برکتی و بے روزگاری، بیماری پریشان حالی، رسوائی و خواری، اولاد کی سرکشی و نالائقی آئے دن گھروں میں ناچاقی کی جس آگ نے تباہی مچائی ہے اس کا اصل سبب یہی ہماری نمازوں اور مسجدوں میں حاضری سے غفلت و لاپرواہی تو نہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ نماز باجماعت کی پابندی اور نماز کے لیے مسجد کی حاضری، تمدن اور ترقی کی جان ہے۔ اتحاد و یگانگی اور تبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک ناواقف بہت سی باتیں قابل اعتماد دینداروں کو دیکھ کر حاصل کر لیتا ہے اور ایک واقف کار علم دین کا عالم، باسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر کسی غریب کے دوش، شانہ بشانہ کھڑا ہو کر مساوات کا سبق لیتا ہے تو دوسری جانب ایک غریب آدمی، کسی دولت مند و متمول مسلمان کے پاس بیٹھ کر سچے دین کے انصاف سے اپنی روح کو خرسند کر سکتا ہے۔

۱۳۴۰ قیام اللیل سے مراد تہجد ہے جو ابتدائے السام میں واجب اور بقولے فرض تھا۔ نبی کریم **ﷺ** اور آپ کے اصحاب شب کو قیام فرماتے اور اس اندیشہ سے کہ قیام قدر واجب سے کم نہ رہ جائے۔ تمام شب قیام میں رہتے اور صبح تک نمازیں پڑھتے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کے پاؤں سوج جاتے تھے پھر یہ حکم یعنی اس کا وجوب ایک سال کے بعد منسوخ ہو گیا اور امت کے حق میں اس کا سنت ہونا باقی رہا۔ اور قرآن کریم سے ثابت کہ رات کے نوافل و عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ رات کا عمل پوشیدہ ہوتا ہے اس لیے وہ ریاء سے بہت دور ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کے کاروبار عموماً بند ہوتے ہیں اس لیے قلب بہ نسبت دن کے بہت فارغ ہوتا ہے اور توجہ الی اللہ اور خشوع دن سے رات میں میسر آتا ہے۔ رات کا وقت سکون



داطمینان کا ہے۔ شروشب سے امن ہوتی ہے اخلاص تام وکامل ہوتا ہے تیسرے یہ کہ رات چونکہ راحت و خواب کا وقت ہوتا ہے اس لیے اس میں بیدار رہنا نفس کو بہت مشقت و تعب میں ڈالتا ہے تو ثواب بھی اس کا زیادہ ہوگا۔

قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَبْعَةٌ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمُ الْخَالِقُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَيُدْخِلُهُمُ النَّارَ الْفَاعِلُ وَالْمَفْعُولُ بِهِ وَالنَّاكِحُ بِيَدِهِ وَنَّاكِحُ الْبَهِيمَةِ وَنَّاكِحُ الْمَرْأَةِ مِنْ دُبُرِهَا وَالْجَامِعُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَابْنَتِهَا وَالزَّانِي بِحَلِيلَةِ جَارِهِ وَالْمَوْذِي جَارَهُ حَتَّى يَلْعَنَهُ

(ترجمہ) : ۱۶۵۔ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ التسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سات اشخاص ایسے ہیں جن کی طرف ان کا پروردگار بروز قیامت نہ نظر رحمت فرمائے گا نہ انہیں (گناہوں کی آلوگی سے) پاک صاف فرمائے گا (بلکہ) انہیں جہنم میں داخل کر دے گا۔ اغلام یعنی ۱۴۵۔ پیچھے کے مقام میں وطنی کرنے والا اور جس کے ساتھ وطنی کی جائے (اور اس کی رضا اس فعل بد میں شامل ہو) اپنے ہاتھ سے اپنی شہوت کو پورا کرنے والا (حدیث شریف میں اسے ملعون فرمایا گیا ہے) چوپائے سے وطنی کرنے والا۔ اپنی عورت کے پیچھے کے مقام میں جماع کرنے والا عورت اور اس کی بیٹی دونوں سے جماع کرنے والا ۱۴۶۔ اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرنے والا۔ اپنے ہمسایہ کو ناحق ایذا دینے والا یہاں تک کہ وہ بحالت مجبوری اس پر لعنت کرنے لگے۔

تشریح : ۱۴۵۔ متعدد احادیث میں وارد کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو قوم لوط کا عمل (اغلام) کرتے پاو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر ڈالو۔ نیز فرمایا ملعون ہے وہ جو قوم لوط کا عمل کرنے (ترمذی) اسی لیے روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں کو جلا دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر دیوار ڈھادی۔ قرآن کریم اس باب میں ارشاد فرماتا ہے اَتَاتُونِ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا

مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَلَمِينَ أَنْكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہاں میں کسی نے نہ کی۔ تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے (اور ان کے ساتھ بد فعلی کرتے ہو) عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے (کہ حلال کو چھوڑ کر حرام میں مبتلا ہوئے اور ایسے فعل خبیث کا ارتکاب کیا)۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ انسان کو شہوت بقائے نسل اور دنیا کی آبادی کے لیے دی گئی ہے اور عورتیں محل شہوت اور موضع نسل بنائی گئی ہیں کہ ان سے بطریق معروف حسب اجازت شرع اولاد حاصل کی جائے۔ جب آدمیوں نے عورتوں کو چھوڑ کر ان کا کام مردوں سے لینا چاہا تو وہ حد سے گزر گئے اور انہوں نے اس قوت کے مقصد صحیح کو فوت کر دیا کیونکہ کہ مرد کو حمل رہنا ہے نہ وہ بچہ جنتا ہے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا سوائے شیطنیت کے اور کیا ہے۔

علمائے سیر و اخبار کا بیان ہے کہ قوم لوط کی بستیاں نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور وہاں غلے اور پھل بہ کثرت پیدا ہوتے تھے زمین کا دوسرے خطہ اس کا مثل نہ تھا۔ اس لیے جا بجا سے لوگ یہاں آتے تھے اور انہیں پریشان کرتے تھے۔ ایسے وقت میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا اور ان سے کہنے لگا کہ اگر تم مہمانوں کی اس کثرت سے نجات چاہتے ہو تو جب وہ لوگ آئیں تو ان کے ساتھ بد فعلی کرو۔ اس طرح یہ فعل بد انہوں نے شیطان سے سیکھا اور ان میں رائج ہوا۔

اور قرآن شریف میں قوم کی تباہی و بربادی کو یوں بیان فرماتا ہے وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَأَنْظَرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا تو دیکھو کیسا انجام ہوا مجرموں کا علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ بارش آگ اور پتھروں کی تھی جیسے کسی آتش نیشاں پہاڑ کے پھٹنے کے وقت ہوتی ہے۔ یا یوں کہتے کہ ان پر ایسے پتھر برسے کہ گندھک اور آگ سے مرکب تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ بستی میں رہنے والے جو وہاں مقیم تھے وہ تو زمین میں دھنسا دیے گئے اور جو سفر میں تھے وہ اس بارش

سے ہلاک کر دیئے گئے۔ مجاہد کا قول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے اپنا بازو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب پہنچ کر اوندھا کر کے گرا دیا۔ اس کے بعد پتھروں کی بارش کی گئی۔

الغرض یہ فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے اسی وجہ سے اس میں حد نہیں بلکہ اس کی جو سزا علمائے مقرر فرمائی وہ یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرا دیں۔ یا اونچی جگہ سے اسے اوندھا کر کے گرائیں اور اس پر پتھر برسائیں۔ یا اسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کرے۔ اور مرد نے چوپایہ سے وطی کی تو اس جانور کو ذبح کر کے جلا دیں۔ اس سے نفع نہ اٹھائیں کہ مکروہ ہے اور اگر اس چوپایہ کا مالک کوئی اور ہو تو مالک سے کہا جائے کہ اس کی قیمت چاہو تو واطی سے وصول کرو اور جانور اسے دے دو اور پھر اسے ذبح کر دیا جائے (در مختار ردالمحتار)۔

۱۳۶۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں بعض احادیث ذکر فرمائی ہیں جن سے اس حدیث پاک کی تائید ہوتی ہے ازاں جملہ یہ کہ ”ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا کیا اس کی بیٹی سے نکاح کر لوں؟ فرمایا میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے۔ کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی مطلع تھا۔ نیز اس کی متوہد ہے وہ حدیث کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا جو کسی عورت کی شرم گاہ کو شہوت سے دیکھے اس پر اس کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائیں گی۔ دوسری حدیث میں ہے ”ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج (شرم گاہ۔ محل وطی) کو دیکھے“ اور عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ”جو کسی عورت اور اس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر نظر رحمت نہ فرمائے“ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حرمت کے لیے نہ نکاح شرط ہے نہ وطی کا بروج حلال ہونا لازم و ضروری ہے۔ بلکہ حرمت کا دار و مدار مطلقاً وطی ہے۔ خواہ وطی بروج حلال یعنی بعد نکاح ہو یا بصور حرام یعنی زنا ہو یہی مذہب ہے ہمارے ائمہ کرام کا اور یہی مذہب ہے اکابر صحابہ کرام و جمہور ائمہ تابعین و اکابر مجتہدین کا رضوان

اللہ تعالیٰ علیم اجمعین (تفصیل کے لیے دیکھئے فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح)۔  
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَاءُ سَبْعَةٌ سِوَى  
 الْمَقْتُولِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْمَبْكُطُونَ شَهِيدٌ وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ  
 وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ وَالْحَرِيقُ  
 شَهِيدٌ وَالْمَيْتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ وَالْمَرَاةُ الَّتِي مَاتَتْ عَنِ  
 الْوِلَادَةِ شَهِيدٌ

(ترجمہ) : (۱۶۶) نبی اکرم رحمت مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ راہ خدا میں  
 جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے والے کے علاوہ سات شہید اور ہیں جو پیٹ کی  
 بیماری ۱۴۷ء میں مرادہ شہید ہے، جو ڈوب کر مرادہ شہید ہے جو ذات الجنب  
 میں مرادہ شہید ہے۔ جو طاعون سے مرادہ شہید ہے جو جل کر مرادہ شہید ہے  
 جس کے اوپر دیوار وغیرہ گر پڑے اور مرجائے وہ شہید ہے اور جو عورت بچہ  
 پیدا ہونے یا کنوارے پن میں مرجائے وہ شہید ہے (یعنی ان لوگوں کو شہادت کا  
 ثواب ملے گا)۔

**تشریح :** ۱۴۷ء پیٹ کی بیماری سے مراد مرض استسقاء ہے جس میں آدمی خواہ کتنا  
 ہی پانی پئے اس کی پیاس نہیں بجھتی یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کی  
 موت واقع ہو جاتی ہے۔ یا اس سے مراد دست آنا ہے یہ دونوں قول ہیں جو علماء سے  
 منقول ہیں اور یہ لفظ ان دونوں کو شامل ہو سکتا ہے لہذا اس کے فضل سے امید ہے کہ  
 دونوں کو شہادت کا اجر ملے گا۔ کہ اللہ کا فضل بہت بڑا ہے اور اس کی رحمت بہت وسیع۔  
 ۱۴۸ء مروی ہے کہ فرماتے ہیں ﷺ جو لوگ طاعون میں مرے ان کے بارے  
 میں اللہ عزوجل کے دربار میں مقدمہ پیش ہوگا۔ شہداء کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں یہ  
 ویسے ہی قتل کئے گئے جیسے ہم (یعنی زخموں سے نڈھال ہو کر) اور بچھونوں پر وفات پانے  
 والے کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں یہ اپنے بچھونوں پر مرے جیسے ہم (تو انہیں شہادت کا  
 اجر نہیں ملنا چاہیے) اللہ عزوجل فرمائے گا ان کے زخم دیکھو اگر ان کے زخم مقتولین کے

مشابہ ہوں تو یہ انہیں میں ہیں اور انہیں کے ساتھ ہی۔ دیکھیں گے تو ان کے زخم شہداء کے زخم سے مشابہ ہوں گے۔ لہذا وہ شہداء میں شامل کر دئے جائیں گے (احمد و نسائی) ایک حدیث میں ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا اس کے مثل ہے جو جہاد سے بھاگا اور جو صبر کرے (اور اس میں مبتلا ہو کر اسی حالت میں وفات پا جائے تو) اس کے لیے شہید کا اجر ہے (امام احمد)

**ایک اہم مسئلہ :** طاعون جہاں ہو وہاں سے بھاگنا جائز نہیں اور دوسری جگہ سے وہاں جانا بھی نہ چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو

لوگ کمزور اعتقاد کے ہوں اور ایسی جگہ گئے اور مبتلا ہو گئے تو ان کے دل میں یہ بات آئی کہ یہاں آنے سے ایسا ہوا نہ آتے تو کاہے کو اس بلا میں پڑتے۔ اور بھاگنے میں بیچ گیا تو یہ خیال کیا کہ وہاں ہوتا تو نہ پچتا بھاگنے کی وجہ سے بچا ایسی صورت میں بھاگنا اور جانا دونوں ممنوع ہیں۔ طاعون کے زمانے میں عوام سے اکثر ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں اور اگر اس کا عقیدہ پکا ہے جانتا ہے کہ جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے نہ وہاں جانے سے کچھ ہوتا ہے نہ بھاگنے میں فائدہ پہنچتا ہے تو ایسے کو وہاں جانا بھی جائز ہے اور نکلنے میں بھی حرج نہیں کہ اس کو بھاگنا نہیں کہا جائے گا اور حدیث میں مطلقاً نکلنے کی مخالفت نہیں بلکہ بھاگنے کی ممانعت ہے (بہار شریعت)۔

**نقیس فائدہ :** ابن ماجہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ ارشاد فرمایا مسافرت کی موت شہادت ہے ان کے سوا اور بہت صورتیں ہیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی وغیرہ ائمہ نے ان کو ذکر کیا ہے ان میں بعض یہ ہیں۔

جو سہل کی بیماری میں یا سواری سے گر کر یا مرگی سے یا بخار میں مرا مال یا جان یا اہل یا کسی اپنے (جائز) حق کے بچانے میں قتل کیا گیا۔ یا عشق میں مرا بشرطیکہ پاکدامن ہو اور چھپایا ہو (مگر عشق کے جھوٹے نام پر خود کشی اس میں داخل نہیں) یا کسی درندے نے پھاڑ کھایا۔ یا بادشاہ نے غلاما قید کیا یا مارا اور مر گیا یا کسی موذی جانور کے کاٹنے سے مرا۔ علم

دین کی طلب میں مرا موذن کہ طلب ثواب کے لیے اذان کہتا ہو تاجر راست گو جسے  
 سمندر میں متلی اور تے آئی اور مر گیا ہو اپنے بچوں کے لیے سعی کرے۔ ان میں امر الہی  
 قائم کرے اور انہیں حلال مال کھلائے جو ہر روز پچیس بار یہ پڑھے **اللَّهُمَّ بَارِكْ لِي**  
**فِي الْمَوْتِ وَفِي مَا بَعْدَ الْمَوْتِ** جو مرض میں **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ**  
**إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ** چالیس بار کہے اور اسی مرض میں مرجائے اور اچھا ہو گیا تو  
 اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ جو ہر رات میں سورہ یس شریف پڑھے جو باطہارت نبی  
**ﷺ** پر سو بار ہر شب میں درود شریف پڑھے جو صبح کو **أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ**  
**الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** تین بار پڑھ کر سورہ حشر کی پچھلی تین آیتیں پڑھے  
 اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا کہ اس کے لیے استغفار کریں گے اس دن میں مرا  
 تو شہید مرا۔ اور جو شام کو کہے صبح تک کے لیے یہی بات ہے جو چاشت کی نماز پڑھے اور  
 ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو سفر و حضر میں کہیں ترک نہ کرے۔ فساد امت  
 کے وقت سنت پر عمل کرنے والا اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے۔ جو باطہارت سویا اور  
 مر گیا جو سچے دل سے یہ سوال کرے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں جو جمعہ کے دن مرے  
 (بہار شریعت)۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَقُّ عَلِيٍّ الْعَاقِلِ أَنْ  
 يَخْتَارَ سَبْعًا عَلَى سَبْعِ الْفَقْرِ عَلَى الْغِنَى وَالذَّلَّ عَلَى لِعَازِ  
 وَالتَّوَاضِعَ عَلَى الْكِبَرِ وَالْجُوعَ عَلَى الشَّبَعِ وَالْغَمَّ عَلَى  
 السُّرُورِ وَالذُّونَ عَلَى الْمُتْرِفِيعِ وَالْمَوْتَ عَلَى الْحَيَوَةِ

(ترجمہ) : ۱۶۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے  
 فرمایا ہر صاحب عقل و صاحب الرائے پر لازم ہے کہ وہ سات چیزوں کو (اپنے مد  
 مقابل) سات چیزوں پر فوقیت و ترجیح دے فقیری و درویشی کو امیری و تو نگری پر  
 بے تھی و کم مائی کو ذنوی شہرت ۱۶۹۔ و ناموری پر۔ فروتنی و خاساری کو  
 برتری و خود پسندی پر گری (بھوکا رہنے) کو شکم پیری پر۔ ذنوی لعب و مشقت

کو نام نہاد شادمانی و مسرت پر خستہ حال (دولت دنیائے مستعنی و بے نیاز)  
دینداروں کو حرفہ الحال (دولت و ثروت کے نشہ میں مست) بلند و بالا مقام رکھنے  
والے دنیا داروں پر اور موت کو زندگی پر۔

تشریح : ۱۴۹۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمی کی برائی کے لیے یہ کافی ہے  
کہ دین و دنیا میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے مگر جس کو اللہ  
تعالیٰ بچائے یعنی جس کی دینی یا دنیوی اعتبار سے لوگوں میں شہرت ہو اس کو زیاء و عجب اور  
خود پسندی و خود نمائی سے بچنا بہت مشکل ہے مگر جب فضل خدا شامل حال ہو۔



## باب الثمانی

قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَمَانِيَةَ أَشْيَاءَ لَا تَشْبَعُ مِنْ ثَمَانِيَةِ  
الْعَيْنِ مِنَ النَّظَرِ وَالْأَرْضِ مِنَ الْمَطَرِ وَالْأَنْثَى مِنَ الذَّكَرِ  
وَالْعَالِمُ مِنَ الْعِلْمِ وَالسَّائِلُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ وَالْحَرِيصُ مِنَ  
الْجَمْعِ وَالْبَحْرُ مِنَ الْمَاءِ وَالنَّارُ مِنَ الْحَطَبِ

### آٹھ نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۶۸) نبی کریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ  
”آٹھ چیزیں ایسی ہیں کہ وہ دوسری آٹھ چیزوں سے کبھی شکم سیرا (مستغنی و بے  
نیاز) نہیں ہو سکتیں (۱) آنکھ نظر بھر کر دیکھنے سے (۲) فرش زمین بارش رحمت  
سے (۳) عورت (کہ صنف نازک ہے اپنے ہم جنس یعنی مرد سے (۴) عالم دین  
۱۵۰۔ دولت علم سے (۵) گداگر (کہ حرص و آرز کا شکار ہے) گداگری سے (۶)  
حریص (جس کی منزلت و دولت دنیا ہے) ذخیرہ کرنے سے (۷) سمندر پانی (کی  
فراوانی) سے (۸) اور بھڑکتی ہوئی آگ (کے شعلے) ایندھن سے۔“

تشریح : ۱۵۰۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو حریص آسودہ نہیں  
ہوتے۔ ایک صاحب علم، دوسرا صاحب دنیا، مگر یہ دونوں برابر نہیں۔  
صاحب علم اللہ تعالیٰ کئی خوشنودی زیادہ حاصل کرتا رہتا ہے (یہاں تک کہ اس کا منتہی  
جنت ہوتا ہے) اور صاحب دنیا سرکشی میں بڑھتا رہتا ہے (یہاں تک کہ عذاب جہنم کا  
استحقاق کما لیتا ہے)۔



قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ثَمَانِيَةَ أَشْيَاءَ  
 هُنَّ زِينَةٌ لِثَمَانِيَةِ أَشْيَاءَ الْعَفَافِ زِينَةُ الْفَقْرِ وَالشُّكْرِ زِينَةُ  
 النَّعْمَةِ وَالصَّبْرِ زِينَةُ الْبَلَاءِ وَالْحِلْمِ زِينَةُ الْعِلْمِ وَالتَّذَلُّلِ زِينَةُ  
 الْمُتَعَلِّمِ وَكَثْرَةُ الْبُكَاءِ زِينَةُ الْخَوْفِ وَتَرْكُ الْمِنَّةِ زِينَةُ  
 الْإِحْسَانِ وَالْخُشُوعُ زِينَةُ الصَّلَاةِ

(ترجمہ) : (۱۶۹) خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق عتیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ  
 آٹھ چیزیں ایسی ہیں جو دوسری آٹھ چیزوں کی زینت ہیں (کہ جب تک ان کا  
 تعلق و رابطہ ان سے نہ ہو ان میں حسن و جمال اور دلکش و پذیرائی نہیں آسکتی)  
 چنانچہ (دنیوی آلائشوں سے پاک دامنی و پارسائی فقیری و درویشی کی زینت ہے۔  
 شکر گزاری و سپاس آوری نعمت و احسان کی زینت ہے (بلاؤں پر صبر کرنا) کسی  
 داویلا اور شور و غوغا کے بغیر انہیں برداشت کر لینا) ابتلاء و آزمائش کی زینت  
 ہے حلم و بردباری علم و دانش کی زینت ہے۔ خاکساری و منکسر المزاجی تحصیل علم  
 کی زینت ہے گریہ و زاری کی کثرت و زیادتی خوف و خشیت الہی کی زینت ہے  
 (کسی کے ساتھ حسن سلوک کے بعد احسان نہ جتانا حسن سلوک و احسان کی  
 زینت ہے اور خشوع و خضوع (سکون و اطمینان حضور قلب و دل جمعی نماز کی  
 زینت ہے۔

قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ مَنْ تَرَكَ فَضُولَ الْكَلَامِ مُنِحَ خُشُوعَ الْقَلْبِ  
 وَمَنْ تَرَكَ فَضُولَ الطَّعَامِ مُنِحَ لَذَّةَ الْعِبَادَةِ وَمَنْ تَرَكَ فَضُولَ  
 الضَّحْكِ مُنِحَ الْهَيْبَةَ وَمَنْ تَرَكَ الْمَزَاحَ مُنِحَ الْبَهَاءَ وَمَنْ تَرَكَ  
 حُبَّ الدُّنْيَا مُنِحَ حُبَّ الْأَخِرَةِ وَمَنْ تَرَكَ الْإِشْتِعَالَ بِغُيُوبِ  
 غَيْرِهِ مُنِحَ الْإِصْلَاحَ بِغُيُوبِ نَفْسِهِ وَمَنْ تَرَكَ التَّجَسُّسَ فِي  
 كَيْفِيَّةِ اللَّهِ تَعَالَى مُنِحَ الْبَرَاءَةَ مِنَ النِّفَاقِ

(ترجمہ) : (۱۷۰) فرمایا ۱۵۱۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہ جو شخص لایعنی گفتگو اور یا وہ گوئی ترک کر دیتا ہے اسے حکمت و دانائی بخش دی جاتی ہے جو شخص بد نظری و آوارہ نگاہی سے باز رہتا ہے اسے سکون قلبی مرحمت فرمایا جاتا ہے جو شخص وقت بے وقت قدر ضرورت سے زائد خورد و نوش سے پرہیز کرتا ہے اسے ذائقہ عبادت دیا جاتا ہے جو شخص زیادہ ہنسنے سے اجتناب برتا ہے اسے رعب و جلال سے نوازا جاتا ہے جو شخص موقع بے موقع مذاق و دل لگی سے دامن بچاتا ہے اسے نورانیت عطا کر دی جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کی محبت سے لاتعلق رہتا ہے اسے آخرت کی محبت عنایت فرما دی جاتی ہے۔ جو شخص دوسروں کی عیب جوئی سے دور رہتا ہے اسے خود اپنے ذاتی عیبوں کی اصلاح کی توفیق نصیب ہتی ہے اور جو شخص ذات خداوندی کے سراغ کی جرات نہیں کرتا اسے نفاق سے براءت کا تحفہ دیا جاتا ہے۔

۱۵۱۔ کہا جاسکتا ہے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد مبارک میں تشریح :  
 بری خصلتوں بد عادتوں اور نیک عادتوں بد خصلتوں کی ایک فہرست امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے کہ اخلاق ذمہ سے بچیں اور اخلاق حمیدہ کو اختیار کریں چنانچہ بری خصلتوں بد عادتوں میں سرفہرست یہ امور ہیں۔

۱۔ فضول گوئی اور لایعنی گفتگو جس کا ضیاع وقت اور بے ہودگی کے علاوہ کوئی حاصل نہیں۔

۲۔ بد نظری و آوارہ نگاہی کہ اس کے نتیجہ میں خواہشات میں ہیجان برپا ہوتا ہے۔

اور انسان اپنے ہاتھوں اپنی صحت و تندرستی کو تباہی و بربادی کی نذر کر دیتا ہے۔

۳۔ شکم سیری کی ہزار بیماریاں پیدا کرتی ہے۔

۴۔ بے محل نہیں کہ مردہ دل بناتی ہے۔

۵۔ بے موقع و بے وقت مذاق و دل لگی کہ آدمی کی وقعت گراتی ہے۔

۶۔ دنیا کی محبت میں آخرت سے غافل ہو جانا کہ فی نفسہ بد بختی ہے۔

تجسس اور دوسروں کی عیب جوئی

-۷

ذات باری عزوجل کی کنہ و حقیقت میں غور و خوض اس کا نتیجہ گمراہی و ضلال

-۸

ہے۔

اور خصائل محمودہ و اخلاق حمیدہ میں یہ امور جان اخلاق و روح ایمان ہیں۔

۱- حکمت و دانائی سے سرفراز کیا جائے۔

-۱

۲- دل میں خوف و خشیت کا پایا جائے۔

-۲

۳- عبادت و بندگی کے ذائقہ سے بہرہ ور ہوتا۔

-۳

۴- ہیبت و جلال سے متمتع ہوتا۔

-۴

۵- ایمان کی تابش و نورانیت سے مالا مال ہوتا۔

-۵

۶- آخرت کی محبت و چاہ کا دل میں گھر کر لیتا۔

-۶

۷- اپنے عیوب پر اطلاع پا کر اصلاح احوال کی توفیق پاتا۔

-۷

۸- نفاق سے براءت کا پروانہ مل جاتا اور اس مرض قلبی سے نجات پا جاتا و محفوظ

-۸

رہتا۔

عَنْ عُسْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ عَلَامَاتُ لِعَارِفِينَ  
ثَمَانِيَةٌ أَشْيَاءُ قَلْبِيَّةٌ مَعَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَلِسَانِيَّةٌ مَعَ الْحَمْدِ  
وَالشَّائِءِ وَعَيْنِيَّةٌ مَعَ الْحَيَاءِ وَالْبُكَاءِ وَإِرَادَتِيَّةٌ مَعَ التَّرْكِ  
وَالرِّضَاءِ يَعْنِي تَرَكَ الدُّنْيَا وَطَلَبَ رِضَا مَوْلَاهُ

(ترجمہ) : (۱۷۱) حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے

فرمایا کہ جن لوگوں کو معرفت ۱۵۲ عرفان کی دولتوں سے سرفراز فرمایا جاتا

ہے آٹھ علامتوں سے ان کی نشان دہی ہو سکتی ہے (یعنی ان کے ذریعہ اللہ

والوں کی شناخت ہو جاتی ہے اور مقربان حق کو پہچانا جاسکتا ہے) اس کے دل

میں خوف خدا بھی ہوتا ہے اور رجاء ۱۵۳ امید بھی۔ ان کی زبان پر حمد الہی

بھی رہتی ہے اور شائے حق بھی۔ اور ان کی آنکھوں میں شرم و حیا بھی ہوتی

ہے اور آہ و بکا کے آنسو بھی۔ ان کے ارادوں میں ترک بھی نمایاں ہوتا ہے اور تلاش و جستجو بھی۔ یعنی دنیا سے لاتعلقی اور رضائے مولیٰ کی خواہش و طلبی۔

**تشریح :** ۱۵۳۔ اور یہی وہ عارفان حق آگاہ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کا رب عزوجل فرماتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ یہی وہ محبوبان حق ہیں جو اپنا نام لینے والوں کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں یہی وہ مقرران بارگاہ الہی ہیں جن کے ظلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا ان سے متصل ہو جانا فی نفسہ بڑی سعادت اور دنیا و آخرت میں بکار آمد ہے۔ یہی وہ سالکان راہ ہیں جن کے اتباع میں قرب خداوندی کی دولتیں مضمون پنہاں ہیں۔ یہی وہ خاصان خدا ہیں جن کی بدولت صلاح و فلاح اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت نصیب ہوتی ہے۔ ان کے قلب و قالب، رذائل اور خصائل مذمومہ سے متعلیٰ (خالی) اور فضائل سے متعلیٰ (آراستہ و پیراستہ) ہوتے ہیں اور ان کی کرم پرور نگاہیں خاک کو کیسا بنا دیتی ہیں۔

۱۵۳۔ قرآن کریم نے مسلمان کی شان یہ بیان فرمائی ہے کہ **يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةً رَبِّهِ** وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے رہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مومن کے لیے دو باتیں ضروری ہیں (۱) یہ کہ اپنے عمل کی تفسیر و کوتاہی پر نظر رکھے اور عذاب آخرت و پرستش اعمال سے ڈرتا رہے (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے۔ دنیا میں اعمال کی باز پرس سے بالکل بے خوف ہو جانا آدمی کو گناہ و نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے اور اسے جبری و لیر بنا دیتا ہے اور یہ تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جانا محرومی و بدبختی کا وسیلہ ہے۔ اور قرآن کریم نے یہ دونوں حالتیں کفار کی خصالتیں بتائی ہیں۔

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ وَقَالَ تَعَالَى لَا يَتَّقُونَ اللَّهَ مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ** (ترجمہ) تو اللہ کی خفی تدبیروں سے بھار نہیں ہوئے مگر جاہلی و آلے اور فرمایا اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں

ہوتے مگر کافر لوگ۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا خَيْرَ فِي صَلَاةٍ لَا خُشُوعَ فِيهَا وَلَا خَيْرَ فِي صَوْمٍ لَا اِمْتِنَاعَ فِيهِ عَنِ اللَّغْوِ وَلَا خَيْرَ فِي قِرَاءَةٍ لَا تَدَبُّرَ فِيهَا وَلَا خَيْرَ فِي عِلْمٍ لَا وَرَعَ فِيهِ وَلَا خَيْرَ فِي مَالٍ لَا سَخَاوَةَ فِيهِ وَلَا خَيْرَ فِي اُخْوَةٍ لَا حِفْظَ فِيهَا وَلَا خَيْرَ فِي نِعْمَةٍ لَا بَقَاءَ لَهَا وَلَا خَيْرَ فِي دُعَاءٍ لَا اِخْلَاصَ فِيهَا

(ترجمہ) : (۱۷۲) امیر المؤمنین سیدنا علیؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اس نماز میں کوئی بھلائی نہیں ۱۵۴۔ جس میں خشوع و خضوع (فردستی و حضوری قلب) نہ ہو۔ اس روزے میں کوئی خوبی نہیں جس میں لغو اور بے ہودہ کاموں سے پرہیز نہ پایا جائے۔ قرآن کریم کی ایسی تلاوت میں کوئی دلکشی نہیں جس میں غور و فکر کا وجود نہ ہو۔ اس علم و دانش میں کوئی کشش نہیں جس میں خدا ترسی و پرہیزگاری شامل نہ ہو۔ اس مال و دولت کا کچھ حاصل نہیں جس میں سخاوت کا دخل نہ ہو۔ اس اخوت اور بھائی چارے کا کوئی مال نہیں جس میں حفظ مراتب اور لحاظ و مروت کا فقدان ہو (ہر ایک اپنا مفاد چاہے دوسرا خواہ کچھ پائے یا گنوائے) اس آسائش و آسودگی کا کوئی فائدہ نہیں جس کے لیے بقا و دوام نہ ہو (تو نعمتیں آخرت کی نعمتیں ہیں جو دائمی ہیں اور باقی) اور اس دعا کا کوئی نتیجہ نہیں جس میں خلوص و نیک نیتی کا شمول نہ ہو۔

۱۵۴۔ خشوع کے معنی ہیں دل میں سوز و گداز اور وجد و کیف کا عالم طاری

تشریح :

ہو جانا دل کا حتی الامکان غیر کے خیالات سے پاک ہونا پر سکون رہنا، قلب

کا بھی کہ دل و زبان کو موافق اور ظاہر و باطن کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے۔ اور

اعضائے بدن کا بھی کہ عبث حرکات نہ کرے۔ ساری توجہ نماز پر مرکوز رکھے۔ زبان سے

جو کچھ پڑھتا ہے اس کے معانی میں غور و تدبیر کرے کہ لفظ بے معنی قالب بے جان ہے۔

جملہ آداب نماز کو ملحوظ رکھے۔ اپنے ہر فعل و عمل اور ہر حرکت و سکون و نشست

ویرخاست و قیام و قعود اور رکوع و سجود میں اپنی فروتنی عاجزی مسکینی اور بیچارگی و افتادگی ظاہر کرے غرض دل و زبان اعضاء و دماغ کو عظمت الہی و جلال کبریائی کے حضور با ادب باوقار طور پر حاضر رکھے اور یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی عرض و مناجات پر توجہ نہیں فرماتا۔ اے عزیز! حیف ہے کہ زبان سے اس کی قدرت و کرم کا اقرار کیجھے اور دل میں اوروں کی عظمت و کبریائی کو بسائیے۔

اے عزیز! جب تک تو دل سے اپنی اور تمام مخلوق خدا کی ہستی خدا کی ہستی میں گم نہ کرے رحمت خاصہ کہ ازل سے مخلصوں کے لیے مخصوص ہے تیری طرف کب متوجہ ہو۔ جو شخص جبار بادشاہ کے حضور اپنی بڑائی اور عظمت پر نظر رکھے یا بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو اور وہ کسی چوہدار یا اہلکار پر نگاہیں ڈالے وہ سزاوار زجر ہے نہ کہ مستحق انعام اے عزیز! وہاں دل پر نظر ہے نہ کہ زبان پر۔

مازباں را نگریم و قال را  
مازواں را بنگریم و حال را



## باب التساعی

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ فِي التَّوْرَةِ أَنَّ أُمَّهَاتِ الْخَطَايَا ثَلَاثَةٌ الْكِبْرُ وَالْحَسَدُ وَالْحِرْصُ فَتَشَاءُ مِنْهَا سِتَّةٌ فَصِرْنَ تِسْعَةً الْأُولَى مِنَ السِّتَةِ الشَّبَعُ وَالنَّوْمُ وَالرَّاحَةُ وَحُبُّ الْأَمْوَالِ وَحُبُّ الشَّاءِ وَالْمَحْمَدَةُ وَحُبُّ الرِّيَاسَةِ

### نو نکتوں کا بیان

(ترجمہ) : (۱۷۳) حبیب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی کہ تمام نافرمانیوں اور کوتاہیوں کی اساس و بنیاد تین چیزیں ہیں نخوت و غرور، سوزش و حسد اور حرص و طمع، ان تین بد خصلتوں کے شکم سے چھ اور برائیاں جنم لیتی ہیں اور ان کا مجموعہ ۹ تک پہنچتا ہے۔ ان چھ میں سے پہلی برائی شکم سیر ہو کر (پیٹ بھر) کھانا ہے۔ دوسری برائی غفلت کی نیند سو جانا ہے۔ تیسری برائی تن آسانی و آرام طلبی ہے۔ چوتھی برائی دنیوی مال و متاع کی محبت میں کھوئے رہنا ہے۔ پانچویں برائی خوشامدیوں کی تعریف و توصیف کی خواہش و چاہت ہے۔ اور چھٹی برائی یہ ہے کہ آدمی کو جاہ و منزلت اور ثروت و ریاست کی چاٹ ہے (کہ جائز و ناجائز ہر طریقہ پر اسے منصب اعلیٰ و سرداری مل جائے)۔

قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْعِبَادُ ثَلَاثَةٌ أَصْنَافٌ لِكُلِّ صِنْفٍ ثَلَاثُ عِلَامَاتٍ يُعْرَفُونَ بِهَا صِنْفٌ يَعْبُدُونَ اللَّهَ تَعَالَى عَلَى

سَبِيلِ الْخَوْفِ وَصِنْفٌ يَعْبُدُونَ اللَّهَ عَلَى سَبِيلِ الرَّجَاءِ  
 وَصِنْفٌ يَعْبُدُونَ اللَّهَ عَلَى سَبِيلِ الْحُبِّ فَلِلْأَوَّلِ ثَلَاثُ  
 عِلَامَاتٍ يَسْتَحَقِرُّ نَفْسَهُ وَيَسْتَقِلُّ حَسَنَاتِهِ وَيَسْتَكْثِرُ سَيِّئَاتِهِ

(ترجمہ) : (۱۷۴) خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ عبادت گزار بندے تین قسم کے ہیں۔ اور ہر قسم کی جداگانہ علامتیں ہیں جن سے ان کی شناخت ہو جاتی ہے۔ ان میں پہلی قسم ان عبادت گزاروں کی ہے جو عذاب جہنم سے خوف کھا کر بندگی پر سستی میں مصروف رہتے ہیں دوسری قسم ان عبادت گزار بندوں کی ہے جو رحمت الہی کے طلب گار بن کر حق بندگی ادا کرتے ہیں۔ اور تیسری قسم ان عبادت گزاروں کی ہے جو محض رضائے الہی کے حصول کے لیے عبادتوں میں شب و روز مشغول رہتے ہیں۔ ان میں پہلے گروہ کی تین علامات ہیں (۱) وہ اپنی ذات کو ہمیشہ اپنی نگاہوں میں ذلیل و خوار سمجھتے ہیں (۲) اپنی نیکیوں کو اپنے گمان میں بہت کم گردانتے ہیں اور (۳) یہ کہ اپنی کوتاہیوں کو زیادہ گمان کرتے ہیں۔

وَالثَّانِي ثَلَاثُ عِلَامَاتٍ يَكُونُ قُدْوَةَ النَّاسِ فِي جَمِيعِ  
 الْحَالَاتِ وَيَكُونُ أَسْحَى النَّاسِ كُلِّهِمْ بِالْمَالِ فِي الدُّنْيَا  
 وَيَكُونُ أَحْسَنَ الظَّنِّ بِاللَّهِ فِي الْخَلْقِ كُلِّهِمْ وَاللَّثَالِثُ ثَلَاثُ  
 عِلَامَاتٍ

(ترجمہ) : دوسرے گروہ کی تین علامتیں ہیں (۱) وہ عامۃ الناس کی نگاہوں میں الٰہی اسلام کے دینی مقتدا مانے جاتے ہیں۔ زمانہ کے حالات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں (۲) جو دوسخاوت میں وہ پیش پیش رہتے ہیں (۳) تمام خلق خدا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اور نیک گمان ان میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے اور تیسرے گروہ کی بھی تین نشانیاں ہیں۔



## افادہ نفسیہ

عابدوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں

اللہ ورسول جل و علا و صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں ان کے ہر حکم و فرمان میں کثیر حکمتیں پنہاں خواہ ہم کو معلوم ہوں یا نہ معلوم ہوں اور ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک وہ عالی ہمت، بلند حوصلہ، کہ اللہ ورسول کو اللہ ورسول کے لیے یاد کریں۔ اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی، اخروی بھی مقصود نہ رکھیں ان کی منزل مراد صرف رضائے حق کا حصول ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی و طاعت میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں۔ ان کے لیے وصل ذات سے انہیں کے حق میں انہیں کے لیے قرآن عظیم میں فرمایا گیا۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا "جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔ ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے"

دوسرے وہ بندگان حق ہیں جن کو کسی طمع کی چاشنی بندگی حق پر ابھارے مگر نفع فانی کے وہ گرویدہ نہیں فانی و ناپائیدار پر وہ فریفتہ نہیں۔ دائمی نعمتوں اور لازوال آسائشوں کے خواہاں ہیں۔ قرآن و حدیث میں جنت کی راحتوں، آسائشوں اور وہم و گمان کی رسائی سے بیروں، نعمتوں کا جو ذکر ہے وہ انہیں کے لیے ہے انہیں کے حق میں فرمایا إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ أَهْلَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

تیسرے وہ بندے ہیں جن کو نفع عاجل یعنی دنیوی منفعات کی امید و لانا زیادہ موید اور انہیں بندگی و طاعت پر زیادہ آمادہ کرنے والا ہے۔ ایسوں کے لیے فرمایا اسْتَغْفِرُكُمْ وَأُذِيْبِكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا اے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شرانے کا مینہ بھیجے گا

اور چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت ہیں کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک

تازیانے کا ڈرنہ دلائیں قرآن و حدیث میں عذاب نار کا بیان ان ہی جیسوں کے لیے وارد ہے۔

مگر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ وعیدوں عذاب آخرت کے نازیانوں یا جسمانی دنیوی بلکہ اخروی منفعتوں، ثوابوں کے وعدوں سے بھی یہ مراد خدا اور رسول نہیں کہ ان سے بچنا یا ان منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا اور رسول کیا جائے کہ یہ تو قلب موضوع و عکس مقصود اور خلاف مطلوب شریعت ہے جو عبادت مثلاً جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اس کا مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے تورات مقدس سے منقول ہے ”اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے۔ کیا اگر میں جنت و دوزخ نہ بناتا تو مستحق عبادت نہ ہوتا۔“ تو مقصود اس سے ترہیب و ترغیب اور عبادت معبود برحق پر ابھارنا ہے کہ اس خوف و طمع کے لحاظ سے عمل بوجہ اللہ کریں اور مصرت سے بچنا یا منفعت جسمانی، خواہ روحانی دنیوی خواہ اخروی کا ملنا بالغرض ہو۔ عبادت کا ثمرہ بندگی کا توجہ جیسے حج میں تجارت جہاد میں غنیمت روزے میں صحت اور نماز میں کسرت واللہ تعالیٰ اعظم (ماخوذ از لادلی رضویہ)

يُعْطَى مَا يُحِبُّهُ وَلَا يَبَالِي بَعْدَ أَنْ يَرْضَى رَبَّهُ وَيَعْمَلُ بِسَخَطِ  
نَفْسِهِ بَعْدَ أَنْ يَرْضَى رَبَّهُ وَيَكُونُ فِي جَمِيعِ الْحَالَاتِ مَعَ  
سَيِّدِهِ فِي أَمْرِهِ وَنَهْيِهِ

(ترجمہ) : (۱) اپنی محبوب ترین چیز کو راہ مولا میں بے دریغ لٹا دیتے ہیں اور ان کا مقصود اصلی رضائے الہی کا حصول ہوتا ہے (کہ خواہ کچھ ہو جائے ان کا رب راضی رہے)۔ (۲) اپنی نفسانی خواہشات کو سختی سے پامال کر دیتے ہیں اور منشاء ولی ان کا یہی رہتا ہے کہ اللہ عزوجل ان سے راضی رہے (اگرچہ ہزار آزمائشوں سے گزرنا پڑے)۔ (۳) ہر معاملہ میں وہ اپنے مالک و مولیٰ کو اپنے حالات کا نگران سمجھتے ہیں۔ اور ہر امر و نہی میں اس کی اطاعت بجالانا اپنا فرض مقدم تصور کرتے ہیں (اور کسی حالت میں اس کے کسی حکم سے سرتابی ان

سے سرزد نہیں ہوتی)۔

قال عمر بن الخطاب: إِنَّ ذُرِّيَّةَ الشَّيْطَانِ تِسْعَةٌ زَلِيثُونَ وَوَيْثِينَ وَلَقُوسٌ  
وَرَعَوَانٌ وَهَفَافٌ وَمُرَّةٌ وَالْمُسَوِّطُ وَدَاسِمٌ وَوَلَهَانٌ فَأَمَّا  
زَلِيثُونَ فَهُمْ صَاحِبُ الْأَسْوَاقِ فَيَنْصَبُ فِيهَا رَايَةً وَأَمَّا وََيْثِينَ  
فَهُوَ صَاحِبُ الْمَصِيبَاتِ وَأَمَّا رَاعَوَانٌ فَهُوَ صَاحِبُ  
السُّلْطَانِ وَأَمَّا هَفَافٌ فَهُوَ صَاحِبُ الشَّرَابِ وَأَمَّا مُرَّةٌ فَهُوَ  
صَاحِبُ يَتُوسٍ فِي الْوُضُوءِ وَالصَّلَاةِ وَالْعِبَادَاتِ

(ترجمہ) : مرہ کا مشغلہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو عیش و نشاط کی محفلیں برپا کرنے اور سارنگی پر اکسائے مسوط کا کام یہ ہے کہ وہ عوام الناس میں افواہیں اور جھوٹی گڑھی ہوئی خبریں پھیلائے لوگ آپس میں ان کا چرچا کریں لیکن اصل حقیقت سے آگاہی نہ پائیں۔ داسم کا تقرر مکانوں اور رہائش گاہوں پر ہے۔ جب کوئی شخص گھر میں داخل ہو اور نہ گھر والوں کو سلام کرے نہ بسم اللہ پڑھ کر قدم رکھے تو وہ ان میں کوئی نہ کوئی جھگڑا کھڑا کر دیتا ہے۔ جس کا انجام عورت کی طلاق یا عورت کی جانب سے مطالبہ طلاق (خلع) یا پھر مار پیٹ پر ہوتا ہے۔ اور ولہان کی مصروفیات یہ ہیں کہ وضو نماز اور دیگر عبادات کے اوقات میں مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا رہے۔ (کہ شاید یہ ہے شاید وہ ہے)۔

قال عثمان بن عفان: مَنْ حَفِظَ الصَّلَاةَ الْخَمْسَ لَوْفَتِهَا وَدَاوَمَ  
عَلَيْهَا أَكْرَمَ اللَّهُ بِتَسْعِ كَرَامَاتٍ أَوْلَاهَا أَنْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَيَكُونَ  
بَدَنُهُ صَحِيحًا وَتَحْرِيسُهُ الْمَلَكَةُ وَتَنْزِيلُ الْبَرَكَةِ فِي دَارِهِ  
وَيُظْهِرُ عَلَى وَجْهِهِ سَيَّمَاءَ الصَّالِحِينَ وَيُلَبِّسُ اللَّهُ قَلْبَهُ وَيَمُرُّ  
عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبُرْقِ اللَّامِعِ وَيُنَبِّئُهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ وَيُنْزِلُهُ

## اللَّهُ فِي جَوَارِ الدِّينِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(ترجمہ) : (۱۷۶) خلیفہ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص نماز سبحانہ کو ان کے اوقات مقرر پر ہمیشہ پابندی سے (جیسی کہ شرعاً مطلوب ہے) پڑھتا ہے اسے اللہ تبارک و تعالیٰ نو قسم کی سعادتوں سے بہرہ ور فرماتا ہے۔

- ۱- اللہ اسے اپنے پیاروں میں شامل کر دیتا ہے۔
- ۲- اس کا جسم تندرست رہتا ہے (اور اس کی روح میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے)۔
- ۳- فرشتے اس کی پاسبانی کرتے اور سخت گزند و ایذا سے بچاتے ہیں۔
- ۴- اس کے گھر میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔
- ۵- اس کے چہرے پر نیکو کاروں کی علامتیں اور تابانیاں جھلکتی ہیں۔
- ۶- اللہ تعالیٰ اس کے دل میں رقت اور سوز و گداز محبت پیدا فرمادیتا ہے۔
- ۷- وہ بیل صراط سے (پلک جھپکتے) ایسے گزر جائے گا جیسے بجلی کا کوندا۔
- ۸- اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد کر دے گا۔
- ۹- یہ کہ رب کریم اپنے فضل و کرم سے اسے اپنے ان بندگان خاص کی ہمسائیگی عطا فرمائے گا جنہیں نہ کوئی غم ہے نہ حزن و ملال

۱۵۵- نماز سبحانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمیٰ و دولت وبے بہا ہے کہ اس نے

اپنے کرم خاص سے ہم غلامان محبوب خدا و وابستگان دامن مصطفیٰ ﷺ ہی کو عطا فرمائی۔ ہم سے پہلے یہ دولت کسی کو نہ ملی۔

اور نماز کی حفاظت و محافظت کے تین درجے قرار دئے گئے ہیں۔ اولیٰ یہ ہے کہ وقت نماز مقرر پر پڑھی جائے۔ فرائض و واجبات کی رعایت پورے طور پر ملحوظ رہے اور مفادات و مکروہات نماز کا خیال کبھی سستی و لاپرواہی کی نذر نہ ہو دوسرا درجہ یہ ہے کہ جسم و لباس و مقام نماز ہر قسم کی آلائشوں گندگیوں اور قابل نفرت حرکتوں سے پاک و صاف اور مطابق احکام شریعت ظاہری طہارت سے آراستہ ہو۔ دل میں خشوع و خضوع ہو حسن

نیت و حضوری قلب ہر حرکت و سکون کے وقت قدم بہ قدم رہیں۔ سنن و مستحبات و آداب کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے کوئی سنت کوئی مستحب اور کوئی ادب ترک نہ ہونے پائے۔ اور تیسرا اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ نماز اس طرح ادا کی جائے گویا رب تعالیٰ کے مواجہہ میں ادا ہو رہی ہے اور رب عزوجل ان کے قلب و قالب ظاہر و باطن کے ایک ایک عمل و فعل کو بلاخطہ فرما رہا ہے۔ یہ بندگان حق کا نصیب ہے رب عزوجل ہم کو بھی نصیب فرمائے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ نماز اسلام کا ستون اور اہم فریضہ ہے جو تادم مرگ فرض رہتا ہے۔ نماز کی فرضیت مسلمان سے کسی وقت ساقط نہیں ہوتی۔ آدمی تندرست ہو یا بیمار۔ توانا ہو یا کمزور، خوشی کے عالم میں ہو یا غم و اندوہ کا مارا ہوا۔ وطن میں ہو یا سفر میں نماز معاف نہیں۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ثَلَاثَةٌ أَوْجِهَ أَحَدُهُمَا مِنْ خَوْفِ عَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَالثَّانِي مِنَ رَهْبَةِ السَّخَطِ وَالثَّلَاثُ مِنْ خَشْيَةِ الْقَطِيعَةِ فَمَا الْأَوَّلُ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوبِ وَأَمَّا الثَّانِي فَهُوَ طَهَارَةٌ لِلْغُيُوبِ وَأَمَّا الثَّلَاثُ فَهُوَ الْوَلَايَةُ مَعَ رِضَى الْمَحْبُوبِ فَثَمَرَةٌ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوبِ النَّجَاةُ مِنَ الْعُقُوبَاتِ وَثَمَرَةٌ طَهَارَةٌ لِلْغُيُوبِ الْتَعِيمِ الْمُقِيمِ وَالذَّرَجَاتُ الْعُلَى وَثَمَرَةُ الْوَلَايَةِ مَعَ رِضَى الْمَحْبُوبِ حُسْنُ الْبِشَارَةِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى بِالرِّضَى بِالرُّؤْيَةِ وَزِيَارَةِ الْمَلِكَةِ وَزِيَادَةُ انْفِصِلَةَ

(ترجمہ) : (۱۷۷) خاتم الخلفاء حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسمی سے مروی

ہے کہ آپ نے فرمایا گریہ و زاری کی باعث تین چیزیں ہوتی ہیں پہلی یہ کہ آدمی کو خوف خدا سے رونا آئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے حق تعالیٰ کی ناراضگی کا خطرہ دلائے۔ اور تیسری صورت یہ کہ وہ فراق دوست کے اندیشے سے آنسو بہائے۔ پہلی صورت میں گریہ و زاری سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت میں اشکباری سے آلودگیوں سے دامن پاک صاف ہو

جاتا ہے۔ اور تیسری صورت کی آہ و بکا سے مقام محبوبیت اور ”راضی برضائے الہی“ کا مرتبہ اسے مرحمت ہوتا ہے۔ پھر گناہوں کا کفارہ ہونے کا حاصل یہ ہے کہ آدمی سزائے آخر سے نجات پا جاتا ہے اور آلودگیوں سے طہارت کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان کو بہشت بریں کی دائمی نعمتوں اور بلند و بالا مرتبوں تک رسائی آسانی سے میسر آتی ہے اور رضائے حق کے ساتھ مقام محبوبیت پانے کا ثمرہ یہ ہے کہ یہ بندہ خاص حق بارگاہ الہی سے شرف باریابی عزت و دیدار الہی فرشتوں کے زیارت و استقبال اور فرزوں ۱۵۶۔ ذر فرزوں دل نواز بشارتوں سے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔

**تشریح :** ۱۵۶۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ  
بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد“ ظاہر ہے کہ بھلائی والوں سے مراد اللہ تعالیٰ کے نیکو کار، فرمانبردار، اطاعت گزار، عبادت شعار بندے ہیں جنہوں نے نیک کام کیے نیک کرداری کرتے رہے۔ اور سب سے بڑی خوبی و نیکی ایمان لانا اور اس پر قائم رہنا ہے۔ اور الْحُسْنَىٰ سے مراد اجر عمل، نیک کرداری کا صلہ یا خود بہشت بریں ہے۔ اور زِيَادَةٌ سے مراد ہے دیدار الہی رویت وجہ کریم اور یہ وہ نعمت ہے جو ہر ممکن نعمت کے علاوہ اور مافوق ہے جسے کسی پیمانہ سے پیمائش نہیں کیا جا سکتا ہر نعمت سے افضل تر ہر لذت سے بالاتر اس کی لذت کا اندازہ تو بڑا بہت وہی لگا سکتے ہیں جنہیں خواب میں اس لذت و نعمت سے سرفراز فرمایا گیا۔



## باب العشاری

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْكُمْ بِالسَّوَاكِ فَإِنَّ فِيهِ عَشْرَ خِصَالٍ  
يُطَهِّرُ الْغَمَّ وَيَرْضَى الرَّبَّ وَيَسْخَبُطُ الشَّيْطَانَ وَيُجِبُّهُ  
الرَّحْمَنُ وَالْحَفَظَةُ وَيَشُدُّ اللَّسَّةَ وَيَقْطَعُ الْبَلْغَمَ وَيُطْفِئُ  
الْمِرَّةَ وَيُجَلِّي الْبَصَرَ وَيُذْهِبُ الْبُخْرَةَ وَهَذَا مِنْ السَّنَةِ ثُمَّ قَالَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ الصَّلَاةُ بِالسَّوَاكِ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ صَلَاةً  
بِغَيْرِ سَوَاكِ

### دس نکتوں کا بیان

(ترجمہ) :- (۱۷۸) نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسواک کرنا اپنے  
اوپر لازم کر لو (اس سے غفلت نہ برتو) کہ اس میں دس کار آمد باتیں پوشیدہ  
ہیں (۱) مسواک منہ میں خوشبو لاتی ہے (۲) جو اس کا عادی ہو اسے رضائے رب  
نصیب ہوتی ہے۔ (۳) شیطان رجیم کو اس سے دلی صدمہ پہنچتا ہے (۴) اللہ  
تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں (۵) سوڑھے اس سے  
مضبوط ہوتے ہیں (۶) بلغم اس کے باعث دور ہو جاتا ہے (۷) اس سے صفراوی  
مادہ تاپید ہو جاتا ہے (۸) آنکھوں میں اس سے روشنی میں اضافہ ہوتا ہے (۹)  
گندہ ذہنی کا اس سے خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (۱۰) پھر یہ کہ یہ تمہارے نبی کریم کی  
سنت کریمہ ہے۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا ”جو نماز مسواک سے پڑھی جائے وہ  
نماز بلا مسواک ستر نمازوں سے افضل ہے۔“

## مسواک سے متعلق چند مسائل

- ۱- مسواک پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔ میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔ چھوٹی انگلی کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی۔ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔
- ۲- مسواک داہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ پھنکیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو۔ مٹھی نہ باندھے۔
- ۳- دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں اور لیٹ کر مسواک نہ کرے۔
- ۴- پہلے داہنی جانب کے اوپر کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت۔ پھر داہنی جانب کے نیچے کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔
- ۵- کم از کم تین مرتبہ مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھوئے جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھولے یونہی فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے۔ اور زمین پر پڑی نہ چھوڑے بلکہ کھڑی رکھے۔ یوں کہ ریشہ کی جانب اوپر ہو۔
- ۶- اگر مسواک نہ ہو تو سخت کپڑے سے دانت مانجھ لے۔ یونہی اگر دانت نہ ہوں تو انگلی یا کپڑا مسوڑھوں پر پھیر لے۔
- ۷- مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیں۔ یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آگ سنت ہے اس کی تعظیم چاہیے دوسرے آب وہان مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہیے اسی لیے پاخانہ میں تھوکنے کو علماء نے نامناسب لکھا ہے۔ (عائذہ کب)۔



قَالَ ابْنُ كُرَيْبٍ الصِّدِّيقُ رضي الله عنه مَمِينٌ عَبْدٌ رَزَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَشْرَ  
 خِصَالٍ إِلَّا وَقَدْ نَجَّاهُ مِنَ الْآفَاتِ وَالْعَاهَاتِ كُلِّهَا وَصَارَ فِي  
 دَرَجَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَنَالَ وَرَجَةَ الْمُتَّقِينَ أَوْلَاهَا صِدْقٌ دَائِمٌ مَعَهُ  
 قَلْبٌ فَائِعٌ وَالثَّانِي صَبْرٌ كَامِلٌ مَعَهُ شُكْرٌ دَائِمٌ وَالثَّلَاثُ فَقْرٌ  
 دَائِمٌ مَعَهُ زُهْدٌ حَاطِرٌ وَالرَّابِعُ فِكْرٌ دَائِمٌ مَعَهُ بَطْنٌ جَائِعٌ  
 وَالخَامِسُ حُزْنٌ دَائِمٌ مَعَهُ خَوْفٌ مُتَّصِلٌ وَالسَّادِسُ جُهْدٌ  
 دَائِمٌ مَعَهُ بَدَنٌ مُتَوَاضِعٌ وَالسَّابِعُ رِفْقٌ دَائِمٌ مَعَهُ رَحْمَةٌ  
 حَاضِرٌ وَالثَّامِنُ حُبٌّ دَائِمٌ مَعَ حَيَاءٍ وَالتَّاسِعُ عِلْمٌ نَافِعٌ مَعَهُ  
 حِلْمٌ دَائِمٌ وَالعَاشِرُ إِيمَانٌ دَائِمٌ مَعَهُ عَقْلٌ ثَابِتٌ

(ترجمہ) : (۱۷۹) سیدنا ابو بکر صدیق رضي الله عنه نے فرمایا ہے کہ جس بندہ خدا کو اس کا  
 معبود برحق و س خصلتوں سے سرفراز فرماتا ہے اسے نعم روزگار اور حوادث  
 لیل و نہار سے نجات مل جاتی ہے۔ مقرران بارگاہ ایزدی میں اس کا شمار ہوتا  
 ہے۔ خدا ترس، تقویٰ شعار بندگان حق کے مرتبوں پر اسے سرفراز فرمایا جاتا  
 ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ راست گوئی راست بازی، اور راست روی پر قائم  
 رہے اور اس کے ساتھ اس کا دل قناعت پسند ہو دوسری بات یہ ہے کہ وہ  
 آفات و مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ شکر  
 گزاری کی عادت ڈالے تیسری بات یہ ہے کہ وہ مسکینی و درویشی کو دولت  
 گرا نما یہ سمجھ کر قبول کرے اور خلوت نشینی و ترک دنیا کو نعمت غیر مترقبہ  
 جانے چوتھی بات یہ ہے کہ آیات الہیہ میں غور و تدبر کو اپنا دائمی مشغلہ اور  
 گرسنگی (بھوکا رہنے) کو اپنی عادت بنائے پانچویں بات یہ ہے کہ اپنی تقصیروں  
 اپنی کوتاہیوں پر تادم و شرمسار اور غم و اندوہ میں گرفتار رہے اور ساتھ ہی  
 خوف خدا اور خشیت الہی سے اپنا دل آباد و معمور رکھے۔ چھٹی بات یہ ہے کہ  
 جہد مسلسل اور سعی پیہم کو اپنا نصب العین بنائے۔ اور اپنا سراپا منکسر المزاج

اور عاجزی پسند رکھے (عبادت و ریاضت خواہ کتنی ہی فزوں کیوں نہ ہو انہیں شمار میں نہ لائے۔ کبر و نخوت کو نہ اپنائے) ساتویں بات یہ ہے کہ نرمی و شگفتہ روی کو اپنا معمول بنائے رکھے اور ساتھ ہی رحمدلی و شفقت کا جذبہ ہر کام میں پیش نظر رکھے آٹھویں بات یہ ہے کہ خلق خدا سے لطف و محبت سے پیش آئے اور شرم و لحاظ کو اپنا ہدم بنائے۔ نویں بات یہ ہے کہ مفید و کار آمد علم کی طلب میں رہے اور حلم و بردباری کا ساتھ نہ چھوڑے۔ اور دسویں بات یہ ہے کہ اپنے عقیدہ و ایمان کی حفاظت سے غافل نہ ہو اور عقل سلیم سے ہمیشہ کام لیتا رہے۔

**تشریح و مطالب :** ۱۵۷۔ ایمان نام ہے حضور اقدس ﷺ کی حقانیت کو دل سے تسلیم و تصدیق کر لینے کا۔ جس کا صاف صریح

مطلب یہ ہے کہ ایمانیات کے دائرہ میں جتنی چیزیں آتی ہیں ضروریات دین جتنی چیزیں کہلاتی ہیں سب کو تصریحات نبوی کے مطابق مانا جائے سب کو فرمودات رسالت پناہی کے تحت تسلیم کیا جائے اور ایمان کے دوام ایمان پر ثبات و قیام کے لیے یہ امر لازمی ہے کہ ہر کام میں ہر روش میں ہر کام ہر روش میں حضور اقدس ﷺ کے طریق روش کو اختیار کیا جائے جس کام کا وہ حکم دیں بسرو چشم بجالایا جائے۔ جس بات سے منع فرمادیں اس سے باز رہا جائے۔ کہ نبی کا حکم بعینہ اطاعت خدا ہے۔ اور ایمان پر ثبات قدمی کے جو طریقے بارگاہ نبوی سے تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ بد مذہبوں، بد دینوں، گمراہوں اور کج روؤں سے حتی الامکان دور و نفور رہا جائے ان کی باتیں نہ سنی ان کی محفلوں میں نہ جائیں۔ انہیں اپنی مجلسوں میں نہ بلائیں وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جائیں، ان سے رشتہ داری نہ بنائیں **مصطفیٰ ﷺ** مسلمانوں کی جان سے بڑھ کر مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں **حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ** مسلمانوں کا مشقت میں پڑنا ان کے قلب اقدس پر گراں ہے۔ **عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ** واللہ وہ مسلمانوں پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چینی ماں اکلوتے بیٹے پر۔ **بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ** ان کی سنوا ان کا دامن تمام لوہ۔

ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ وہ فرماتے ہیں۔ اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ ان سے دور رہو ان کو اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم)۔

قَالَ عُمَرُ رضي الله عنه عَشْرَةٌ لَا تَصْلُحُ بِغَيْرِ عَشْرَةٍ لَا يَصْلُحُ الْعَقْلُ  
بِغَيْرِ وَرَعٍ وَلَا الْفَضْلُ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا الْفُوزُ بِغَيْرِ خَشْيَةٍ وَلَا  
السُّلْطَانُ بِغَيْرِ عَدْلِ وَلَا الْحَسَبُ بِغَيْرِ آدَبٍ وَلَا السُّرُورُ بِغَيْرِ  
أَمْنٍ وَلَا الْغِنَى بِغَيْرِ جُودٍ وَلَا الْفَقْرُ بِغَيْرِ قَنَاعَةٍ وَلَا الرَّفْعَةُ بِغَيْرِ  
رَتَوَاضِعٍ وَلَا الْفَقْرُ بِغَيْرِ قَنَاعَةٍ وَلَا الرَّفْعَةُ بِغَيْرِ تَوَاضِعٍ وَلَا  
الْجِهَادُ بِغَيْرِ تَوْفِيقٍ

(ترجمہ) : (۱۸۰) حضرت عمر فاروق رضي الله عنه نے فرمایا کہ دس چیزیں دوسری دس چیزوں کے بغیر نہیں سنورتی ہیں۔ عقل و دانائی، تقویٰ و خدا ترسی کے بغیر، فضیلت و بزرگی ۱۸۸۔ علم دین کے بغیر، کامرانی و کامیابی (اور آخرت کی فوز و فلاح) خشیت الہی کے بغیر۔ فرماں روائی و سلطانی عدل و انصاف کے بغیر۔ ذاتی صلاحیت و استعداد ادب ۱۵۹۔ و خوش اخلاقی کے بغیر۔ مسرت و شادمانی، امن و امان (داخلی و خارجی) کے بغیر۔ توانگری و مالداری جو دو سخاوت کے بغیر۔ فقیری و درویشی، قناعت پسندی و بے نیازی کے بغیر، سر بلندی و اعلیٰ منصبی، انکسار و فروتنی کے بغیر، اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ آلات جہاد کی تیاری و فراہمی کے بغیر۔

تشریح و مطالب : ۱۵۸۔ اللہ عزوجل کی بندگی و عبادت سے بڑھ کر کون سی فضیلت و خوبی کون سا فضل و شرف ہو سکتا ہے لیکن علم

دین کی روشنی نہ ہو تو آدمی عمر بھر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ حاصل اسے کچھ نہ ہو۔ اسے عزیز علم دین کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے۔ اور عبادت گزاروں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر پر خطر ہو اسی

قدر ہادی و رہنما کی زیادہ حاجت۔ ولہذا حدیث میں آیا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بغیر فقہ (علم دین) کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھ۔ ”کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں“ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ دو شخصوں نے میری کمر توڑ دی یعنی وہ بلائے بے درماں اور لا علاج مرض ہیں۔ ایک عبادت گزار جاہل دوسرا بے باک عالم کہ علانیہ بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

۱۵۹۔ ادب کا دوسرا نام شائستگی و خوش معاملگی ہے۔ یعنی ہر ایک کے ساتھ وہ طریق و روش اختیار کرنا جس کا وہ مستحق ہے یا بالفاظ دیگر اپنے معاملات کو اس خوبی و خوبصورتی سے نبھانا کہ اس سے دوسروں کو کوئی تکلیف کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اور کوئی قول و عمل دوسرے کی ناحق ناخوشگواہی کا سبب نہ بنے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن مومن کی میزان میں سب سے بھاری جو چیز رکھی جائے گی وہ خلق حسن ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو دوست نہیں رکھتا جو فحش گو، بد زبان ہو (ترمذی)۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ مومن اپنے اخلاق حسنہ کی وجہ سے قائم اللیل (شب بیدار) اور صائم النہار (دائمی روزے دار) کا درجہ پا جاتا ہے (ابوداؤد) ۱۶۰۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سخی قریب ہے اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے آدمیوں سے (کہ سب اسے عزت دیتے۔ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں) اور دور ہے جہنم سے اور بخیل دور ہے اللہ سے دور ہے جنت سے۔ دور ہے آدمیوں سے قریب ہے جہنم سے اور جاہل سخی اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا ہے بخیل عابد سے (ترمذی)۔

۱۶۱۔ جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ جنائی لسانی اور سنائی۔ جہاد جنائی یہ ہے کہ مسلمان کفر و بدعت اور فسق و فجور کو دل سے برا جانے اور اسے حدیث شریف میں ایمان کا ادنیٰ درجہ قرار دیا گیا یہ مطلقاً ہر حال میں فرض ہے کہ اس کے لیے نہ آلات کی حاجت ہے اور نہ قوت و طاقت کو بروئے کار لانے کی۔

لسانی یہ ہے کہ کسی منکر شرعی کو مٹانے اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی طاقت و قوت نہ ہو تو زبان و قلم سے اس کی برائی کو بیان کیا جائے اور اس سے مسلمانوں کو دور رہنے اور

بھاگنے کی تلقین کی جائے کہ کہیں وہ گمراہ نہ ہوں کہیں کسی فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اور جہاد سنانی یہ ہے کہ بدخواہان اسلام اور دشمنان قرآن کو تیر و تلوار، وغیرہ آلات کے ذریعے سرنگوں اور اطاعت گزار اسلام بنایا جائے۔ اس کے لیے اسباب جہاد کی فراہمی آلات جنگ پر رسائی اور مقابلہ کی قابلیت ضروری ہے ورنہ سلطان اسلام پر کافروں سے پہل حرام ہے یعنی جب کہ ان کے مقابلہ کے قابل نہ ہو۔ ہاں اگر وہ کافر ہجوم کر آئیں تو دفاع ہر مسلمان پر بقدر استطاعت فرض ہے۔

قَالَ عُمَانُ بْنُ أَبِي مَرْيَمٍ أَضْيَعُ الْأَشْيَاءِ عَشْرَةٌ عَالِمٌ لَا يُسْتَلُّ عَنْهُ وَعِلْمٌ لَا يُعْمَلُ بِهِ وَرَأْيٌ صَوَابٌ لَا يُقْبَلُ وَسَلَاخٌ لَا يُسْتَعْمَلُ وَمَسْجِدٌ لَا يُصَلَّى فِيهِ وَمُصْحَفٌ لَا يُقْرَأُ عَنْهُ وَمَالٌ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ وَخَيْلٌ لَا يُرْكَبُ وَعِلْمٌ الزُّهْدِ فِي بَطْنٍ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَعُمُرٌ طَوِيلٌ لَا يُتَزَوَّدُ فِيهِ لِسَفَرِهِ

(ترجمہ) : (۱۸۱) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کائنات میں دس چیزیں ایسی ہیں جو (با وقعت و کار آمد ہونے کے باوجود) رائیگاں وضائع جاتی ہیں (۱) وہ عالم جس سے کوئی دینی مسئلہ دریافت نہ کیا جائے (اس کی بد خوئی اور خود پسندی کے باعث لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ نہ اس سے معلومات حاصل کریں) (۲) وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے (۳) وہ رائے صائب اور مشورہ صحیحہ جو قابل قبول نہ ہو۔ (۴) وہ ہتھیار جو کام میں نہ لائے جائیں۔ (۵) وہ مسجد جس میں ۱۲ نماز باجماعت ادا نہ کی جائے (۶) وہ صحیفہ قرآن جس کی تلاوت نہ کی جائے۔ (۷) وہ مال جس سے فی سبیل اللہ خرچ نہ کیا جائے۔ (۸) وہ گھوڑا (اور سواری) جو سواری کے قابل نہ ہو۔ (۹) زہد و ترک دنیا کی وہ معلومات جس کسی طالب دنیا کے پیٹ میں ہوں۔ (۱۰) اور وہ عمر دراز جس میں سفر آخرت کے لیے زاد راہ مہیا نہ کیا جائے۔



اور واپسی پر پہلے الٹا قدم نکالو پھر سیدھا اور دعا پڑھو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِکَ (اے اللہ میں تجھ سے میرے فضل کا سوال کرتا ہوں)۔

۲- مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی نیت کر لو بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَنَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعتِکَافِ یا اے اللہ کے نام سے میں مسجد میں داخل ہوا۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور سنت اعتکاف کی میں نے نیت کی۔ اس سے عبادت کا ثواب ملے گا اور اس کے سبب مسجد میں پانی پینا یا مثلاً پان کھانا بھی جائز ہو جائے گا اور اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں۔

۳- مسجد میں دوڑنا۔ یا زور سے قدم رکھنا یا فرش مسجد پر کوئی شے مثلاً لکڑی چھتری پٹکھا وغیرہ دور سے پھینکنا اس کی سخت ممانعت ہے۔

۴- مباح باتیں بھی مسجد میں کرنے کی اجازت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے مسجد میں کلام کرنا نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو۔

۵- قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا تو ہر جگہ ممنوع ہے۔ مسجد میں کسی طرف نہ پھیلائے۔

۶- بدن یا کپڑے یا منہ میں کوئی بدبو ہو تو جب تک دور اور صاف نہ کر لیں مسجد میں جانا حرام اور نماز میں داخل ہونا منع ہے۔ تمباکو کھانے پینے والوں کو اس کا خیال اشد ضروری ہے۔

۷- جو ادب مسجد کا ہے وہی صحن مسجد اور چھت کا ہے۔ فصیل مسجد بھی بعض باتوں میں مسجد کے حکم میں ہے۔ مثلاً وہاں لغو و بے ہودہ باتیں بنانا، ہنسا، تمغے لگانا نہیں چاہیے۔ (عامہ کتب)

قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: خَيْرُ الْعِلْمِ خَيْرُ مِيزَانٍ وَالْاَدَبُ خَيْرُ حِرْفَةٍ وَالتَّقْوَى خَيْرُ الزَّادِ وَالْعِبَادَةُ خَيْرُ بِضَاعَةٍ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ خَيْرُ فَايِدٍ وَحُسْنُ الْخُلُقِ خَيْرُ قَرِينٍ وَالْحِلْمُ خَيْرُ زَيْدٍ وَالْفَتَاةُ خَيْرُ

## غنى وَالتَّوْفِيقُ خَيْرٌ عَوْنٍ وَالصَّوْتُ خَيْرٌ مَوَدَّةٍ

(ترجمہ) : (۱۸۲) حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں۔ (۱) علم دین بہترین میراث ہے۔ (۲) صحیح تربیت بہترین مشغلہ ہے۔ (۳) تقویٰ و پرہیزگاری بہترین سرمایہ ۱۶۳۔ توشہ آخرت ہے۔ (۴) عبادت و بندگی میں مصروفیت بہترین سرمایہ (۵) نیک عمل (سلامتی ایمان کے ساتھ) بہترین رہنما ہے (۶) خوش خلقی و شکفتہ روی بہترین ہم نشین ہے (۷) علم و بردباری بہترین وزیر باندبیر ہے (۸) قناعت بہترین توکمری ہے (۹) کار خیر کے لیے توفیق الہی (اسباب کی فراہمی) بہترین یاور و مددگار ہے۔ (۱۰) موت بہترین معلم و سبق آموز ہے۔

## تشریح و مطالب : ۱۶۳۔ ہر اچھا کام کرنے اور ہر برائی سے بچنے کے لیے یہ

ضروری ہے کہ انسان کا ضمیر بیدار ہو۔ اس میں خیر و شر کی

تمیز ہو۔ خیر پر عمل پیرا رہنے اور شر سے دور رہنے کا جذبہ اس میں موجود رہے۔ خوف

خدا قدم قدم پر اس کا راہنما ہو۔ اور خشیت الہی کے نور سے اس کا سینہ منور۔ اسی کا نام

تقویٰ ہے اسی کو قرآن کریم نے خیر الزاد فرمایا ہے۔ یہی تقویٰ تمام اعمال صالحہ کی غایت

و مراد ہے۔ اسلام کی ہر تعلیم کا مقصد و منشاء اپنے ہر عمل کے قالب میں اسی تقویٰ کی روح

کو پیدا کرتا ہے زندگی کے سفر میں تقویٰ و پرہیزگاری سے بڑھ کر کوئی توشہ کوئی ساز و سامان

اور کوئی زاد راہ نہیں۔ مسلمان کی زیب و زینت کا سامان ظاہری لباس سے بڑھ کر تقویٰ

کا لباس ہے۔ وَ لِبَاسِ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ اور تقویٰ و پرہیزگاری کا لباس ایمان ہے۔

حیا ہے اور دوسری اچھی خصلتیں نیک عادتیں ہیں اور سب سے بڑھ کر خوف و خشیت

الہی ہے جو انسان کو شیطان کے وسوسوں اور فریب کاریوں سے بچاتا ہے۔ حدیث شریف

میں ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی راہوں پر چلتا ہے اور حضرت ذوالنون

مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر شیطان ایسا ہے کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے اور تم اسے

نہیں دیکھ سکتے تو تم ایسے سے مدد چاہو جو اس کو دیکھتا ہے اور وہ اسے نہ دیکھ سکے۔ یعنی

اللہ کریم ستارہ رحیم غفار سے مدد چاہو۔ اور یہ نصرت یاوری اس وقت میسر آتی ہے جب



دل میں خوف خدا ہو اور سینہ خشیت الہی سے لبریز اور ہر کام میں خدا کی مرضی و پسندیدگی کا حصول اس کا مقصود اصلی ہو۔ اور جو اس مقام و مرتبہ پر فائز المہرام ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی نصرت و یاوری سے بھی سرفراز فرمائے جاتے ہیں۔ تو انہیں کون ٹھکت دے سکتا ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَشْرَةٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ هُمْ كُفَارٌ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَيُظَنُّونَ أَنَّهُمُ الْمُؤْمِنُونَ الْقَاتِلُ بِغَيْرِ حَقِّ وَالسَّاحِرُ وَالذُّيُوثُ الَّذِي لَا يُعَارُ عَلَى أَهْلِهِ وَمَانِعُ الزَّكَاةِ وَشَارِبُ الخَمْرِ وَمَنْ وَحَبَ عَلَيْهِ الْحَجُّ فَلَمْ يَحْجْ وَالسَّاعِي فِي الْفِتَنِ وَبَاعِعُ السَّلَاحِ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَنَاكِحُ الْمَرَاةِ فِي دُبُرِهَا وَنَاكِحُ ذَاتِ رَحِمٍ مَحْرُومٍ إِنْ عَلِمَ هَذِهِ الْأَفْعَالِ حَلَالًا فَقَدْ كَفَرَ

(ترجمہ) : (۱۸۳) نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دس آدمی میری اس امت سے اللہ عزوجل کے منکروں اور سرکشوں کے طور طریق و روش پر ہیں۔ اگرچہ وہ یہ گمان کرتے ہوں کہ وہ اہل ایمان کے ساتھ ہیں اور مسلمانوں میں شامل (۱) ناحق ۱۶۳۔ قتل کرنے والا۔ (۲) جادوگر۔ (۳) دیوث کہ اپنے اہل و عیال (اور زیر کفالت و اثر افراد خصوصاً عورتوں) کو آوارہ گردی (بد چلنی اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط) میں آنکھوں دیکھے آلودہ پائے اور اسے (بے غیرتی و بے ہمتی کے باعث) ذرا غیرت و شرم نہ آئے (۴) جس پر زکوٰۃ فرض ہو اور ادا نہ کرے (۵) شرابی کہ باوہ نوشی میں مست رہتا ہے۔ (۶) جس پر حج فرض ہو اور حج کو نہ جائے۔ (۷) فتنہ و فساد کو ہوا دینے والا (تاکہ مسلمانوں میں باہم انتشار پھیلے۔ افتراق برھے) (۸) حالت جنگ میں حربی کافروں کو (کہ ہمہ وقت آمادہ جنگ رہتے ہیں) اسلحہ فروخت کرنے والا (۹) عورت سے بیچھے کے مقام پر جماع کرنے والا۔ (۱۰) اور ایسی قربات دار عورتوں سے نکاح (وہم بستری) کرنے والا جو اس کے لیے محرم ہیں (اور جن سے نکاح کسی حال میں جائز نہیں) اور

اگر ان مذکورہ بالا افعال کو حلال و جائز جانتا ہے تو یقیناً (اسلام سے خارج اور) کافروں کے گروہ میں داخل ہے۔

**تشریح و مطالب :** ۱۶۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مرد مسلمان کا جو لا الہ الا اللہ کی گواہی اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے خون بہانا (اسے قتل کرنا) صرف تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہے۔ نفس بدلے میں نفس کے اور ٹیب زانی۔ اور جو اپنے دین سے نکل کر جماعت اہل اسلام کو چھوڑ دے (مرتد ہو جائے یا باغی) ان احکام کا تعلق رعایا سے نہیں بلکہ اسلامی حکومت سے ہے ۱۶۴۔ محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہو سکے اس کی حرمت ابدیہ ہمیشہ ہمیش کے لیے ہو۔ تو جو مردان میں سے کسی سے ہم بستری کرے، اگرچہ نام نکاح کے بعد ظاہر ہے کہ وہ اپنی عاقبت اپنے ہاتھوں خراب کر رہا ہے۔ کہ ان کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور اگر معاذ اللہ انہیں حلال جان کر ان سے نکاح کیا تو نص قرآنی سے انکار ہوا اور نص قرآنی کا انکار کفر ہے تو آپ ہی جہنم میں گیا۔ ہاں جتنی عورتیں اپنی بیوی کی محارم ہیں جیسے اس کی خالہ پھوپھی، بھانجی، بھتیجی وغیرہن وہ مرد کے محارم نہیں۔ ان سے نکاح صرف اس حالت تک حرام جب تک اس پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت اس کے نکاح میں ہو۔ موت و طلاق کے بعد جدائی ہو جائے اور عدت گزر جائے تو ان سے نکاح درست ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَكُونُ الْعَبْدُ فِي السَّمَاءِ وَلَا فِي الْأَرْضِ مُؤْمِنًا حَتَّى يَكُونَ وَضُولًا وَلَا يَكُونُ وَضُولًا حَتَّى يَكُونَ مُسْلِمًا وَلَا يَكُونُ مُسْلِمًا حَتَّى يَسْلِمَ النَّاسُ مِنْ يَدِهِ وَلِسَانِهِ وَلَا يَكُونُ مُسْلِمًا حَتَّى يَكُونَ عَالِمًا وَلَا يَكُونُ عَالِمًا حَتَّى يَكُونَ بِالْعِلْمِ عَامِلًا وَلَا يَكُونُ بِالْعِلْمِ عَامِلًا حَتَّى يَكُونَ زَاهِدًا وَلَا يَكُونُ زَاهِدًا حَتَّى يَكُونَ وَرِعًا وَلَا يَكُونُ وَرِعًا حَتَّى يَكُونَ مُتَوَاضِعًا وَلَا يَكُونُ مُتَوَاضِعًا حَتَّى يَكُونَ عَارِفًا

بِنَفْسِهِ وَلَا يَكُونُ عَارِفًا بِنَفْسِهِ حَتَّى يَكُونَ عَاقِلًا فِي الْكَلَامِ

(ترجمہ) : (۱۸۴) حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ آسمان والوں اور زمین والوں کے نزدیک اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک واصل باللہ اور حق کا مقرب نہ ہو۔ (۲) اور واصل باللہ و مقرب حق بن نہیں سکتا جب تک وہ سلامت پسند سلامت رونہ ہو (۳) اور سلامت روی اسے میسر آ نہیں سکتی جب تک لوگ اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ نہ رہیں۔ (۴) اور لوگ اس سے مامون رہ نہیں سکتے جب تک وہ (لوگوں کے حقوق و مراتب سے آگاہ) عالم دین (وواقف کار نہ ہو۔ (۵) اور عالم کہلایا نہیں جا سکتا جب تک علم کے مطابق عمل نہ کرے۔ (۶) اور علم کے مطابق وہ عمل پیرا ہو نہیں سکتا جب تک دنیا داری سے بیزار و بے نیاز نہ ہو (۷) اور دنیا داری سے وہ بیزار ہو نہیں سکتا جب تک تقویٰ و پرہیزگاری سے آراستہ نہ ہو۔ (۸) اور تقویٰ شعار و پرہیزگار ہو نہیں سکتا جب تک فروتنی و خاکساری کو اپنی روش نہ بنائے۔ (۹) اور منکسر المزاج اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک خود اپنے آپ کو نہ پہچانے اور (۱۰) اپنے آپ کو پہچان نہیں سکتا جب تک بات سوچ سمجھ کر قرین عقل نہ کرے۔

۱۶۵ - حدیث مبارک کو ایک بار پھر پڑھ جائیے اور اندازہ لگائیے کہ اپنی ذات کی معرفت سے لے کر عرفان الہی

وصول الی اللہ تک تمام ذریعوں اور واسطوں کا زبان سے کتنا عظیم تعلق ہے کہنا چاہیے کہ مسلمان کے ہر قول و فعل اور کردار و عمل کی صحت و عدم صحت قبولیت و عدم قبولیت کا مدار اس کی زبان پر ہے۔ دینداری کے مقامات و مراتب میں زبان کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث شریف سے ہوتا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزانہ یہ کہتے ہیں کہ تو خدا سے ڈر کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم

سب ٹیڑھے ہو جائیں گے (ترمذی) اس لیے ہر شخص پر لازم ہے کہ جو بات کہے سوچ سمجھ کر کہے تاکہ بعد میں شرمندگی نہ ہو، مشہور ہے کہ ”پہلے تول پیچھے بول“

قَبِيلَ رَايَ يَحْيَىٰ بْنِ مَعَاذِنِ الرَّازِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فَقِيهًا رَاغِبًا فِي  
الدُّنْيَا فَقَالَ يَا صَاحِبَ الْعِلْمِ وَالسُّنَّةِ قُصُورُكُمْ قِيَصْرُسَةُ  
وَيُبُوتُكُمْ كِسْرُوبَةُ وَمَسَاكِينُكُمْ قَارُونِيَّةٌ وَأَبْوَابُكُمْ طَالُوتِيَّةٌ  
وَيَابِئُكُمْ جَالُوتِيَّةٌ وَمَذَاهِبُكُمْ شَيْطَانِيَّةٌ وَوَلَايَتُكُمْ فِرْعَوْنِيَّةٌ  
وَقَضَاتُكُمْ عَاجِلِيَّةٌ أَصْحَابُ رِشْوَةٍ غَشَّاشِيَّةٌ وَمَمَاتُكُمْ  
جَاهِلِيَّةٌ فَأَيْنَ الْمُحَمَّدِيَّةُ

**الفاظ و معانی :** قَيْصَرُ شَاهَانِ رُومِ كَالْقَبِ هِيَ أَوْرُ قَيْصَرِيَّةٌ اس کی طرف منسوب

ہے۔ كِسْرِي شَاهَانِ اِيْرَانِ كَالْقَبِ هِيَ كِسْرُوبِيَّةٌ انہیں کی طرف

منسوب قَارُونُ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ پاک کا ایک مشہور دولت مند جس کے

چالیس خزانے تھے۔ زکوٰۃ نہ دینے کے باعث، قرالی سے اپنے خزانوں سمیت ہلاک ہو

گیا۔ طَالُوتُ بنی اسرائیل کے ایک سردار کا نام ہے۔ جس کے بعد حضرت داؤد علیہ

السلام بادشاہ ہوئے۔ جَالُوتُ ایک کافر کا نام۔ جو بنی اسرائیل کا حریف تھا اور طالوت کے

زمانہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فِرْعَوْنُ قدیم زمانہ میں بادشاہان مصر

کا لقب تھا۔ مگر عام محاورے میں اس سے مراد وہ بادشاہ مصر ہوتا ہے جس نے بنی اسرائیل

پر ظلم توڑے۔ خَدَائِي كَادِمُوِي كِيَا اور پھر قرالی نے اسے مع لشکر کے دریائے نیل میں ڈبو

دیا۔ غَشَّاشٌ بَرَا فَرِيْبٌ كَارُ كُرُوْنٌ كَا بِنَا هُوَا۔ جَيْلِيَّةٌ جَلْدُ بَازٌ ہوس مال میں جس کی عقل

ماری جائے اور جسے صرف مال و دولت کی خواہش ہو۔

(ترجمہ) : (۱۸۵) کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ

نے ایک عالم دین کو دیکھا جسے دنیا کی رعنائیوں نے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا (اور وہ

خالص دنیا دار نظر آتا تھا) آپ نے اس کی حالت کا جائزہ لیا پھر فرمایا اے کتاب

رسنت اور علم شریعت کے پاسبانو! حاکمو! تمہارے یہ حالات نہایت درجہ حیرت

انگیز و قابل افسوس ہیں تم خود اپنے معاملات پر نگاہ عبرت ڈالو تاکہ حق عیاں  
 و آشکار ہو۔ اور تم اپنے احوال کی اصلاح کر سکو۔ ذرا دیکھو تو سہی کہ تمہارے  
 ایوان و محل شاہان روم کے ایوان و قصور کے مانند عالی شان و وسیع و عریض ہیں۔  
 تمہارے مکانات سے شاہان ایران کی شان و شوکت ہویدا ہے۔ تمہاری اقامت  
 گاہیں، قارون کی اقامت گاہوں سے ملتی جلتی ہیں۔ تمہارے دروازے تمہاری  
 ڈیوڑھیاں یوں لگتا ہے کہ شاہ جالوت کے دروازے ہیں۔ تمہاری پوشاکیں،  
 طمطراق میں جالوت کی پوشاکوں کے مشابہ ہیں۔ تمہارے طور طریق تمہاری  
 روشیں، شیطانی روشوں سے جدا نہیں اسی کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔  
 تمہاری جائیدادیں تمہاری جاگیریں، تمہارا سامان تعیش اور ان میں تمہارا  
 اشہاک، تمہاری دلچسپیاں، تمہاری سرکشی و تمرد کا پتہ دیتی ہیں۔ تمہاری بود  
 و باش اور طمطراق میں فرعونیت کی آمیزش ہے۔ تمہارے مقرر کردہ معاملات کا  
 باہمی تصفیہ کرنے والے قاضی عدل و انصاف کے داعی دنیائے دوں کے  
 مفادات کے حصول کے پیچھے پڑے ہیں۔ ان کے مصارف کا تمام تر دار و مدار  
 کھوٹے سکوں، رشتوں ۱۶۶ اور حرام کمائیوں کی ڈالیوں، تحفوں پر ہے اور پھر  
 تمہاری موت بھی رسم جاہلیت کی پابند ہے (تمہارے بعد وہی گریہ و زاری وہی  
 اظہار بے تابی و بے قراری وہی بے صبری و سینہ کوبی۔ وہی ماتم و دنیا سازی)  
 تو اے بندگان خدا (دنیا کی چند روزہ رعنائیوں پر بھول کر نام حق اور یوم  
 آخرت کو بھول جانے والے ناخداؤ) بتاؤ تو سہی کہ تم میں محمدیت (محمد رسول  
 اللہ ﷺ کے چاہنے والوں کی سی شان و شوکت) اور اس نام اقدس سے  
 نسبت اُمّیّت باقی ہے کہ نہیں؟

تشریح و مطالب : ۱۶۶۔ قرآن کریم نے حرام کمائیوں اور ناجائز آمدنیوں کو  
 صرف دو جملوں میں سمیٹ دیا ہے لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم  
 بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ” آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور اس سے متصل ہی

فرمایا وَتَذَلُّوا بِهَا إِلَى الْحَقِّ لِمَا كَلُّوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو" آیت کریمہ میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا اڑانا حرام فرمایا گیا۔ خواہ لوٹ کر یا چوری سے یا جوئے سے ہو یا حرام تماشوں، حرام کاموں، حرام ذریعوں سے، یا رشوت یا جھوٹی گواہی، یا چغل خوری سے یونہی اپنے ناجائز فائدے کے لیے کسی پر مقدمہ بنانا اور اسے حکام تک پہنچانا حرام ہے اسی طرح اپنے فائدے کی غرض سے دوسرے کو ضرر پہنچانے کے لیے حکام پر اثر ڈالنا، رشوتیں دینا حرام ہے اور وہ مال بھی باطل ہی کے حکم میں آجاتا ہے جسے اس مال کے مالک سے حاصل کیا جائے، اس کی خواہش ولی کے بغیر یا مالک کو اسے خوش دلی سے دے رہا ہے لیکن شریعت نے خود اس مد کو ناجائز قرار دیا ہے۔

أَيُّهَا الْمُنَاجِي رَبِّهِ بِالْوَجْهِ الْكَلَامِ وَالطَّالِبِ مَسْكَنَهُ فِي دَارِ السَّلَامِ  
وَالْمُتَوَكِّفِ لِلتَّوْبَةِ عَامًا بَعْدَ عَامًا وَمَا أَرَاكَ مُنْصِفًا لِنَفْسِكَ بَيْنَ الْأَنْامِ  
إِنَّكَ لَوَرَأْفَتٌ يَوْمَكَ يَا غَافِلٌ بِالصَّبَامِ وَأَحْيَيْتَ ظُلْمَ لَيْلِكَ بِالْقِيَامِ  
وَأَقْصَرْتَ بِالْقَلِيلِ مِنَ الْمَاءِ وَالطَّعَامِ لَكُنْتَ أَهْرَى أَنْ تَنَالَ شَرْفَ الْمَقَامِ  
وَالْكَرَامَةِ الْعَظِيمَةِ مِنْ رَبِّ الْأَنْامِ  
وَالرِّضْوَانِ الْأَكْبَرِ مِنْ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

ترجمہ : کسی عربی شاعر نے اپنے اشعار میں کیا خوب مضمون باندھا ہے کہ اپنے پروردگار سے مختلف انداز سے مناجات کرنے والے۔

بہشت بریں میں اپنے مسکن کے خواستگار اور توبہ و استغفار کو ہر سال نئے سال پر لانے والے (بندہ خدا) میں نہیں سمجھتا کہ تو خود اپنے ساتھ انصاف کر رہا ہے کاش روزہ سے غافل رہنے والے! تو اپنے دن کی خود نگرانی کرتا اور اپنی شب دراز، شب بیداری میں گزارتا اور بقدر کفایت کھانے پینے پر گزر اوقات کرتا تو تجھ سے بڑھ کر بلند درجات کا شرف اور کے ملتا اور خالق کائنات، عزت و جلال کی بارگاہ سے عظیم کرامتیں اور رضائے الہی کی دولتیں اور کے میسر آئیں۔

قَالَ بَعْضُ الْحَكَمَاءِ عَشْرُ خِصَالٍ يُبَغِضُهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ  
وَتَعَالَى مِنْ عَشْرَةِ أَنْفُسِ الْبُخْلِ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ وَالْكِبْرِ مِنَ  
الْفُقَرَاءِ وَالطَّمَعِ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَقِلَّةِ الْهَيَاءِ مِنَ النِّسَاءِ وَحُبُّ  
الدُّنْيَا مِنَ الشُّيُوخِ وَالْكَسَلُ مِنَ الشَّبَابِ وَالْجَوْرُ مِنَ  
السُّلْطَانِ وَالْجَبْنُ مِنَ الْغُرَاةِ وَالْعُجْبُ مِنَ الزُّهَادِ وَالرِّيَاءُ مِنَ  
الْعِبَادِ

(ترجمہ) : (۱۸۶) کسی صاحب دل نے فرمایا ہے کہ دس خصلیں ۱۶۶۔ ایسی ہیں جو دس آدمیوں میں پائی جائیں تو اللہ عزوجل کو سخت ناپسند ہیں تو نیکروں اور دولت مندوں میں بخل (۲) درویشوں میں کبر و غرور (۳) اہل علم میں حرص و آرز۔ (۴) عورتوں میں بے حیائی (۵) بوڑھوں میں دنیا کی محبت۔ (۶) جوان مردوں میں پست ہمتی و ست روی۔ (۷) حاکم وقت میں جو رو ظلم۔ (۸) مجاہدوں میں بزدلی و کم حوصلگی۔ (۹) زاہدوں میں خود پسندی۔ (۱۰) اور عبادت گزاروں میں نمود و ریاء۔

تشریح و مطالب : ۱۶۶۔ مقصود کلام اقدس یہ ہے کہ بخل، کبر و غرور، حرص

و آرز، بے حیائی، محبت دنیا، پست ہمتی، جو رو ظلم، بزدلی، خود پسندی اور نمود و نمائش یہ عادتیں جس شخص میں بھی ہوں گی اسے عیب ناک بنا دیں گے۔ لیکن ان لوگوں میں پائی جائیں جو ان کے ہولناک انجام سے واقف ہیں تو کہنا چاہئے کہ یہ عیوب اور زیادہ قابل نفیس و لائق مذمت ہو جاتے ہیں اور ان کا وزن اور بڑھ جاتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَافِيَةُ عَلَى عَشْرَةِ  
أَوْجِهٍ خَمْسَةٌ فِي الدُّنْيَا وَخَمْسَةٌ فِي الْآخِرَةِ فَأَمَّا الَّتِي فِي  
الدُّنْيَا الْعِلْمُ وَالْعِبَادَةُ وَالرِّزْقُ مِنَ الْجَلَالِ وَالصَّبْرُ عَلَى

السَّيِّئَةِ وَالشُّكْرِ عَلَى النِّعْمَةِ وَأَمَّا التِّي فِي الْآخِرَةِ فَإِنَّهُ يَأْتِيهِ  
 مَلَكُ الْمَوْتِ بِالرَّحْمَةِ وَاللِّطْفِ وَلَا يَرَوْعُهُ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ فِي  
 الْقَبْرِ وَيَكُونُ آمِنًا فِي الْفُرْعِ الْأَكْبَرِ وَتُمْحَى سَيِّئَاتُهُ وَتُقْبَلُ  
 حَسَنَاتُهُ وَيَمْرُ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ اللَّامِعِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ  
 فِي السَّلَامَةِ

(ترجمہ) : (۱۸۷) رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ عافیت و سلامتی کی  
 دس صورتیں ہیں (اور ان سے ان شاء اللہ تعالیٰ مرد مومن فیض پاتا ہے اور  
 پائے گا) ان میں سے پانچ کا تعلق اسی دنیا سے ہے (۱) علم دین (جب کہ کم از کم  
 بقدر ضرورت ہو اور اس کا عمل اس کے مطابق) (۲) عبادت و بندگی (جب کہ  
 میزان شرع پر پوری اترے اور ریا و نمود سے پاک صاف ہو) (۳) حلال ذریعہ  
 سے کمائی ہوئی روزی (۴) بلاء و سختی کے وقت صبر و تحمل (۵) نعمتوں کے حصول  
 پر شکر و سپاس۔

پانچ صورتیں آخرت سے متعلق ہیں (اور وہ یہ ہیں) (۱) فرشتہ اجل اس کے ساتھ  
 شفقت و مہربانی سے پیش آئیں گے (۲) قبر میں نکیرین کے رعب و ہیبت (اور ڈراؤنی  
 و خوفناک شکل و صورت) میں ابتلا سے وہ محفوظ رہے گا (لذا ان کے سوالات کے صحیح  
 جوابات کی توفیق اسے ملے گی) (۳) قیامت کی ہولناک بڑی گھبراہٹ سے وہ مامون رکھا  
 جائے گا (۴) اس کے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا اور نیکیاں قبول کر لی جائے گی۔ (۵) وہ پل  
 صراط سے ایسے گزر جائے گا جیسے بجلی کا کوندا۔ اور جنت میں کہ سلامتی کا گھر ہے داخل  
 ہوگا۔

تشریح و مطالب : ۱۸۷۔ اور یہ سب صدقہ ہے نبی کریم ﷺ کا قیامت  
 کے دن سب اولین و آخرین جمع ہوں گے۔ ذرہ ذرہ کا  
 حساب ہوگا بعض مسلمین بھی اپنے معاصی پر جلائے عذاب کئے جائیں گے لیکن کوئی  
 مسلمان پوری سزا نہ پائے گا۔ سزا پوری ہونے سے پہلے ہی حضور اقدس ﷺ کی



شفاعت انہیں نجات دلا دے گی۔ سزا اگر پوری ہو لیتی تو نجات آپ ہی ہوتی۔ شفاعت کا کیا اثر ہوتا لیکن شفاعت انہیں بخشوا لے گی۔ تو ثابت ہوا کہ سزا پوری نہ ہونے پائے گی۔ حدیث میں آیا ایک بندہ حاضر ہو گا رب العزت کا حکم ہو گا اس کا نامہ اعمال اسے دیا جائے گا وہ حد نگاہ تک طویل اور سرپا گناہوں سے بھرا ہو گا اپنا نامہ اعمال خود پڑھے گا اس میں صفائے و کبائر سب لکھے ہوں گے۔ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ ظاہر کرے گا اور کبائر کو چھوڑتا جائے گا۔ رب عزوجل فرمائے گا ”پڑھ لیا“ کہے گا ”ہاں سب پڑھ لیا“ اللہ عزوجل (کہ غفور و رحیم غفور و کریم ہے) فرمائے گا ”اے میرے فرشتو! اس کے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی لکھو“ اس وقت چلا اٹھے گا کہ الہی میرے بڑے گناہ تو رہ ہی گئے میں نے تو صرف صفائے پڑھے تھے“ (پھر اسے مزید کرم سے سرفراز فرمایا جائے گا)۔ ایک اور حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا کہ قیامت کے روز دو بندے دوزخ سے نکالے جائیں گے رب عزوجل فرمائے گا ”جو کچھ تمہیں پہنچا تمہارے اعمال کا بدلہ تھا میں کسی پر ظلم نہیں کرتا تم پھر جہنم میں چلے جاؤ“ ان میں سے ایک تو دوڑتا ہوا جہنم کی طرف جائے گا اور دوسرا آہستہ آہستہ۔ حکم ہو گا واپس لاؤ اس شتابی اور (تیز جانے) اور آہستگی کا سبب پوچھو (فرشتے ان سے اس کا سبب پوچھیں گے) جلدی کرنے والا عرض کرے گا ”اے میرے رب“ نافرمانی کے سبب یہ کچھ دیکھ چکا تھا اب بھی نافرمانی کرتا۔“ دوسرا عرض کرے گا ”الہی مجھے امید نہ تھی کہ جہنم سے نکال کر مجھے پھر اس میں بھیجا جائے گا“ حکم ہو گا دونوں کو جنت میں لے جاؤ“ یہ ہے شفاعت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک جلوہ اور یہ ہے کرم الہی کی ایک تجلی۔ بندگی و عبادت ہونی چاہیے اور محض لوجہ اللہ تعالیٰ آدمی کبھی اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو۔ کہ کسی کے عمر بھر کے اعمال حسنہ اس کی کسی ایک نعمت کا جو اس نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہیں بدلہ نہیں ہو سکتا۔ مرتے وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ کر جان نکل جائے۔ پھر تو سب آسان ہے یہی ایک پہلی منزل ہے جو تمام منزلوں سے سخت تر ہے۔ اللہ آسان فرمائے حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

قَالَ أَبُو الْفَضْلِ رَحِمَهُ اللَّهُ سَمَّى اللَّهُ تَعَالَى كِتَابَهُ بِعَشْرَةِ  
 أَسْمَاءٍ قُرْآنًا وَفُرْقَانًا وَكِتَابًا وَتَنْزِيلًا وَهُدًى وَنُورًا وَرَحْمَةً  
 وَشِفَاءً وَرُوحًا وَذِكْرًا وَأَمَّا الْقُرْآنُ وَالْفُرْقَانُ وَالْكِتَابُ  
 وَالتَّنْزِيلُ فَمَشْهُورٌ وَأَمَّا الْهُدَى وَالنُّورُ وَالرَّحْمَةُ وَالشِّفَاءُ  
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ  
 وَشِفَاءٌ

(ترجمہ) : (۱۸۸) ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے  
 اپنی کتاب اقدس کو دس ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ وہ قرآن ہے (کائنات میں  
 سب سے زیادہ پڑھی جانے والی چیز چنانچہ قیامت تک مسجدوں میں، محرابوں  
 میں، مدرسوں میں، گھروں میں، تہائیوں میں، انجمنوں میں پڑھا جائے گا اور جتنا  
 پڑھا جائے گا اتنا ہی ذوق و شوق اور بڑھے گا) وہ فرقان ہے (حق و باطل، اسلام  
 و کفر، نور و ظلمت، حلال و حرام طیب و خبیث کے درمیان فاروق و قول فیصل)  
 وہ کتاب ہے (باضابطہ و مستند نوشتہ ایک صحیفہ مکتوب۔ قرآن کریم نے اپنا پہلا  
 تعارف اسی حیثیت سے کرایا کہ وہ ضبط تحریر میں آیا ہوا ایک کتابی شکل میں  
 منظم و مرتب آسمانی صحیفہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کتاب تو صرف یہی  
 ایک کتاب کامل ہے آج اس کے مقابل جتنی کتابیں بھی لائی جائیں گی، ناقص  
 و تحریف شدہ ہی رہیں گی۔ اگرچہ یہ کتاب دور آخر کی کتاب ہے) وہ تنزیل ہے  
 (کہ تیس برس میں حسب حاجت، متفرق آیتیں ہو کر اتریں اور اللہ عزوجل  
 کے منظر اول و اتم و اکمل حضرت سید المرسلین ﷺ کے فرمان سے اسی  
 ترتیب جمیل پر کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق  
 حسب تبلیغ جبریل تمام آیات قرآنیہ اپنی اپنی سورتوں میں جمع ہو لیں) وہ ہدی  
 ہے (جس کی بنیادی حیثیت صرف یہ ہے کہ وہ ہدایت نامہ ہے دستور حیات  
 ہے۔ مکمل و متصل نقشہ زندگی ہے آفتاب کی طرح عالم تاب) وہ نور ہے (جس

کی ہر بات روز روشن کی طرح عیاں اور جس کے اندر بڑے اور چھوٹے انفرادی و اجتماعی سارے مسائل کا حل جگمگ کر رہا ہے) وہ رحمت ہے (درد مندوں کی ہمدرد، بے یاروں کی یاری..... بے مددگاروں کی مددگار) وہ شفاء ہے (جسمانی و روحانی، ظاہری اور باطنی امراض کا شافی علاج) وہ روح ہے (ایک جانفرا روح افزا کتاب، جو مردہ دلوں کو زندگی بخشتی ہے اور جسم بے جان میں جان ڈالتی ہے) وہ ذکر ہے (ایک مکمل نصیحت نامہ، پند و موعظت سے لبریز حیات موت کا پیمانہ)۔

ان دس ناموں میں قرآن، فرقان، کتاب اور تنزیل بہت مشہور نام ہیں۔ (اور قرآن کریم میں جا بجا مذکور و موجود) اور ہدی، نور، رحمت اور شفاء ان کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ الْإِيه** (یعنی اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی۔

**لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ وَأَمَّا الرُّوحُ فَقَالَ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا وَأَمَّا الذِّكْرُ فَقَالَ وَانزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ**

اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے) نیز ارشاد ربانی ہے **قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** (بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آئی اور قرآن کی روح اس آیت میں فرمایا **وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا** (اور یونہی ہم نے تمہیں بھیجی ایک جان فزا چیز اپنے حکم سے) اور ذکر اس آیت میں فرمایا **وَانزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ** (اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں کو ۱۶۹ سے بیان کرو جو ان کی طرف اترا)۔

تشریح و مطالب : ۱۶۸۔ اس آیہ کریمہ میں قرآن کریم کے آنے اور اس کے موعظت و شفا اور ہدایت و رحمت ہونے کا بیان ہے کہ

یہ کتاب ان فوائد عظیمہ کی جامع ہے اور یہ سب کنوین کے ساہ صیغہ نکرہ میں ہیں۔ اور یہ تنکیر ان کی عظمت کے اظہار کے لیے ہے۔ علمائے محققین فرماتے ہیں کہ نفس انسانی کے لیے حصول کمال میں چار مرتبے یا منزلیں ہیں۔ اور ان میں سے ہر لفظ ایک ایک مرتبہ یا منزل کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ پہلا مرتبہ تہذیب ظاہری کا ہے۔ یعنی معاصی اور اعمال بد سے بچنے کا موعظتہ اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے۔ موعظت کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو مرغوب کی طرف بلائے اور خطرے سے بچائے اور جس سے دل میں نیکی کا جذبہ پیدا ہو۔ غور فرمائیے کہ قرآن کریم تقریباً پندرہ سو سال سے کس کس طرح خواب غفلت میں مدہوش انسانیت کو بیدار اور انہیں اپنی آغوش رحمت کی طرف بلا رہا ہے۔ شفاء سے مراد ہے کہ قلب انسانی، قلبی امراض، اخلاق ذمہ عقائد فاسدہ اور جہالت مملکہ سے پاک ہو جائے یہ دوسرا مرتبہ گویا تہذیب باطن کا ہے تیسرا مرتبہ عقائد حقہ و اخلاق حسنہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کا ہے۔ اسے حدی سے تعبیر فرمایا گیا اس لیے کہ قرآن گمراہی سے بچاتا اور راہ حق دکھاتا ہے۔

حق کا جو یا حق کا متلاشی ان راہوں پر گامزن رہے تو گمراہی کا شکار نہیں ہو پاتا چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی کا سینہ انوار الہی کا مرکز بن جائے اور اس کا باطن جگمگانے لگے اور یہ حاصل ہے مقام رحمت کا۔ اور اسی لئے قرآن کو ایمان والوں کے لیے رحمت فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۱۶۹۔ الفاظ قرآن کریم پر غور کر لیں۔ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ لِيُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ (تاکہ تم لوگوں سے بیان کر دو۔ جو ان کی طرف اترا) یعنی تاکہ آپ قرآن کریم کے مضامین عالیہ کو اپنی توضیح و تشریح اور شرح و تفصیل کے ساتھ مخلوق خدا سے روشناس کرا دیں۔ یہ آیت قرآنی اس باب میں نصن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت محض حال وحی یا "خط رساں" کی نہیں بلکہ شارح اور بیان کرنے والے کی بھی ہے۔ لہذا

نبی آدم کو نبی اکرم ﷺ کی سنت کریمہ کے اتباع کے بغیر احکام قرآنی کی تعمیل میسر  
 آ نہیں سکتی اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی اندھی اوندھی عقل پر بھروسہ کر کے  
 کسی آیہ کریمہ کی ایسی تاویل ایسی توجیہ کرے جو ارشادات رسول برحق کے خلاف ہو۔  
 رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف اتنی نہیں کہ وہ خدا کا پیغام بندوں تک پہنچا کر،  
 اس کی تفصیل و تشریح کا کام امت کو سونپ کر بری الذمہ ہو جائیں خود قرآن کریم ارشاد  
 فرماتا ہے کہ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ  
 أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (بے  
 شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان  
 پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و سنت سکھاتا ہے) ذرا  
 غور کرنے سے نظر آجائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے جملہ فرائض، کمال ایجاز و اختصار  
 کے ساتھ ان چند فقروں میں سمودیئے گئے ہیں رسول کریم ﷺ کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ  
 اپنی امت کو قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں۔ یعنی اللہ کا پیغام پہنچانا گویا رسول کی پہلی  
 حیثیت مبلغ اعظم کی ہوتی ہے۔ رسول کا دوسرا کام کتاب الہی کی تبلیغ کے بعد اس کی تعلیم  
 کا ہے۔ اس تعلیم کے اندر کتاب کی شرح، ترجمانی، تعلیم میں تخصیص، تخصیص میں تعلیم،  
 سب کچھ آگئی اور یہیں سے ان سچ فہموں کی بھی تردید ہو گئی جو رسول کا منصب (معاذ  
 اللہ) صرف ڈاکیہ یا قاصد کا سمجھے ہوئے ہیں۔ گویا رسول کی دوسری حیثیت معلم اعظم کی  
 ہوئی۔ رسول کا تیسرا کام حکمت و دانائی کی تعلیم ہے۔ یعنی امت کے خواص کو اسرار و رموز  
 دین سے آگاہ کرنا یہ تیسری حیثیت مرشد اعظم کی ہوئی۔ اور رسول کا چوتھا کام یہ ہے کہ وہ  
 اخلاق کی پاکیزگی کے فرائض بھی انجام دیں گے۔ اور یہ حیثیت مصلح اعظم کی ہوئی خلاصہ  
 کلام یہ کہ اللہ کا رسول مبلغ اعظم بھی ہے اور معلم اعظم بھی۔ مرشد اعظم بھی ہے اور  
 مصلح اعظم بھی ﷺ

## گمراہوں کی ایک سہل پہچان

مسلمانو! اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ فِي حِسِّهِ فِي كُلِّ شَيْءٍ  
 روشن بیان ہے تو کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ مگر ساتھ ہی وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا  
 الْعُلَمَاءُ اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔ اسی لیے عوام الناس کو حکم دیا فَاسْئَلُوا  
 أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اور  
 پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں۔ نہیں بلکہ  
 اس کے متصل ہی فرمادیا وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ اے  
 نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرمادے اس چیز  
 کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔

اللہ قرآن عظیم کے لطاف و نکات و نکتہ سنجی و باریک بینی، منتہی نہ ہوں  
 گے ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلہ کلام الہی کے فہم کا  
 منتظم فرمادیا کہ اے جاہلو! تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو! تم ہمارے رسول  
 کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے غرض ہم پر آئمہ کی تقلید واجب فرمائی۔ اور آئمہ  
 پر تقلید رسول اللہ ﷺ لازم کی۔ اور رسول پر تقلید قرآن امام عارف باللہ عبدالوہاب  
 شہرانی قدس سرہ الریانی نے کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں اس معنی کو جا بجا بہ  
 تفصیل بیان فرمایا۔

اذان جملہ فرماتے ہیں ”اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے قرآن عظیم کے  
 مجملات (اجمالی احکام) کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہی مجمل رہتا (کسی کو صحیح عمل کی  
 توفیق نہ ملتی)۔

اور اگر آئمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی۔  
 اور اسی طرح ہمارے اس زمانے تک کہ اگر کلام آئمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو

ہم اس کے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔

تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے۔ جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت و گمراہی کی راہ چل رہا ہے۔ اسی لیے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد فرمایا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے۔ جو سلسلے سے چلتے ہیں۔ مقلدہ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کر دکھائی۔ تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن و حدیث سے اخذ کرنا چاہے ہنکے گا گرے گا اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پھاسا مرے گا۔

تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے، سمجھ لو کہ یہ بددین، دین خدا کا بدخواہ ہے یہ نفیس و جلیل فائدہ ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا۔ اور پاؤں تعالیٰ ہزاروں گمراہوں سے بچائے گا۔ (الصارم الربانی ملخصاً)

## قرآن عظیم ایک برہان واضح

حکمیت الہیہ یہ ہے کہ انبیاء کو ایسے معجزات دیئے جاتے ہیں جن سے ہر شخص ان کے صدق و نبوت کا یقین کر سکے۔ اور بیشتر وہ اس قبیل سے ہوتے ہیں۔ جس میں ان کی امت اور ان کے عہد کے لوگ، زیادہ مشق و مہارت رکھتے ہوں جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم سحر اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اس زمانے کے لوگ سحر

کے بڑے ماہر کمال تھے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزہ عطا ہوا جس نے سحر کو باطل کر دیا اور ساتروں کو یقین دلا دیا کہ جو کمال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دکھایا وہ ربانی نشان ہے سحر سے اس کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب انتہائے عروج پر تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شفا کے امراض و احیائے اموات کا وہ معجزہ عطا فرمایا جس سے طب کے ماہر عاجز آگئے اور وہ اس یقین پر مجبور تھے کہ یہ کلام طب سے ناممکن ہے ضروریہ قدرت الہی کا زبردست نشان ہے۔ اسی طرح سید عالم ﷺ کے زمانہ مبارک میں عرب کی فصاحت و بلاغت اوج کمال پر پہنچی ہوئی تھی اور وہ لوگ خوش بیانی میں عالم پر فائق تھے۔ سید عالم ﷺ کو وہ معجزہ عطا فرمایا گیا جس نے انہیں عاجز و حیران کر دیا۔ اور ان کے بڑے سے بڑے لوگ اور ان کے اہل کمال کی جماعتیں قرآن کریم کے مقابل ایک چھوٹی سی عبارت پیش کرنے سے بھی عاجز و قاصر رہے۔ اور قرآن کے اس کمال نے یہ ثابت کر دیا کہ بے شک یہ عظیم ربانی نشان ہے اور اس کا مثل بنانا بشری قوت کے امکان میں نہیں (خزائن العرفان)۔

”عالم بن عقبہ قرآن مبین سن پاتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے اور جب اس حالت سے سنبھالا لیتا ہے تو پکار اٹھتا ہے بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے اس میں عجیب تروتازگی ہے۔ اس کی جڑیں سیراب ہیں اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں۔ بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔“

قَالَ لَقَمَانُ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ إِنَّ الْحِكْمَةَ أَنْ تَعْمَلَ عَشْرَةَ أَشْيَاءَ  
أَحَدُهَا تُغَيِّبُ الْقَلْبَ الْمَمِيتَ وَتَجْلِسُ الْمَسَاكِينَ وَتَتَّقِي  
مَجَالِسَ الْمُلُوكِ وَتُشْرِفَ الْوَضِيعَ وَتُحَرِّرَ رَابِعِيْدَ وَتُورِي  
الْغَرِيبَ وَتُغْنِي الْفَقِيْرَ وَتُزِيْدَ لِأَهْلِ الشَّرْفِ شَرَفًا وَلِلْمَسِيْدِ  
سَوْدَدًا وَهِيَ الْفَضْلُ مِنَ الْمَالِ وَحِزْرٌ مِنَ الْخَوْفِ وَعِدَّةٌ فِي  
الْهَرْبِ وَبِضَاعَةٌ حِينَ يَبْرِيْحُ وَهِيَ شَفِيْعَةٌ حِينَ يَعْتَرِيهِ الْهَوْلُ  
وَهِيَ وَلِيْلَةٌ حِينَ يَنْتَهِي بِهِ الْيَقِيْنُ إِلَى النَّفْسِ وَهِيَ سِتْرَةٌ



## حِينَ لَا يَسْتُرُهُ الثَّوْبُ

(ترجمہ) : (۱۸۹) حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے بیٹے! حکمت و دانائی کی روش یہ ہے کہ تم حسب ذیل دس چیزوں کو اپنے لئے دستور العمل بنا لو (۱) اپنے دل (۲) مسکین طبیعت (ٹیک چلن۔ ٹیک اور ذکر خدا سے اسے زندگی و تابندگی دو) (۳) مسکین طبیعت (ٹیک چلن۔ ٹیک سیرت) کی ہم نشینی اختیار کرو۔ (۴) حتی الامکان 'شاہان وقت و امراء زمانہ کی صحبت سے اجتناب برتو (ان سے دور دور رہو) (۵) بے بس اور پستی میں گرا دئے جانے والوں کی حرمت کا لحاظ رکھو (ان کے کام آسکو تو آؤ) (۶) غلاموں کو آزادی دو۔ (۷) غریبوں، بے وطنوں کی پناہ گاہ بنو۔ (۸) حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرو۔ (۹) اہل حاجت کو (دے سکو تو) اتنا دو کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو جائیں (۱۰) اہل عزت کی عزت بڑھاؤ (۱۱) جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی سربلندی بخشی ہے ان کے حوصلے بڑھاؤ (۱۲) اس دستور العمل کو مال و متاع سے زیادہ وقعت و منزلت دو۔ (اور یاد رکھو کہ ان کی تعمیل) وہ گرانمایہ سرمایہ ہے جس کی بدولت دنیوی خطرات سے نجات ملتی ہے۔ یہ حالت جنگ میں دشمنوں سے مقابلہ کے لیے سامان جنگ ہے نفع اندوزی کے لیے دولت بیش بہا ہے۔ آفات و بلیات سے نجات دلانے والا بہترین ذریعہ شفاعت ہے۔ نفس انسانی کو بالیقین پیش آنے والی موت کی راہوں میں یقینی رہنما ہے۔ اور جب کسی چیز سے ستر پوشی ممکن نہ ہو (اور عیوب کے فاش ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو) تو وہ پردہ پوش ہے۔

تشریح و مطالب : ۱۷۱۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم عليه السلام نے فرمایا

جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ

پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے تو دل صاف ہو

جاتا ہے۔ اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ تمام قلب سیاہ ہو

جاتا ہے اور یہی وہ رین یعنی زنگ ہے جس کا آبیہ کریمہ کلابل ران علی قلوبہم میں ذکر ہوا (ترمذی) یہی دل کی موت ہے کہ اعمال بد کی شامت سے دل زنگ خوردہ اور سیاہ ہو جائے اور طاعت و عبادت سے گھبرائے۔

قَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ يَتَّبِعِي لِلْعَاقِلِ إِذَا تَابَ أَنْ يَفْعَلَ عَشْرَ  
خِصَالٍ إِحْدَاهَا اسْتِغْفَارٌ بِاللِّسَانِ وَنَدَمٌ بِالْقَلْبِ وَإِقْلَاعٌ  
بِالْبَدَنِ وَالْعَزْمُ عَلَى أَنْ لَا يَعُودَ أَبَدًا وَحُبُّ الْأَخِرَةِ وَبُغْضُ  
الدُّنْيَا وَقِلَّةُ الْكَلَامِ وَقِلَّةُ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ حَتَّى يَتَفَرَّغَ لِلْعِلْمِ  
وَالْعِبَادَةِ وَقِلَّةُ النَّوْمِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا  
يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

(ترجمہ) : (۱۹۰) کسی صاحب بصیرت کا قول ہے کہ قرین قیاس اور واجب التعمیل ہے یہ امر کہ جب آدمی (کسی گناہ کی ارتکاب کے بعد) توبہ پر آمادہ ہو تو دس باتوں کو اپنا لائحہ عمل بنائے (۱) زبان پر کلمات استغفار لائے (۲) جو کچھ کر چکا ہے دل سے اس پر نادم و پشیمان ہو (۳) اپنے اجزاء بدن و جوارح کو برائی سے بالجبر روک دے۔ (۴) یہ عزم بالجزم کر لے کہ آئندہ کبھی گناہ و نافرمانی کے پاس نہ پھلوں گا (۵) دل میں محبت آخرت کی تخم ریزی کرے (۶) دنیا کو ناپسندیدہ جان کر پامال کر دے (۷) بلا ضرورت ہر قسم کی گفتگو سے باز رہے (۸-۹) خورد و نوش میں قدر ضرورت کو اختیار کرے تاکہ علم دین کی تحصیل اور بندگی رب جلیل کے لیے قلب فارغ رہے نیند میں کم از کم مصروف رہے۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توصیف میں فرماتا ہے کہ شب میں بستر پر ان کے پہلو بہت کم لگتے تھے۔ اور وقت سحر وہ مصروف استغفار رہتے تھے۔

قَالَ النَّسَائِيُّ إِنَّ الْأَرْضَ تَنَادِي كُلَّ يَوْمٍ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ  
وَتَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَسَعَى عَلَيَّ ظَهْرِي وَمَصِيبُكَ فِي بَطْنِي  
وَتَعْصِي عَلَيَّ ظَهْرِي وَتُعَذِّبُ فِي بَطْنِي وَتَضْحَكُ عَلَيَّ

ظَهْرِي وَتَبَكِّي فِي بَطْنِي وَتَفْرُخُ عَلَي ظَهْرِي وَتَحْزُنُ فِي  
 بَطْنِي وَتَجْمَعُ الْمَالَ عَلَي ظَهْرِي وَتَتَدَمُّ فِي بَطْنِي وَتَأْكُلُ  
 الْحَامَ عَلَي ظَهْرِي وَتَأْكُلُكَ الدَّيْدَانُ فِي بَطْنِي وَتَحْتَالُ  
 عَلَي ظَهْرِي وَتَدِيلُ فِي بَطْنِي وَتَمْشِي مَسْرُورًا عَلَي ظَهْرِي  
 وَتَقَعُ حَزِينًا فِي بَطْنِي وَتَمْشِي فِي نُورٍ عَلَي ظَهْرِي وَتَقَعُ فِي  
 الظُّلُمَاتِ فِي بَطْنِي وَتَمْشِي عَلَي الْمَجَامِعِ عَلَي ظَهْرِي  
 وَتَقَعُ وَحِيدًا فِي بَطْنِي

(ترجمہ) : (۱۹۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین  
 روزانہ دس باتوں کا اعلان کرتی اور (بزبان حال) کہتی ہے کہ اے فرزند آدم تو  
 میری پشت پر 'شب و روز' تک دود میں مصروف رہتا (اور دنیا کی خاطر دوڑ  
 دھوپ کرتا پھرتا) ہے اور (یہ نہیں سوچتا کہ) آخر تیرا ٹھکانہ میرا حکم ہے تو  
 میری پشت پر مسلسل نافرمانیاں کرتا ہے اور تجھے یہ خیال نہیں آتا کہ کل  
 میرے پیٹ میں جلائے عذاب ہوگا آج تو میری پشت پر قمقموں میں اپنا وقت  
 برباد کر رہا ہے حالانکہ کل تجھے (اپنی بد عملیوں کی پاداش میں) میرے حکم میں  
 روتے رہنا ہے۔ تو آج میری پشت پر عیش و طرب میں گزار رہا ہے جب کہ  
 کل تجھے حزن و ملال سے میرے پیٹ میں سابقہ پڑنا ہے۔ آج تو ہر حیلے بہانے  
 (حرام و حلال سے بے پرواہ) مال و دولت جمع کرنے کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے اور  
 یہ بھول رہا ہے کہ کل غم و حسرت سے تجھے واسطہ پڑے گا جب تو میرے پیٹ  
 میں ہوگا۔ آج تو حرام غذاؤں کے اے سے پیٹ بھر رہا ہے اور میری پشت پر ہے  
 کل جب تو میرے پیٹ میں ہوگا تو کیرے مکوڑوں کی غذا بن جائے گا۔ آج تو  
 میری پشت پر اپنی من مانی مرادوں میں ڈوبا اتراتا پھرتا ہے کل تیرا عالم کیا ہوگا  
 جب میرے پیٹ میں رہ کر تو ذلیل و رسوا ہوگا۔ آج تجھے فرحت و سرور نصیب  
 ہے تو میری پشت پر ناز و ادا سے قدم آگے بڑھاتا ہے جب کہ کل تجھے میرے

شکم میں غم واندوزہ کے ساتھ گزارنا ہے۔ آج تو شب وروز میری پشت پر  
روشنیوں میں چلنا پھرتا ہے حالانکہ کل میرے پیٹ میں تجھے تاریکیوں میں رہنا  
ہے آج تو گھر سے نکلتا ہے تو میری پشت پر تیرے ساتھ ایک ہجوم واژدحام  
ہوتا ہے اس وقت کو یاد کر جب تو میرے پیٹ میں تھا وہ بے شمار ہو گا۔

میری سنو جو گوش حقیقت نبوش ہو

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

۱۷۱۔ امام احمد، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی

تشریح و مطالب : کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ مال حرام حاصل

کرتا ہے اگر اس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اس کے لیے اس میں

برکت نہیں۔ اور اپنے بعد چھوڑ مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے (یعنی پال کی تین

حالتیں ہیں اور حرام مال کی تینوں حالتیں خراب اور انجام ان کا برا) اللہ تعالیٰ برائی کو نہیں

مٹاتا۔ ہاں نیکی سے برائی کو محو کرتا ہے بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔ یہی امام احمد

جابر جریجی سے راوی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو گوشت حرام سے اگا ہے جنت میں

داخل نہ ہو گا (یعنی ابتداء کچھ نہ کچھ سزا پائے بغیر) اور جو گوشت حرام سے اگا ہے اس کے

لے آگ زیادہ بہتر ہے مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں بنی اسرائیل ایام قحط

میں مینہ کی دعا کے لیے نکلے۔ پیغمبر وقت علیہ السلام پر وحی ہوئی ان سے کہہ دے کہ تم

میری طرف نکلتے ہو ناپاک بدنوں کے ساتھ اور وہ ہتھیلیاں میری طرف اٹھاتے ہو جن

سے تم نے خون ناحق کئے اور تم نے اپنے پیٹ حرام مال سے بھرے ہیں۔ اب تم پر میرا

غضب سخت ہو گیا اور تم کو سوا مجھ سے زیادہ دور ہونے کی دعا سے کچھ فائدہ نہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ حرام خوری دنیا و آخرت میں حرام خور کے لیے تو وبال جان

ہے ہی اس کی لپیٹ میں دوسرے بھی آجاتے ہیں کہ یہ ان سے خلط ططر رہتے اور ان کی

حرام کمائیوں سے اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَثُرَ ضَحْكُهُ

عُوقِبَ بِعَشْرِ عُقُوبَاتٍ أَوَّلَهَا يَمُوتُ قَلْبُهُ وَيَذْهَبُ الْمَاءُ عَلَى  
وَجْهِهِ وَيَشْمَتُ بِهِ الشَّيْطَانُ وَيَغْضِبُ عَلَيْهِ الرَّهْمَنُ وَيُنَاقِشُ  
بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيُعْرَضُ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَتَلْعَنُهُ  
الْمَلَائِكَةُ وَيَبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِينَ وَيَنْسَى كُلَّ  
شَيْءٍ وَيُفْتَضِحُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

(ترجمہ) : (۱۹۲) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو زیادہ ہنستا (اور  
تہمتے لگاتا) ہے وہ دس سزاؤں کا مستحق قرار پاتا ہے (۱) اس کا دل مردہ و بے نور  
ہو جاتا ہے۔ (۲) اس کے چہرے کی آب و تاب جاتی رہتی ہے (۳) شیطان اس  
کا مذاق اڑاتا ہے۔ (۴) اللہ عزوجل اسے سخت ناپسند فرماتا ہے (۵) کل بروز حشر  
اس کا حساب سختی سے لیا جائے گا۔ (۶) نبی رحمت ﷺ قیامت میں اس سے  
چہرہ انور پھیر لیں گے۔ (پھر کہیں اس کا ٹھکانہ نہ رہے گا) (۷) فرشتے اس پر  
لعنت بھیجتے ہیں۔ (۸) ساتوں آسمان وزمین کے رہنے والے اس سے نفرت  
وہیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ (۹) اس کے حافظہ میں ساری چیزیں محفوظ نہیں  
رہیں اور (۱۰) قیامت کے روز (تمام اولین و آخرین کے مجمع میں) اسے رسوا  
و شرمندہ ہونا پڑے گا۔

قَالَ حَسَنُ بْنُ الْبَصْرِ رَحِمَهُ اللَّهُ يَوْمًا بَيْنَمَا أَنَا أَطُوفُ فِي  
أَرْقَةِ الْبَصْرَةِ وَفِي أَسْوَاقِهَا مَعَ شَابٍ عَابِدٍ فَإِذَا أَنَا بَلَّغْنَا  
بِطَيْبٍ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْكُرْسِيِّ بَيْنَ يَدَيْهِ رِجَالٌ وَوَلِيَسَاءُ  
وَصَبِيَانٌ بِأَيْدِيهِمْ قَوَارٍ يُرْفِيهَا مَاءٌ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ  
يَسْتَوْصِفُ دَوَاءً لِدَائِهِ فَقَالَ فَتَقَدَّمَ الشَّابُّ إِلَى الطَّيِّبِ  
فَقَالَ أَيُّهَا الطَّيِّبُ هَلْ عِنْدَكَ دَوَاءٌ يَغْسِلُ الذُّنُوبَ وَيَشْفِي  
مَرَضَ الْقُلُوبِ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ هَاتِ فَقَالَ خُدْمِي عَشْرَةَ

أَشْيَاءَ قَالَ خُذْ عُرُوقَ شَجَرَةِ الْفَقْرِ مَعَ عُرُوقِ شَجَرَةِ  
التَّوَّاضِعِ وَاجْعَلْ فِيهَا هَلِيلَجَ التَّوْبَةِ وَاطْرَحْهُ فِي هَائُونَ  
الرِّضَاءِ وَاسْحَقْهُ بِمِنْجَارِ الْقَنَاعَةِ وَاجْعَلْهُ فِي قِدْرِ التَّقَى  
وَصَبِّ عَلَيْهِ مَاءَ الْحَيَاءِ وَأَغْلِهِ بِنَارِ الْمَحَبَّةِ وَاجْعَلْهُ فِي قَدْحِ  
الشُّكْرِ وَرَوْحَهُ بِمِرْوَحَةِ الرَّجَاءِ وَاشْرِبْهُ بِمِلْعَقَةِ الْحَمْدِ  
فَإِنَّكَ إِنْ فَعَلْتَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَنْفُكُ مِنْ كُلِّ دَاءٍ وَبَلَاءٍ فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ

الفاظ و معانی : اذقة جمع ہے زقاق کی۔ بہ معنی گلی کوچہ۔ اسواق جمع ہے

سوق کی۔ بازار شباب جوان۔ قواریر قاروڑہ کی جمع ہے

ہیشی۔ داء بیماری۔ عروق جمع ہے عرق کی بہ معنی۔ رگ وریشہ۔ بخ واصل۔ جڑ

ہلیلج ہڑ۔ ہلیلہ۔ ہائون کھل، اوکل المنجار کھل کا دستہ۔ القدر ہانڈی، دیکھی۔

التقی پر ہیزگاری تقویٰ۔ قدح پیالہ۔ میروچہ پکھا۔ بادکش۔ الملعقہ چمچہ۔ قاشق

(ترجمہ) : (۱۹۳) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز

میں بصرہ کے گلی کوچوں، تنگ گزرگاہوں اور بازاروں کا چکر کاٹ رہا تھا میرے

ساتھ ایک عبادت گزار، نوجوان بھی تھا کہ ناگاہ ہم ایک تجربہ کار زمانہ شناس

طیب معالج کے پاس جا نکلے۔ طیب صاحب ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔

اور ان کے سامنے مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایک جم غفیر، مجمع کثیر لگا ہوا تھا۔

ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک ہیشی دبی ہوئی تھی اور ہر ہیشی

میں پانی بھرا تھا۔ ہر شخص اپنی باری پر آگے بڑھتا اپنا حال احوال کہتا اور طیب

صاحب سے اپنی بیماری کی تشخیص اور اس کے ازالہ کے لیے دوا تجویز کرنے کی

درخواست کرتا۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ (کچھ دیر تو وہ نوجوان یہ تماشا دیکھتا رہا پھر اچانک

اس نے قدم آگے بڑھایا اور حکیم صاحب کے رویہ پہنچ کر کہنے لگا کہ حکیم صاحب! کیا

آپ کے پاس کوئی ایسا نسخہ ایسی دوا بھی ہے جس سے نافرمانیوں (کے گناہوں) کا ازالہ ہو جائے اور دل کی بیماریوں سے شفا یابی ہو؟

حکیم صاحب نے فرمایا ”بے شک ہے“ نوجوان بولا تو پھر عنایت فرمائیے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ یہ نسخہ دس زود اثر دواؤں پر مشتمل ہے (ہدایات کے مطابق عمل میں لاؤ گے تو سب دلدر دور ہو جائیں گے)۔ تم ایسا کرو کہ فقر و افلاس اور تواضع و انکسار کی جڑوں کو باہم آمیز کر لو (کہ دونوں یک جان یک قالب ہو جائیں) اب اس آمیزے میں ہلیلہ توبہ (ہڑا ملا لو۔ یہ سب باہم مل جائیں تو اب انہیں رضائے دوست کی کھل میں ڈالو اور پھر قناعت و سیر چشمی کے دستے سے اچھی طرح پیس لو (جب ریزہ ریزہ باہم مل جائے تو اسے تقویٰ و خدا ترسی کی دیگ میں ڈال دو۔ پھر اوپر سے شرم و حیا کا پانی اس میں ڈال دو اور آتش عشق کے ذریعے اسے خوب جوش دو۔ جب یہ جوشاندہ تیار ہو جائے تو اسے شکر ایزدی و سپاس باری تعالیٰ کے پیالے میں اندیل دو پھر امید و رجاء کے بادکش سے اسے ہوا پہنچاؤ۔ پھر (جب ٹھنڈا ہو جائے تو) اسے حمد و ثناء الہی کے حچے سے پی جاؤ۔ اگر ان ہدایات پر کاربند رہو گے تو یہ نسخہ تمہاری بیان کردہ بیماریوں کے لیے تیر بہدف علاج ثابت ہوگا اور ہر بلاء و مصیبت سے دنیا و آخرت میں نجات پاؤ گے۔

(سبحان اللہ! اس نوجوان کا ذوق اطاعت و حسن طلب بھی دیکھئے۔ اور اس جماندیرہ نباض کی فہم و فراست اور تشخیص و تجویز پر بھی نظر دوڑائیے پھر یہ نسخہ فیض، فیض عام ہے جو بڑھ کے اٹھالے کا پیمانہ اسی کا ہے۔

قِيلَ جَمَعَ بَعْضُ الْمُلُوكِ خَمْسَةَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْحُكَمَاءِ  
فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَتَكَلَّمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِحِكْمَةٍ فَتَكَلَّمَ كُلُّ  
وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِحِكْمَتَيْنِ فَصَارَتْ عَشْرَةَ فَقَالَ الْأَوَّلُ خَوْفُ  
الْخَالِقِ أَمَّنْ كَأَمْنِهِ كُفْرٌ وَأَمَّنِ الْمَخْلُوقِ عِنِّي وَخَوْفُهُ رِقٌّ  
وَقَالَ الثَّانِي الرَّجَاءُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى غِنَى لَا يَضُرُّهُ فَقْرٌ وَالْيَأْسُ  
عَنْهُ فَقْرٌ لَا يَنْفَعُ مَعَهُ غِنَى وَقَالَ الثَّلَاثُ لَا يَضُرُّ مَعَ غِنَى

الْقَلْبِ فَقَرُّ الْكَيْسِ وَلَا يَنْفَعُ مَعَ فَقْرِ الْقَلْبِ غِنَى الْكَيْسِ  
 وَقَالَ الرَّابِعُ لَا يَزِدُّ غِنَى الْقَلْبِ مَعَ الْجُودِ إِلَّا غِنَى وَلَا يَزِدُّ  
 فَقْرَ الْقَلْبِ مَعَ غِنَى الْكَيْسِ إِلَّا فَقْرًا وَقَالَ الْخَامِسُ أَخَذَ  
 الْقَلِيلُ مِنَ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنْ تَرْكِ الْكَثِيرِ مِنَ الشَّرِّ وَتَرْكِ الْجَمِيعِ  
 مِنَ الشَّرِّ خَيْرٌ مِنْ أَخْذِ الْقَلِيلِ مِنَ الْخَيْرِ

(ترجمہ) : (۱۹۴) کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ وقت نے پانچ علماء محققین کو اپنے دربار  
 میں جمع کیا اور ان میں سے ہر ایک سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کم از کم  
 ایک بات حکمت و دانائی سے لبریز بیان فرمائے۔ اور ان اہل علم و بصیرت میں  
 سے ہر ایک نے دو دو لطیف و حکمت آمیز باتیں بیان فرمائیں۔ اور یوں وہ دس  
 باتیں ہو گئیں۔ چنانچہ پہلے عالم نے ارشاد فرمایا کہ خوف الہی دل میں ہو تو آدمی  
 (ہزار فتنوں سے) محفوظ و مامون رہتا ہے (اور خوف خدا سے مامون رہنا آدمی کو  
 گمراہیوں میں ڈال دیتا ہے۔ یونہی مخلوق سے بے نیاز و مستغنی رہنا بہت سی  
 بندشوں سے آزاد کر دیتا ہے اور غلق خدا سے خوفزدہ رہنا غلامی و محکومی میں  
 ڈال دیتا ہے۔ دوسرے صاحب علم و تحقیق نے فرمایا کہ اللہ عز و جل کے کرم  
 سے اپنی امیدوں کو وابستہ رکھنا ایسی تو گمراہی ہے جسے افلاس و ناداری کا کوئی  
 اندیشہ نہیں۔ جب کہ رحمت الہی سے مایوس ہو جانا ایسی محتاجی و ناداری ہے  
 جسے کوئی تو گمراہی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ تیسرے فاضل جلیل نے بیان فرمایا کہ  
 دل اگر استغنا و بے نیازی کی دولت سے مالا مال ہو تو کیسہ زر یعنی تمیلیوں کا خالی  
 ہونا کچھ نقصان نہیں دیتا۔ اور اگر قلب ہی فقیر حرص و آرز میں گرفتار ہو تو  
 تمیلیوں کا بھرا ہونا بھی نفع بخش نہیں ہوتا۔ چوتھے عالم نبیل نے یوں گوہر  
 افشانی فرمائی کہ دل اگر مستغنی و بے نیاز ہو تو جو دو سخا سے شان استغنا میں اور  
 اضافہ ہوتا ہے اور انسان کا دل ہی اگر تنگی و کم حوصلگی کا مارا ہوا ہو تو خواہ  
 دولت کی کتنی ہی فراوانی کیوں نہ ہو اس کی بے ہانگی اور بڑھتی ہے۔ اور



پانچویں بلند اقبال صاحب عرفان نے یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ تھوڑی سی نیکی سمیٹ لینا بہت سی برائیوں کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ اور ہر وقتہ و شر سے دور دور رہنا تھوڑی نیکی کما لینے سے بہتر ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ نیکی پھر نیکی ہے اور کار آمد اگرچہ قلیل ہو۔ اور برائی پھر برائی اور ضرر رساں ہے، اگرچہ برائے نام ہو)۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَشْرَةٌ أَصْنَافٌ مِنْ أُمَّتِي لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ تَابَ أَوْلَهُمُ الْقَلَاعُ وَالْجُيُوفُ وَالْقَتَاتُ وَالذَّبُوبُ وَالذَّيُوثُ وَصَاحِبُ الْعَرْطَبَةِ وَصَاحِبُ الْكُؤَبَةِ وَالْعُتْلُ وَالزَّيْبُومُ وَالْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْقَلَاعُ قَالَ الَّذِي يَمْشِي بَيْنَ يَدَيِ الْأُمَرَاءِ وَقِيلَ مَا الْجُيُوفُ قَالَ النَّبَّاشُ وَقِيلَ مَا الْقَتَاتُ قَالَ النَّمَامُ وَقِيلَ مَا الذَّبُوبُ قَالَ الَّذِي يَجْمَعُ فِي بَيْتِهِ الْفَتِيَاتُ لِلْفُجُورِ وَقِيلَ مَا الذَّيُوثُ قَالَ الَّذِي لَا يُغَارُ عَلَى أَهْلِهِ وَقِيلَ مَا صَاحِبُ الْعَرْطَبَةِ قَالَ الَّذِي يَضْرِبُ بِالطَّبْلِ وَقِيلَ مَا صَاحِبُ الْكُؤَبَةِ قَالَ الَّذِي يَضْرِبُ الطَّنْبُرَ وَقِيلَ مَا الْعُتْلُ قَالَ الَّذِي لَا يَعْفُو عَنِ الذَّنْبِ وَلَا يَقْبَلُ الْعُذْرَ وَقِيلَ مَا الزَّيْبُومُ قَالَ الَّذِي وَلِدَ مِنَ الزَّيْنَاءِ وَيَعْدُ عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ فَيَغْتَابُ النَّاسَ وَالْعَاقُ مَشْهُورٌ

(ترجمہ) : (۱۹۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلى الله عليه وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں دس قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں بہشت بریں میں داخلہ نصیب نہ ہوگا جب تک وہ اپنے کرتوتوں سے سچی توبہ نہ کریں۔ (اور ان سے باز نہ آجائیں) ان میں پہلا قلاع

ہے دوسرا حیوف؛ تیسرا قنات چوتھا دیوب۔ پانچواں دیوث چھٹا صاحب عربہ ساتواں صاحب کوبہ آٹھواں عٹل نواں زیم اور دسواں عاق۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! قنات سے کون شخص مراد ہے؟ فرمایا وہ شخص جو امراء و حکام کے پیش پیش رہتا ہے (جس نے ان کی چالپوسی کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیا ہے) عرض کی گئی حیوف کون ہوتا ہے؟ فرمایا کفن چور (کہ قبریں کھود کر مردوں کے کفن کھسوٹ لیتا ہے) عرض کی گئی۔ قنات کسے کہتے ہیں؟ فرمایا چغل خور (کہ ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر لگاتا اور اپنا جنم بھرتا ہے) عرض کی گئی دیوب کسے کہا جاتا ہے؟ فرمایا وہ جو نوجوان لڑکیوں اور باندیوں کو اپنے گھر میں اکٹھا کرنا اور ان سے کسب کرنا اور مزے اڑاتا ہے۔ عرض کی گئی دیوث کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا وہ بے حمیت جسے اپنی گھر والی عورتوں کی بد چلنی اور آوارہ گردی پر غیرت نہ آئے۔ عرض کی گئی کہ صاحب العربہ سے کون مراد ہے؟ فرمایا وہ جو ڈھول نقارے پیٹے (اور رقص و سرور کی محفلوں کی رونق بڑھائے) عرض کی گئی صاحب الکوبہ سے مقصود کیا ہے؟ فرمایا طبلہ و سارنگی بجانے کا پیشہ اختیار کرنے والا۔ عرض کی گئی عٹل کسے کہا جاتا ہے؟ فرمایا وہ شخص جو دوسروں کی کوتاہیوں کو نظر انداز نہیں کرتا اور نہ ان کا عذر واقعی قبول کرتا ہے (اور یہ خود اپنی جگہ سرکشی و خود پسندی کی دلیل ہے اور اس کی بد بختی کے لیے کافی ہے) عرض کی گئی اور زیم کیسے شخص کو کہتے ہیں؟ فرمایا زنا کی پیداوار ناجائز اولاد (اس کی فطرت و سرشت یہ ہوتی ہے کہ وہ) عام گزر گاہوں پر اپنی نشست جھاتا، اور آنے جانے والوں کی عیب جوئی اور فحشیت میں مصروف رہتا ہے۔ اور عاق کے معنی تو مشہور ہیں۔ (یعنی وہ بد نصیب جو اپنے والدین کے حقوق و تفرمانی اور ایذا رسانی میں مصروف اور ان کے حقوق سے غافل رہے۔) (یعنی وہ بد نصیب جو اپنے والدین کے حقوق و تفرمانی اور ایذا رسانی میں مصروف اور ان کے حقوق سے غافل رہے۔)

تشریح و مطالب : ۱۷۲ - والدین کے حقوق وہ نہیں کہ انسان ان سے عمر بھر خدمت گزاری و فرمانبرداری کے باوجود بری الذمہ اور

سبکدوش ہو سکے۔ ہر قلب سلیم اور صحیح الفطرت انسان اتنا تو آسانی سمجھ سکتا ہے کہ ماں باپ ہی اس کی حیات و وجود کے سبب ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں، تمام آسائشیں، تمام مسرتیں، ساری خوشیاں، موقوف ہیں وجود و حیات و زندگی پر اور وجود و حیات کے سبب ہیں، اس کے والدین نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ انسان جو کچھ نعمتیں، دینی یا دنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں سب کے سب ظاہری وہ ہوئے۔ تو صرف ماں باپ ہوتا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے آدمی (بشرطیکہ اس میں آدمیت ہو اور انسانیت کی قدر و قیمت جانتا پہچانتا ہو) کبھی بری الذمہ نہیں ہو سکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش کیلئے اس کی تربیت کی خاطر ان کی کوششیں، اس کے آرام کیلئے ان کی تکلیفیں، خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں۔ ان کا شکر کوئی کہاں تک ادا کر سکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت اقدس ہو کر عرض کی ”یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت کا ٹکڑا ان پر ڈالا جاتا، کہاب ہو جاتا، میں چھ میل تک اپنی ماں کو، اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا اب میں ان کے حقوق سے سبکدوش ہو گیا؟“ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھکے، اس نے اٹھائے ہیں، شاید یہ سب کچھ ان میں سے ایک جھکے کا بدلہ ہو سکے“ (طبرانی)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا ”یا رسول اللہ سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟“ فرمایا ”تیری ماں“ انہوں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا ”تیری ماں“ عرض کی، پھر کون؟ فرمایا ”تیری ماں“ تین دفعہ آپ نے یہی جواب دیا۔ چوتھی بار پوچھنے پر ارشاد فرمایا ”تیرا باپ“ پھر جو زیادہ قریب ہو۔ پھر اس کے بعد جو زیادہ قریب ہو“ (ترمذی)

حدیث شریف صاف ارشاد فرماتی ہے کہ اگرچہ اولاد پر 'ماں باپ دونوں کی خدمت لازم اور دونوں کے حقوق کی نگہداشت' آدمی کے فرائض میں داخل و شامل ہے، مگر ماں کا حق 'باپ پر فائق ہے اور شک نہیں کہ عورت کا صنف نازک میں ہونا، فطری طور پر اس کا کمزور و ناتواں ہونا اور اس کے باوجود اس کا حمل، وضع حمل اور اولاد کی تربیت و نشوونما میں درپیش آنے والی تکلیفوں، صعوبتوں اور اذیتوں کو، طیب خاطر، ہنسی خوشی برداشت کرنا عورت ہی کا حوصلہ ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ خود کسی جسمانی آزار و تکلیف میں مبتلا ہو یا خصوصاً جبکہ وہ بیوگی کی زندگی گزار رہی ہو۔ اس لئے اولاد پر لازم کیا گیا کہ ماں باپ دونوں ہی کی فرمانبرداری و خدمت گزاری کو، دونوں جہانوں میں اپنے لئے عزت و سعادت یقین کرے مگر ماں کی دلہنی، ماں کی خوشنودی، ماں کی رضامندی کو مقدم جانے۔ مقدم رکھے۔

ایک حدیث شریف میں آیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے۔ آیا میری توبہ قبول ہوگی؟ فرمایا تیری ماں زندہ ہے؟" عرض کی "نہیں" فرمایا "تیری کوئی خالہ ہے؟" عرض کی ہاں فرمایا "اسی کے ساتھ احسان کر" یہاں ماں تو ماں ہے گناہ کا کفارہ، خالہ کی خدمت گزاری کو قرار دیا۔ اسی سے ماں کے مقام کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ماں باپ اولاد کیلئے اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کے فضل و کرم کے سائے، ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر اور ان کی عنایتوں نوازشوں، مرحمتوں کے عظیم و جلیل واسطے اور وسیلے ہیں ولہذا قرآن عظیم میں حق جل و علانی نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق ذکر فرمایا۔ ان اشکوری ولو الدبیک حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا "قرآن کریم میں والدین کے حقوق کا ذکر جس اہتمام سے فرمایا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس کی ایک مثال ہے۔

والدین کی اطاعت گزاری، ان کی فرمانبرداری، ان کی اطاعت و خدمت، ان کی امداد و مدد، ان کی رضاجوئی و احسان مندی کا اندازہ اس حکم الہی سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ

قرآن کریم بتا کر رہتا ہے کہ ان کے سامنے ادب سے جھکے رہو۔ ان کی کسی بات پر  
 اف تک نہ کرو۔ ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لو۔ ان کی خدمت کو اپنے حق میں  
 جماؤ سمجھو۔ ان کی خوشنودی میں خدا کی خوشی و رضا کو نہاں جانو۔  
 ہم یہاں چند احادیث کا خلاصہ لکھتے ہیں قارئین اسے دیکھیں اور والدین کا حق  
 پہچانیں۔

(۱) اس کی ناک خاک آلودہ ہو (یعنی وہ ذلیل و رسوا ہو) جس نے ماں باپ دونوں یا ایک کو  
 بدھاپے کے وقت پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا (یعنی ان کی خدمت نہ کی کہ جنت میں  
 جاتا)

(۲) پروردگار کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی  
 ناراضی میں ہے۔

(۳) والد جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تیری خوشی ہے کہ اس دروازے  
 کی حفاظت کرے یا ضائع کرے۔

(۴) جب اولاد اپنے والدین کی طرف نظر رحمت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہر نظر کے  
 بدلے حج مبرور کا صواب ملتا ہے۔ اگرچہ دن میں سو مرتبہ نظر کرے۔

(۵) والدین کی نافرمانی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا (یعنی ابتداء سزا پائے بغیر)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةٌ نَفَرًا لَنْ يَقْبَلَ اللَّهُ مَا  
 تَعَالَى صَلَوَتُهُمْ رَجُلٌ صَلَّى وَحِيدًا بغير قِرَاءَةٍ وَرَجُلٌ  
 لَا يُؤَدِي الزَّكَاةَ وَرَجُلٌ يَوْمٌ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ وَرَجُلٌ  
 مَمْلُوكٌ ابْنُ وَرَجُلٌ شَارِبُ الخَمْرِ مُدًّا مِنْ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ  
 وَرُؤُوسَهَا سَاخِطَةً عَلَيْهَا وَامْرَأَةٌ حُرَّةٌ تُصَلِّي بِغَيْرِ خِمَارٍ وَآكِلٌ  
 الرِّبَا وَالْإِمَامُ الْجَائِرُ وَرَجُلٌ لَا تَنْهَاهُ صَلَاتُهُ عَنِ الفَحْشَاءِ  
 وَالسُّمْنُكَرِ لَا يَزِدَادُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا بُعْدًا

ترجمہ: (۱۹۶) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دس قسم کے لوگ ایسے

ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا۔ (نہ فرض نہ نفل) (۱) وہ شخص جو تہما نماز پڑھے مگر قرآن ۱۷۳- اس میں صحت کے ساتھ نہ پڑھے۔ (۲) جو زکوٰۃ پوری ادا نہ کرے۔ (۳) وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اسے ناپسند ۱۷۴- کرتے ہوں۔ (۴) وہ غلام جو آقا کو چھوڑ کر فرار ہو جائے۔ (۵) شرابی شراب کا عادی ۱۷۵-۔ (۶) وہ عورت جو سو جائے حالانکہ اس کا شوہر اس سے ناراض ۱۷۶- ہے۔ (۷) وہ عاقلہ بالغہ جو ۱۷۷- اوڑھنی سے سر کو ڈھلنے بغیر نماز پڑھے۔ (۸) سود خور ۱۷۸- جو رو ستم ۱۷۹- سے حکمرانی کرنیوالا۔ اور (۱۰) وہ شخص جس کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے نہ روک سکے رحمت حق سے دور ہی ہوتا جائے۔

**تشریح و مطالب :** قرات اس کا نام ہے کہ تمام حروف 'مخارج' سے ادا کئے جائیں کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے۔ اب اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھتا ہے مگر حروف صحیح ادا نہیں کرتا جس کی وجہ سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں تو اس نے اگرچہ نماز پڑھی مگر فرض ترک کیا۔ تو نماز کہاں ہوئی اسی لیے جس سے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے اس پر لازم ہے کہ رات دن پوری کوشش قرآن صحیح پڑھنے کی کرے۔ زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہو جائے گی اور اگر کوشش نہیں کرتا وہی حکم ہے جو مذکور ہوا کہ نماز نہ ہوگی۔ اسے چاہئے کہ صحیح خواں کی اقتداء کرے (در مختار وغیرہ)

۱۷۴- ایک حدیث شریف میں یہ فرمایا کہ تین شخص ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں۔ دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہے۔ تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح نے اور نماز کو حاضر نہ ہو (طبرانی) تو وہ امام جس سے اس کے کسی عیب اور قباحت شرعی کی وجہ سے لوگ ناراض ہوں۔ اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ ناراضگی کسی قباحت شرعی اور امام کی کسی نازیبا

ملاقات حرکت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا سبب محض دنیوی کدورت ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت ترک کرنا حرام اور خود اپنی جگہ گناہ ہے۔ بلکہ اگر اس دنیوی کدورت کے سبب امام سے سلام کلام ترک کر دیا تو تین دن سے زیادہ حرام۔ امام پر لازم نہیں بلکہ یہ خود قصور وار ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۷۵۔ شراب نوشی ایک ایسی لعنت ہے جسے قرآن کریم نے رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فرمایا یعنی گندہ شیطانی کام۔ حدیث شریف میں اسے ام الخبائث (خبائثوں کو جنم دینے والی) اور برائی کی کنجی فرمایا یہاں تک کہ حدیث میں فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے (طبرانی) حدیث شریف میں ان سزاؤں میں سے جن سے شرابی کو واسطہ پڑے گا یہ بھی سزا بیان فرمائی کہ اسے طینۃ الخبال پلایا جائے گا یعنی جہنمیوں کا پسینہ۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے میری عزت کی میرا جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پئے گا میں اس کو اتنی ہی پیپ پلاؤں گا۔ اور جو بندہ میرے خوف سے اسے چھوڑ دے گا اس کو حوض قدس سے پلاؤں گا اور دوسری روایت میں ہے کہ شراب کی مداومت کرنے والا (عادی شراب) خدا سے ایسا ملے گا جیسا بت پرست والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس کہ نئی تہذیب نے مسلمان بیبیوں اور اسلام کی بیٹیوں میں بھی اس لعنت کو رواج دے دیا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

۱۷۶۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں شوہر نے عورت کو بلایا۔ اس نے انکار کر دیا اور غصہ میں اس نے رات گزار لی تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تک شوہر اس سے راضی نہ ہو اللہ عزوجل اس عورت سے ناراض رہتا ہے طبرانی کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عورت ایمان کا مزہ نہ پائیگی جب تک حق شوہر ادا نہ کرے“ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیک کام کی یاد دلائے اور اپنی عصمت اور شوہر کے مال میں

خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہیدوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ پھر اس کا شوہر باایمان نیک خو ہے تو جنت میں وہ اس کی بی بی بی ہے ورنہ شہداء میں سے کوئی اس کا شوہر ہوگا۔ عورت پر شوہر کے حقوق کیا ہیں اور عورت کو اپنی ازدواجی زندگی کس طرح بسر کرنی چاہئے اس کا صحیح اندازہ اس حدیث شریف سے ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اگر آدمی کا آدمی کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے کہ شوہر کا اس کے ذمہ بہت بڑا حق ہے۔ قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں جن سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو پھر عورت اسے چائے تو شوہر کا حق ادا نہ کیا۔ (امام احمد)

اور قرآن کریم نے ازدواجی تعلقات کی تمام تر تفصیلات کو صرف ایک فقرہ میں سمودیا ہے کہ لتسکنوا الیہا یعنی عورتوں کی پیدائش کا منشا ہی یہ ہے کہ وہ مردوں کیلئے حسب احکام شریعت رحمت قلبی و سکون دلی کا سرمایہ ہیں۔ مردوں کے غم کا مداوا ہیں۔ عورتوں کا خلوت خانہ، اپنے شوہروں کیلئے امن و سکون کا گوارہ ہونا چاہئے۔ تاکہ کسب مال اور نفعہ ال و عیال کیلئے دنیا کی کشاکشوں اور صعوبتوں میں مارا مارا پھرنے والا مرد جب گھر میں قدم رکھے اور عورت کی دل نواز مسکراہٹ اس کا شکفتہ چہرہ اور اس کا انداز دلربائی مرد کو ایک نئے خوشگوار عالم کا احساس دلائے اور جب جانبین میں ایسا اخلاص و پیار، مہر و مروت ایک دوسرے کیلئے محبت و دار فتنگی ہوگی تو ظاہر ہے کہ خانگی زندگی میں کوئی تلام نہ آئے گا۔ کوئی بگاڑ نہ پیدا ہوگا۔ اور گھر کی فضا، معطر و منور رہے گی۔ بیٹھی بیٹھی بھیننی بھیننی خوشگوار ہواؤں کے نرم نرم جھونکے دونوں کو سکون و تسکین قلب کی دولت سے مالا مال کر دیں گے اور گھر "جنت کا گھر" ہوگا۔

عورت کے سر پر دوپٹہ چادر وغیرہ کوئی چیز نہ ہو تو یہ حرکت یوں بھی ممنوع ہے بلکہ غیر محرم مرد جیسے بچا خالہ ناموں کے بالغ لڑکے گھر میں آتے جاتے ہوں تو ان کے سامنے کھلا رکھنا اور بھی زیادہ صحیح بلکہ حرام ہے تو نماز ایسی حالت میں کب ہو سکے گی کہ ستر عورت نماز کے شرائط میں سے ایک شرط ہے اور ستر عورت میں عورت پر سر کا ڈھانپنا



کہ بالوں کی سے الہی بھی نہ چمکے، بھی داخل ہے۔ ولہذا اتنا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی تو نہ ہوگی کہ ستر عورت نہ پایا گیا۔ جب تک اس پر کوئی اور چیز ایسی نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے اور بدن بھی نہ جھلکے (عائگیری وغیرہ) یونہی کرب یا جالی یا گھاس لمل، یا نازک لمل، لون، وائل، یا ایسے ہی کسی اور باریک کپڑے کے کرتے فراک۔ جمپر، قمیص یا ساڑھی جن سے بدن کی رنگت چمکے، پہننے اوڑھنے، باندھنے سے نماز نہ ہوگی۔ ہاں ان کے نیچے اور کپڑا ہو جیسے پوری آستین کی شیز یا ٹانگوں میں تنگ پاجامہ کہ بالوں کی سیاہی اور بدن کی رنگت چھپالے تو نماز ہو جائیگی کہ اب ستر عورت جو مقصود شرع تھا حاصل ہو گیا۔ عورتیں ان مسائل سے بڑی لاپرواہ اور غافل ہیں۔ انہیں بار بار سمجھایا جائے۔ بار بار سختی سے تنبیہ کی جائے اور انہیں ان احکام کی تعمیل پر مجبور کیا جائے۔ اونچے گھرانوں کی شریف زادیوں میں آج کل باریک لون کے سوٹ پہننے کا رواج پڑ گیا ہے کبھی دھوپ میں جا کر یا پانی میں بھیگ کر وہ خود اپنی آنکھوں اپنی حالت اور بدن کی کیفیت کا جائزہ لیں تو خود شرم سے پانی پانی ہو جائیں۔ آنکھوں میں شرم و حیا کا کاجل ہونا شرط ہے۔

۱۷۸۔ سود خواروں کو دنیا و آخرت میں کیسی کیسی مشکلات و آفات سے واسطہ پڑتا

ہے اس کا قرآن و حدیث میں جا بجا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مسلمان بھائی مختصراً اتنا یاد رکھیں کہ رب عزوجل نے قرآن کریم میں فرمایا **أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا**۔ (اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود) آیت کریمہ نے صاف صاف سود کی حرمت کا حکم سنادیا۔ جب کہ خرید و فروخت کو جائز و حلال بتایا۔ اور اس حکیم مطلق نے جب بیع کو جائز قرار دیا تو اس میں ہزار مصلحتیں ہیں اور بیسٹھار منفعتیں اور سود کو حرام ٹھہرا دیا تو ظاہر ہے کہ اس کے دامن میں بے شمار مفاسد ہیں اور لامحدود نقصانات خواہ ہماری عقل و فراست کی وہاں تک رسائی نہ ہو۔ کہ حکم حاکم کی تعمیل بہر نوع لازم ہے۔ غرض سود کو حرام فرمانے میں بہت سی قسمیں ہیں بعض ان میں یہ ہیں:

(۱) سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ معاوضہ مالہ میں ایک مقدار مال کا بغیر بدل و عوض کے

لینا ہے اور یہ صریح نا انصافی و ظلم ہے۔

(۲) سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے کہ سود خور کو بے محنت مال کا حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرہ کو ضرر پہنچاتی ہے۔

(۳) سود کے رواج سے باہمی مودت کے سلوک کو نقصان پہنچتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہوا تو وہ کسی کو قرض حسن سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرتا۔

(۴) سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہوتی ہے۔ اور سود خوار اپنے مدیون کی تباہی و بربادی کا خواہشمند رہتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی سود میں بڑے بڑے نقصانات ہیں اور شریعت کی ممانعت عین حکمت ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود خوار اس کے کارپرداز کارندے، سودی دساویرات کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں (خزائن العرفان وغیرہ)

یاور کھنا چاہئے کہ:-

اسلام کے جو احسانات ساری دنیا پر اور بہت روشن و نمایاں حیثیت سے ہیں ان میں سے ایک حرمت سود بھی ہے۔ اس کے مفسد روشن سب پر ہو چکے تھے۔ اس سے سب ہی عاجز آچکے تھے لیکن قطعی اور کلی صورت میں حرام اسے دنیا کے ضابطوں اور شریعتوں میں صرف اسلام ہی نے قرار دیا۔ سود خوار کے دل میں شقاوت و سنگ دلی اور حرص اور بلا مشقت مال ہاتھ آجانے سے نفس میں دنائت اور زر پرستی اور ساہوکاروں کا بھل اور باہمی حسد درقابت اور قرضدار بیچارے کی بے حرمتی و تذلیل یہ واقعات و مشاہدات کہنا چاہئے کہ پیش پا افتادہ۔ (یا مال اور قدم قدم پر جی کا جنجال) تھے لیکن اس کی قطعی بندش کا خیال کسی انسانی دماغ کو نہ آیا۔ اصلاح حال کی جو کوششیں زیادہ سے زیادہ ہوئیں وہ بس شرح سود کی تحدید (حد بندی) تک رہیں۔ یہ فخر قیامت تک کیلئے صرف نبی امی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو گیا کہ اس انسانیت کش رسم کی حرمت کی سنائی ان کی زبان

مبارک سے کرائی گئی اور حرم الربوا کا زلزلہ فلن نعرہ ان کی زبان اقدس سے بلند کرایا گیا۔ حالیہ زمانہ نے قرضداروں کی سہولت کیلئے بینک قائم کئے ہیں لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل کر بینک کے پاس چلی گئی ہیں اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگ دستی کی ترقی ہو گئی ہے۔ قرض کا بلا سود ملنا محال ہو گیا ہے انہیں مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکلنے میں موٹگافیاں کی ہیں لیکن دیکھو اسلام کا احسان کہ اس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا ایسا انتظام کیا ہے۔ بیشک یہ اسلام ہی کا حق ہے اور اسلام ہی حق ہے (ماخوذ)

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْبَغِي لِلدَّخِلِ فِي الْمَسْجِدِ عَشْرُ خِصَالٍ  
 أَوَّلُهَا أَنْ يَتَعَاهَدَ حُفْيَهُ أَوْ لَعْلِيَهُ وَأَنْ يَبْدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُمْنَى وَأَنْ  
 يَقُولَ إِذَا دَخَلَ بِسْمِ اللَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَعَلَى  
 مَلَائِكَةِ اللَّهِ اللَّهُمَّ افْتَحْ لَنَا أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ إِنَّكَ أَنْتَ  
 الْوَهَّابُ وَأَنْ يُسَلِّمَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَأَنْ يَقُولَ إِذَا لَمْ  
 يَكُنْ فِيهِ أَحَدٌ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ  
 وَأَنْ يَقُولَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا وَأَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ  
 وَلَا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّيِّ وَأَنْ لَا يَعْمَلَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا وَلَا  
 يَتَكَلَّمَ بِكَلَامِ الدُّنْيَا وَأَنْ لَا يَخْرُجَ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ وَأَنْ  
 لَا يَدْخُلَ إِلَّا بِوُضُوءٍ وَأَنْ يَقُولَ إِذَا قَامَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ  
 وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

ترجمہ : (۱۹۷) رسالت مآب ﷺ و اصحابہ و بارک و سلم نے ارشاد فرمایا ہے

کہ جو شخص مسجد میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے دس باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

(۱) اپنے موزوں اور جوتوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنے (ایسا نہ ہو کہ اس

میں گندگی یا مٹی وغیرہ لگی ہو اور اس سے مسجد آلودہ ہو جائے۔ (۲) مسجد میں داخل ہوتے وقت دائیں پاؤں کو پہلے بڑھائے اور داخل ہوتے ہی یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مَلَائِكَةِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ  
 افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (اللہ کے نام سے  
 داخل ہوا۔ اللہ کے رسول اور اس کے فرشتوں پر سلام الہی ہمارے لئے  
 رحمت کے دروازے کھول دے۔ یقیناً تو ہی بڑا بخشے والا ہے)۔ (۳) مسجد میں  
 نمازی موجود ہوں تو انہیں سلام کرے۔ اور وہاں کوئی نہ ہو تو یوں کہے  
 السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ (سلام ہو ہم پر اور اللہ  
 کے نیکو کار بندوں پر)۔ (۴) نیز اس وقت یہ بھی کہہ لے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ  
 اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا  
 کوئی معبود نہیں۔ اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں)۔ (۵) کسی  
 نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہ گزرے۔ (۶) دنیا کا کوئی کام مسجد میں آکر نہ  
 کرے۔ (۷) دنیا کی باتیں مسجد میں نہ کرے۔ (۸) مسجد سے باہر نہ نکلے جب  
 تک دو رکعت نفل نہ پڑھ لے (بشرطیکہ نماز کا وقت ہو)۔ (۹) مسجد میں بلا وضو  
 داخل نہ ہو (بمتر ہے کہ گھر سے با وضو نکلے کہ قدم قدم پر نیکیاں لکھی جائیں  
 گی)۔ (۱۰) نماز وغیرہ سے فراغت پا کر جب (باہر کی نیت سے) کھڑا ہو تو یہ کلمات  
 کہہ لے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ  
 اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ (پاک ہے تیرے لئے اے اللہ اور تیرے ہی لئے  
 حمد و ثناء ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے  
 بخشش چاہتا اور توبہ کرتا ہوں)

### چند اور مسائل متعلق بہ مساجد

(۱) مسجد ان ظاہری دیواروں کا نام نہیں جو ایک مخصوص خطہ زمین کا احاطہ کئے ہوئے  
 ہیں بلکہ اس قطعہ زمین کے محاذی و مقابلہ ساتوں آسمان تک سب مسجد ہے۔ یونہی تحت

الشری تک۔ اس کی حفاظت و آبادی مسلمانوں کا ملی فریضہ ہے۔

(۲) کسی مسجد کہنہ و خام کو وسیع و جدید و پختہ تعمیر کرتے وقت یہ لحاظ فرض ہے کہ مسجد کہنہ کا کوئی حصہ مسجد سے خارج نہ ہونے پائے۔ نئی مسجد کی تعمیر کے شوق میں لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ مسجد کہنہ بھی مسجد ہے۔ لہذا اسے منہدم کر کے تعمیر دینی نہیں، تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے۔ فرض فرض فرض، قطعی فرض ہے کہ مسجد کہنہ کو بھی بدستور مسجد رکھیں کہ اس میں نمازیں پڑھی جائیں۔ اس کی جگہ دوکانیں یا وضو خانہ یا امام کیلئے حجرہ یا مسجد کیلئے مال خانہ بلکہ دینی مدرسہ بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ ایسا کرنے والے اور جو اس کا مشورہ دیں اور جو اسے جائز و روا رکھیں سب سخت گناہ گار ہیں۔

(۳) ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنانیکا حکم ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر محلے میں مسجدیں بنوائی جائیں۔ اور یہ کہ وہ ستھری رکھی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کیلئے مسجد بنائے اللہ اس کیلئے جنت میں موتیوں اور یا قوت کا گھر بنائے۔

(۴) مسجد کی زیبائش کیلئے خوشنما پھولوں کے گملے یا مقامات مقدسہ کے نقشے وغیرہ دیوار قبلہ میں نصب نہ کئے جائیں کہ اس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے گا۔ ہاں اگر بلندی پر ہوں کہ بحالت نماز نگاہ کے سامنے نہ آئیں اور نہ خطبہ میں امام کی پشت، مقامات مقدسہ کے نقشوں کی طرف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں یونہی اس کا خیال رکھیں کہ گبلوں میں سے پانی نکل کر فرش کو خراب نہ کرے۔ نقش و نگار کا بھی وہی حکم ہے کہ بلندی پر ہوں تو حرج نہیں ورنہ مکروہ۔

(۵) جوتے مسجد میں رکھیں تو باہر جھاڑ کر، تلے ملا کر، ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ اپنے داہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ ان سے صف قطع ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رونال ڈال دیں۔ لکڑی کے کھوکے رکھنے ہوں تو ایسی جگہ رکھیں کہ وہ نماز کی جگہ نہ گھیریں۔

(۶) مجلس میلاد مبارک کہ روایات صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع ہوں اور الحان سے پڑھنے والے مرد ہوں (نوخیز نو عمر بچے نہ ہوں) مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکر الہی کیلئے ہنیں اور نبی ﷺ کا ذکر بھی ذکر الہی ہے۔ کنانی الحدیث

(۷) مسجد میں تعلیم نہ شرائط جائز ہے (۱) تعلیم دین ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو (۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کاروبار ہو جائے گی۔ (۴) پڑھنے والے نا سمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے حرمتی کریں (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے (۶) شور و غل سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے۔ (۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو

(۸) مسجد کی چھت پر گرمی کے باعث نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے۔ ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ بے چھت پر صف بندی کر لیں۔ یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام مشتبہ نہ ہو (فتاویٰ رضویہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ  
وَفِيهَا عَشْرَةٌ خِصَالٌ زَيْنُ الْوَجْهِ وَنُورُ الْقَلْبِ وَرَاحَةُ الْبَدَنِ  
وَأَنْسُ فِي الْقَبْرِ وَمَنْزِلُ الرَّحْمَةِ وَمِفْتَاحُ السَّمَاءِ وَثِقْلُ  
الْمِيزَانِ وَحِجَابٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ أَقَامَهَا أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ  
تَرَكَهَا فَهَدَمَ الدِّينَ

ترجمہ: (۱۹۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔ نماز نمازی کے چہرے کی رونق ہے (کہ دنیا و آخرت میں اس کا چہرہ تابناک رہے گا اور اس سے نور برسنے گا) قلب مومن کی روشنی ہے (کہ ایمان تروتازہ رہتا ہے) بدن کی صحت و عافیت کی ضامن ہے (کہ نمازی مسلمان مقابلہ زیارہ تندرست رہتا ہے) قبر کی مونس و ہدم ہے۔ نزول رحمت حق کی باعث ہے۔ آسمانی خیر و برکات کی حجابی ہے۔ میزان عمل اس سے بھاری ہوگا

(اور اس کے نتیجہ میں جنت کی دولتیں حاصل ہونگی) عذاب جہنم کی ڈھال ہے  
 (کہ ان شاء اللہ تعالیٰ نمازی کو عذاب دوزخ سے واسطہ نہ پڑے گا) جس نے  
 نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا۔ اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے  
 اپنا دین ڈھاریا۔

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہے کہ۔

- ۱۔ نماز رضائے الہی کی دلیل اور اس کی اطاعت کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔
  - ۲۔ نماز ایمان کی کسوٹی اور دینداری کی گواہ ہے۔
  - ۳۔ نماز اسلام کا سنگ بنیاد اور ایمان کی علامت ہے۔
  - ۴۔ نماز بعد توحید تمام عبادتوں سے زیادہ خدا و رسول کو محبوب و مطلوب ہے۔
  - ۵۔ نماز فرشتوں کی تمام عبادتوں کی جامع ہے۔
  - ۶۔ نماز ہماری بخشش کا قبالہ اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔
  - ۷۔ نماز دل میں ایمان راسخ کرتی اور نور اسلام سے سینہ منور کرتی ہے۔
  - ۸۔ نماز حل مشکلات کا بہترین وسیلہ ہے۔
  - ۹۔ نماز غم و کلفت کو سکون و طمانینت سے بدلتی ہے۔
  - ۱۰۔ نماز غرور و تکبر کو توڑتی اور فروتنی و خشیت الہی سے ذہنت دیتی ہے۔
  - ۱۱۔ نماز نمازی کو فرشتوں کی استغفار کا اہل بناتی ہے۔
  - ۱۲۔ نماز افلاس و تنگ دستی کو دور کرتی اور رزق و روزگار میں برکت لاتی ہے۔
  - ۱۳۔ نماز مسلمانوں کا ہتھیار اور ان کی حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے۔
  - ۱۴۔ نماز اہوال قیامت اور وہشت و ہولناکی سے بچاتی ہے۔
  - ۱۵۔ نماز وزن اعمال کے وقت نمازی کی حجت ہے۔
- (ملاحظہ فرمائیں فقیر کی کتاب ”ہماری نماز“ جلد اول و دوم)

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا  
 أَرَادَ اللَّهُ بِآ تَعَالَى أَنْ يُدْخِلَ أَهْلَ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ بَعَثَ إِلَيْهِمْ

مَلَكًا وَمَعَهُ هَدِيَّةٌ وَكِسْوَةٌ مِنَ الْجَنَّةِ فَإِذَا أَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا  
 قَالَ لَهُمُ الْمَلِكُ قِفُوا إِنَّ مَعِيَ هَدِيَّةً مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالُوا  
 وَمَا تِلْكَ الْهَدِيَّةُ؟ فَيَقُولُ الْمَلِكُ هِيَ عَشْرَةُ خَوَاتِمَ مَكْتُوبٍ  
 عَلَى أَحَدِهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبُّكُمْ فَأَدْخُلُوهَا خَالِدِينَ وَفِي  
 الثَّانِي مَكْتُوبٍ رُفِعَتْ عَنْكُمْ الْأَحْزَانُ وَالْهُمُومُ

ترجمہ : (۱۹۹) محبوبہ محبوب خدا حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (روز محشر تمام اعمال کے حساب کتاب کے بعد) جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ان کی جانب اپنا ایک خاص فرشتہ ارسال فرمائے گا جسکے پاس ایک مخصوص سوغات اور ہر جنتی کیلئے ایک خلعت فاخرہ ہوگی اور جب وہ لوگ بہشت بریں میں داخلہ کیلئے قدم بڑھانا چاہیں گے تو وہ فرشتہ ان سے کہے گا کہ ایک ذرا دیر کیلئے توقف فرمائیں۔ آپ کیلئے رب العزت کی بارگاہ سے ایک تحفہ خاص دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ وہ تحفہ خاص کیا ہے؟ فرشتہ جواب دے گا کہ یہ دس سر بھر نوشتے (مہرگے فرامین الہی) ہیں (جنتی بکمال شوق ان نوشتوں اور فرمانوں کو پڑھیں گے) ایک پر یہ عبارت ہوگی سلام تم پر تم خوب رہے تو جنت میں ہمیشہ رہنے جاؤ دوسرے نوشتے میں یہ

وَفِي الثَّالِثِ مَكْتُوبٌ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ  
 تَعْمَلُونَ وَفِي الرَّابِعِ مَكْتُوبٌ الْبَسَنَّاكُمْ الْحُلَّالَ وَالْحُلِيِّ وَفِي  
 الْخَامِسِ مَكْتُوبٌ وَرَزَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ  
 بِمَا صَبَرُوا إِنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ وَفِي السَّادِسِ مَكْتُوبٌ هَذَا  
 جَزَاءُكُمْ الْيَوْمَ بِمَا فَعَلْتُمْ مِنَ الطَّاعَةِ وَفِي السَّابِعِ مَكْتُوبٌ  
 صِرْتُمْ شَبَابًا لَا تَهْرَمُونَ أَبَدًا وَفِي الثَّامِنِ مَكْتُوبٌ صِرْتُمْ



## آمِنِينَ وَلَا تَخَافُونَ أَبَدًا

ترجمہ : لکھا ہوگا کہ ”تمام غم و اندوہ اور حزن و ملال تم سے اٹھائے گئے“  
تیسرے نوشتے میں خوشخبری ہوگی کہ یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے  
اپنے اعمال سے۔ چوتھے نوشتے میں یہ بشارت ہوگی کہ ”ہم نے تمہارے لئے  
قیمتی پوشاکوں اور بیش بہا زیوروں کا انتظام فرمایا ہے“ پانچویں نوشتے میں مرقوم  
ہوگا کہ ”ہم نے بہشتی فراخ چشم حوروں کو ان کے نکاح میں دیا ان کیلئے مباح  
کیا۔ یہ صلہ ہے آج کے روز ان کے مصائب پر صبر کرنے کا بیشک یہی لوگ  
اپنی مرادوں کو پہنچنے والے ہیں“ چھٹے نوشتے میں یہ مژدہ جاں بخش ہوگا کہ

وَفِي التَّاسِعِ مَكْتُوبٌ رَافِقَتُمْ الْأَنْبِيَاءَ وَالصِّدِّيقِينَ  
وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَفِي الْعَاشِرِ مَكْتُوبٌ سَكَنْتُمْ فِي  
جَوَارِ الرَّحْمَنِ ذِي الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ثُمَّ يَقُولُ الْمَلِكُ أَدْخُلُوهَا  
بِسَلَامٍ آمِنِينَ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَيَقُولُونَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
صَدَقْنَا وَعَدَّهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ تَبَعًا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ  
فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ

ترجمہ : یہ سب کچھ تمہاری طاعتوں اور بندگیوں کا ثمرہ ہے ”ساتویں نوشتے میں  
یہ خبر فرحت اثر ہوگی کہ ”تم لوگ نصیب کیلئے جواں مرد جواں العمر بنادے گئے  
اب تمہیں کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔“ آٹھویں نوشتے میں یہ نوید جانفرا ہوگی کہ  
”تمہیں دائمی امان اور مدامی سکون کا سامان فراہم کر دیا گیا ہے اب تمہیں کوئی  
خوف و خطر نہیں ہوگا“ نویں نوشتے میں یہ بات نوشتہ ہوگی کہ تمہیں انبیاء ۱۷۹  
و صدیقین اور شہداء و صالحین کی ہم نشینی و صحبت گزینی کا شرف دیا گیا۔  
اور دسویں نوشتے میں یہ نوید جانفرا مکتوب ہوگی کہ تمہیں عرش عظیم کے مالک

مولائے رحمن و رحیم کی جوار رحمت میں قیام پذیر رہنے کا حق دیا گیا پھر فرشتے ان سے گزارش کرے گا کہ بسم اللہ قدم رنجہ فرمائیں اور بہشت بریں میں امن و سلامتی کے ساتھ فروکش ہو جائیں۔ چنانچہ وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی زبانوں پر یہ کلمات حمد و ثنا ہوں گے کہ ”سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارے غم ۱۸۰ دور کیا۔ رشک ہمارا رب بخشے والا قدر فرمانے والا ہے۔ سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا ثواب ہے خدا و رسول کی اطاعت کرنے والوں کا۔“

## تشریح و مطالب : ۱۷۹ - صدیق انبیاء کے سچے متبعین مخلص فرمانبرداروں کو

کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہیں اور ان کے قدم بہ قدم چلیں۔ شہداء وہ بندگان خدا جنہوں نے راہ حق میں اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کیں۔ اور صالحین وہ دیندار حق پرست حق شعار بندے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کریں اور ان کے احوال و اعمال پسندیدہ شرع اور ظاہر و باطن صاف و پاکیزہ ہوں انبیائے کرام اور ان کے متبعین با اخلاص کی اطاعت و فرماں برداری اور خدمت گزاری کا بارہ گاہ الہی سے یہ صلہ ملتا ہے کہ انہیں ان کی صحبت و دیدار کی سعادتوں سے بھی مشرف و معزز فرمایا جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ثوبان سید عالم رضی اللہ عنہ کے ساتھ کمال محبت رکھتے تھے جدائی کی تاب نہ تھی ایک روز اس قدر غمگین و رنجیدہ حاضر خدمت اقدس ہوئے کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ”آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے“ عرض کی ”میرے کوئی بیماری ہے نہ درد بجز اس کے کہ جب حضور سامنے نہیں ہوتے تو اتنا درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے۔ اور جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دولت دیدار پاسکوں گا آپ اعلیٰ ترین مقام پر ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں میسر

ہوگی اس پر قرآن میں فرمایا گیا کہ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ (الایۃ) اور مشتاقان جمال دوست کو تسکین دی گئی کہ باوجود فرق منازل کے فرمانبرداروں کو باریابی اور معیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔

۱۸۰۔ اس غم سے مراد یاد دوزخ کا غم ہے یا موت کا یا گناہوں کا یا طاعتوں کے غیر مقبول ہونے کا یا احوال قیامت اور حشر کی ہولناکیوں کا غرض انہیں کوئی غم نہ ہوگا اور وہ اس پر حمد و ثنائے الہی میں رطب اللسان رہیں گے پھر ایک نظر ان آسائشوں اور بندہ نوازیوں پر بھی ڈال لیجئے جو ان بندگان خدا کیلئے جنت میں فزوں در فزوں فراہم فرمائی جائیں گی۔ ابھی آگے آتا ہے کہ جنہی بھوک سے مضطر ہو کر تو زقوم سے پیٹ بھرس گئے اور پیاس سے بے قرار ہو کر کھولتا ہوا پانی پیپ ملا ہوا پیٹ میں اونٹیلیں گے اس کے بالکل برعکس اہل بہشت کی میزبانی فواکہ سے کی جائیں گے ہر وہ لذیذ و نفیس نعمت اور خوش ذائقہ، خوشبودار، خوش منظر چیز جو پیٹ بھرنے کیلئے نہیں بلکہ ذائقہ کیلئے استعمال کی جاتی ہے ان کے سامنے عزت و احترام سے پیش کی جائے گی۔ جنت میں اہل جنت کے جسم کو غذا و خوراک کی سرے سے ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ وہاں جسم فنا پذیر نہ ہوں گے اہل جنت جو کچھ کھائیں گے پیئیں گے صرف مزے اور لطف ہی کیلئے پھر مشروبات میں جو چیز انہیں پیش کی جائے گی وہ سفید رنگ کی شراب ہوگی۔ جس میں صرف لذت ہی لذت سرور ہی سرور لطافت ہی لطافت ہوگی نشہ، خماری، دوران سر، وغیرہ کی ساری تکلیف وہ کیفیات سے دور بخلاف دنیا کی شراب کے کہ لطیف سے لطیف شراب بھی ان عیوب سے خالی نہیں ہوتی اس سے پیٹ میں درد بھی ہوتا ہے سر میں بھی گرانی رہتی ہے پیشاب میں بھی تکلیف ہو جاتی ہے۔ طبیعت بھی مالش کرتی ہے تے آتی سر چکراتا ہے عقل ٹھکانے نہیں رہتی غرض یہ کہ دنیا کی شرابوں اور اس شراب طہور کے درمیان بجز نام کے اور کوئی چیز مشترک نہ ہوگی۔ مولائے کریم اپنے معزز و مکرم بندوں کے طفل ہمیں بھی وہ شراب طہور نصیب فرمائے آمین۔

وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَدَّخِلَ أَهْلَ النَّارِ فِي النَّارِ بَعَثَ إِلَيْهِمْ

مَلَكًا وَمَعَهُ عَشْرَةُ خَوَاتِمٍ فِي أَوْهَا مَكْتُوبٌ أُدْخِلُوهَا لَا  
 تَمُوتُونَ فِيهَا أَبَدًا وَالسَّادِ تَحِبُّونَ وَلَا تُخْرَجُونَ وَفِي الثَّانِي  
 مَكْتُوبٌ خَوْضُوا فِي الْعَذَابِ لِرَاحَةٍ لَكُمْ وَفِي الثَّلَاثِ  
 مَكْتُوبٌ يَسُورٌ مِنْ رَحْمَتِي وَفِي الرَّابِعِ مَكْتُوبٌ فِي الْهَمِّ  
 وَالْغَمِّ وَالْحُزْنِ أَبَدًا وَفِي الْخَامِسِ مَكْتُوبٌ لِبَاسِكُمْ الزَّقُّومُ  
 وَشَرَابِكُمْ الْحَمِيمُ وَمِهَادِكُمْ النَّارُ وَغَوَاشِيَكُمْ النَّارُ وَفِي  
 السَّادِ مَكْتُوبٌ هَذَا جَزَاؤُكُمْ الْيَوْمَ بِمَا فَعَلْتُمْ مِنْ مَعْصِيَتِي  
 وَفِي السَّابِعِ مَكْتُوبٌ سَخَطِي عَلَيْكُمْ فِي النَّارِ أَبَدًا وَفِي  
 الثَّمَانِ مَكْتُوبٌ عَلَيْكُمْ اللَّعْنَةُ بِمَا تَعَمَّدْتُمْ مِنَ الذُّنُوبِ  
 الْكَبِيرِ وَلَمْ تَتُوبُوا وَلَمْ تَنْدِمُوا وَفِي التَّاسِعِ مَكْتُوبٌ قُرْنَاؤُكُمْ  
 الشَّيَاطِينِ فِي النَّارِ أَبَدًا وَفِي الْعَاشِرِ مَكْتُوبٌ اتَّبَعْتُمْ  
 الشَّيْطَانَ وَأَرَدْتُمْ الدُّنْيَا وَتَرَكْتُمْ الْآخِرَةَ فَهَذَا جَزَاءُكُمْ

ترجمہ : اور جب اللہ تعالیٰ جہنمیوں کو جہنم میں داخلہ کا حکم فرمائے گا تو ان کی  
 طرف بھی ایک فرشتہ حق بھیجے گا اور اس کے پاس بھی دس سر بھرنوشتے ہوں  
 گے۔ پہلے میں مکتوب ہوگا کہ ”تم لوگ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس میں چلے جاؤ نہ  
 تمہیں اب موت آنی ہے نہ تمہیں نئی زندگی پانی ہے اور نہ اس سے تمہیں  
 رستگاری ملنی ہے“ دوسرے میں مرقوم ہوگا ”عذاب جہنم میں ڈوبے رہو اب  
 تمہارے نصیب میں کوئی راحت نہیں تیسرے میں یہ عبارت درج ہوگی کہ  
 ”یہ سب میری رحمت سے آس توڑے جہنم میں پڑے رہیں“ چوتھے میں یہ  
 لکھا ہوگا کہ ”دوزخ میں چلے جاؤ اور وہاں ہمیشہ کیلئے غم و کلفت اور ملال و  
 اندوہ میں پڑے رہو“ پانچویں میں یہ جان کاہ فرمان ہوگا کہ آگ تمہاری  
 پوشاک ہے۔ زقوم (تھوہر) ۱۸۱۔ تمہاری غذا (جہنم کا کھولتا ہوا) گرم پانی تمہارا

مشروب آتش جہنم تمہارے لئے بستر اور بھڑکتی ہوئی آگ کے بلند شعلے تمہاری پوشاک ہے۔ چھٹے میں یہ فرمان جاری ہو گا کہ ”یہ سب کچھ تمہاری نافرمانیوں کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے اور ساتویں نوشتے میں یہ مذکور ہو گا کہ میرا غضب و جلال تم پر جہنم میں ہمیشہ کیلئے ہے“ آٹھویں میں مسطور ہو گا تم پر لعنت مسلط کر دی گئی ہے ان کبیرہ گناہوں اور بڑی بڑی نافرمانیوں کے بدلے جو تم دیدہ و دانستہ عمل میں لاتے رہے۔ پھر نہ تم نے توبہ کی نہ اپنے کرتوتوں پر نادم و پشیمان ہوئے نویں میں مرقوم ہو گا کہ تمہارے ساتھی تمہارے ہم نشین ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں شیطانوں کو مقرر کیا گیا ہے اور دسویں نوشتے میں یہ عبارت مکتوب ہوگی کہ ”تم ابلیس کے نقش قدم پر چلے (ابلیس کی پیروی کو اختیار کیا) دنیا کی طلب و جستجو میں سرگرداں رہے۔ اور آخرت کو بھلا دیا تو اس سرکشی و سرتابی کی یہی سزا ہے۔“

۱۸۱۔ زقوم ایک درخت ہے جو عرب میں اپنی تلخی کیلئے مشہور تھا فارسی میں اسے حنظل اور اردو میں تھوہڑ کہتے

ہیں۔ دوزخ میں آگ سے پیدا ہو گا کافروں کے اس زعم باطل کے بالکل خلاف کہ آگ درختوں کو جلا ڈالتی ہے تو آگ میں درخت کیسے پیدا ہوگا۔ یہ درخت کسی طرح بھی انسانی غذا کے قابل نہ ہو گا یوں بھی زہریلا اور تلخ ہوتا ہے۔ اور پھر دوزخ کے زقوم کا کہنا ہی کیا۔ نہایت تلخ، انتہا کا بدبودار، حد درجہ کا بدمزہ، سخت ناگوار۔ جس سے دوزخیوں کی میزبانی کی جائے گی۔ اور ان کو اس کے کھانے پر مجبور کیا جائے گا اور وہ بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر اسے کھائیں گے۔ اپنے پیٹ بھریں گے وہ جلتا ہو گا پیٹوں کو جلائے گا اس کی سوزش سے پیاس کا غلبہ ہوگا۔ مدتوں پیاس کی تکلیف میں رکھے جائیں گے۔ پھر جب پینے کو دیا جائے گا تو گرم، کھولتا پانی (حمیم) اور وہ بھی پیپ کے ساتھ ملا ہوا۔ اس پانی کی گرمی و سوزش، تھوہڑ کی جلن اور تپش کے ساتھ ان کی سوزش اور جلن کو اور بڑھائے گی اور ان کی بے چینی و بے قراری کو کبھی سکون نہ آئے گا اللہ اپنی بناہ میں رکھے صدقہ اپنے

عَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ طَلَبْتُ عَشْرَةَ فِي عَشْرَةِ مَوَاطِنَ  
فَوَجَدْتُهَا فِي عَشْرَةِ أُخْرَى طَلَبْتُ ١ - الرِّفْعَةَ فِي التَّكْبِيرِ  
فَوَجَدْتُهَا فِي التَّوَاضُّعِ وَطَلَبْتُ ٢ - الْعِبَادَةَ فِي الصَّلَاةِ  
فَوَجَدْتُهَا فِي الْوَرَعِ وَطَلَبْتُ ٣ - الرَّاحَةَ فِي الْحِرْصِ  
فَوَجَدْتُهَا فِي الزُّهْدِ وَطَلَبْتُ نُورَ الْقَلْبِ ٤ - فِي صَلَاةِ النَّهَارِ  
جَهْرًا فَوَجَدْتُهَا فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ سِرًّا وَطَلَبْتُ نُورَ الْقِيَمَةِ ٥ -  
فِي الْجُودِ وَالسَّخَاوَةِ فَوَجَدْتُهَا فِي الْعَطَشِ فِي الصَّوْمِ  
وَطَلَبْتُ ٦ - الْجَوَازَ عَلَى الصِّرَاطِ فِي أَصْحَابِيَّةِ فَوَجَدْتُهَا فِي  
الصَّدَقَةِ وَطَلَبْتُ ٧ - الْحَاةَ مِنَ النَّارِ فِي الْمَبَاحَاتِ فَوَجَدْتُهَا  
فِي تَرْكِ الشَّهَوَاتِ وَطَلَبْتُ ٨ - حُبَّ اللَّهِ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا  
فَوَجَدْتُهَا ٩ - فِي ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى - وَطَلَبْتُ الْعَافِيَةَ فِي  
الْمَجَامِعِ فَوَجَدْتُهَا فِي الْعُزْلَةِ وَطَلَبْتُ ١٠ - نُورَ الْقَلْبِ فِي  
الْمَوَاعِظِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فَوَجَدْتُهَا فِي التَّفَكُّرِ وَالْبُكَاءِ

ترجمہ: (۲۰۰) کسی صوفی بامنا کا قول ہے کہ میں نے ۱۰ - دس چیزوں کو ۱۰ -  
دس چیزوں میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے دوسرے دس مقامات پر میسر آئیں۔ (۱)  
میں نے رفعت و سر بلندی کو برتری و تفوق میں تلاش کیا وہ مجھے فروتنی ۱۸۲ - و  
خاکساری میں ملی۔ (۲) میں نے ذوق عبادت و لذت بندگی کو نفل نمازوں میں  
تلاش کیا لیکن وہ ملی پر ہیزارگی و خدا ترسی میں۔ (۳) میں نے راحت جسمانی کو  
حرص و آزکی تکمیل میں تلاش کیا لیکن وہ ملی ترک دنیا اور بے رغبتی میں۔ میں  
نے باطن کی روحانیت اور قلب کی نورانیت کو، روز روشن کی علامتہ نقل  
نمازوں میں تلاش کیا، لیکن وہ تنہائی کی شب بیداریوں اور تہجد کی نمازوں میں

دستیاب ہوئی۔ (۵) میں نے قیامت کی روشنی کو علی الاعلان داد و دہش اور جود و سخا میں تلاش کیا لیکن وہ میسر آئی مگر روزوں ۱۸۳ء کی تشنگی اور پیاس میں۔ (۶) میں نے پل صراط سے بخیر و عافیت گزر جانے کے ذریعوں کو قربانی میں (جس کا ادا کرنا صاحب نصاب پر سال میں صرف ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے) اور قربانی کے فریب و تندرست جانوروں میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے صدقہ و خیرات میں (جو سال کے تمام اوقات میں دیئے جاسکتے ہیں) دستیاب ہوئے۔ (۷) میں نے عذاب دوزخ سے رستگاری و نجات کو مباح و جائز امور اور مستحبات کی بجائے آوری میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے ملی اپنی نفسانی خواہشات کے ترک میں۔ (۸) میں نے محبت خداوندی کو دنیوی مشغلوں اور مصروفیتوں میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے ذکر الہی کے ضمن میں دستیاب ہوئی (۹) میں نے سلامتی و عافیت کو مجلسوں اور محفلوں میں تلاش کیا لیکن وہ میسر آئی گوشہ تنہائی میں۔

(۱۰) میں بصیرت قلبی اور روشن ضمیری کو مو عظمت و پند و عطا گوئی اور قرآن کریم کی بیش از بیش تلاوت و قراءت میں تلاش کیا لیکن وہ مجھے دستیاب ہوئی آیات قرآنیہ میں غور و تدبر اور اس سے پیدا ہونے والی گرسہ و زاری میں۔

۱۸۲ء غرور و نخوت، فخر و تمکنت میں کس قدر اخلاقی برائی پائی جاتی ہے اور یہ صفت قبیحہ کس حد تک بارگاہ الہی میں

مبغوض و ناپسند ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اس کا پہلا مظاہرہ ابلیس نے کیا اور اس کی پاداش میں ہمیشہ کیلئے اسے ملعون قرار دیا گیا۔ اس کے بالکل مقابل ایک اخلاقی خوبی ہے جس کا نام ہے تواضع و فروتنی، عاجزی و انکساری اس کی ایسی ہی شان کیا کم ہے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جُو مُسْلِمَانِ اللّٰهُ كَيْلَيْهِ تَوَاضِعٌ وَ عَاجِزِي كَرْتَا هِي اللّٰهُ تَعَالَى اسے سر بلندی عطا فرماتا ہے تو آدمی میں جتنی زیادہ عاجزی و فروتنی اور خاک ساری و انکساری پائی جائے گی بارگاہ الہی میں اسے اتنی ہی عزت و سرفرازی نصیب ہوگی تواضع و خاکساری کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی بات کرتے وقت بے رخی

سے کام نہ لے زمین پر اکڑتا اور اتراتا نہ چلے۔ اس کی رفتار و رفتار سے 'غرور و تکبر نہ جھلکتا ہو۔ آواز میں سختی و کڑھائی نہ ہو کسی موقع پر کسی کی ناحق تذلیل نہ کرے۔ اپنے مال و دولت جاہ و ثروت مرتبہ و منزلت کو درمیان نہ لائے غریبوں ناداروں اور کم استطاعت لوگوں کے کام آئے مگر کبھی احسان نہ جتائے۔ غرض یہ وہ وصف ہے جو انسان سے بہت سی اخلاقی برائیوں کو اکھاڑتا اور بکثرت اس میں خوش اخلاقیوں پیدا کر دیتا ہے جب کہ تکبر اور غرور و نخوت کا مارا آدمی جو دوسروں کی تذلیل و توہین اپنا حق سمجھتا ہے۔ ان اخلاق فائدہ سے محروم رہتا ہے اور درپردہ اپنی ذلت و رسوائی کے اسباب پیدا کرتا ہے۔

۱۸۳۔ زکوٰۃ کی طرح ماہ رمضان المبارک کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے۔ اور سال میں ایک مہینے کے مسلسل روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا۔ قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بات بیان فرمائی ہے کہ روزے خدا ترسی کی عادت مسلمان کے اندر محکم کر دیتے ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (تاکہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ) خدا ترسی کی چند مثالوں پر غور کریں اور پھر دیکھیں کہ روزے آپ سے کیا لیتے اور کیا دیتے ہیں۔

(۱) گرمی اور شدید گرمی کا موسم ہے۔ روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے مکان میں ٹھنڈا پانی بھی موجود ہے کوئی دیکھنے والا بھی موجود نہیں مگر وہ پانی نہیں پیتا۔

(۲) روزہ دار بھوک سے تڑھال ہے طاقت طاق ہے ضعف کا غلبہ ہے کمزوری بھی محسوس کر رہا ہے لذیذ کھانا اور تنہائی بھی میسر ہے مگر کھانے کی جانب ہاتھ نہیں بڑھتا۔

(۳) پیاری دل پسند بیوی گھر میں موجود ہے کسی کے آنے جانے کا خطرہ بھی نہیں ہے محبت کے جذبات اسے ہم بستری پر ابھار رہے ہیں لیکن وہ اس سے پہلو بچاتا ہے اور دامن چھڑاتا ہے وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزت و عظمت اس کے دل میں ایسی جاگزیں و راجح ہے کہ کوئی جذبہ کوئی خواہش کوئی تحریک اس پر غالب نہیں آتی اور روزہ ہی اس عظمت و جلال الہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث بنا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایک خدا ترس ایمان دار مسلمان بندہ خدا کے حکم کی وجہ سے جائز، حلال اور پاکیزہ خواہشات



کے چھوڑ دینے کی عادت کر لیتا ہے تو وہ ضرور خدا کے حکم کی تعمیل میں حرام، ناجائز، گندی اور نامعقول عادتوں اور خواہشوں کو بھی چھوڑ دے گا۔ اور ان کے ارتکاب کی کبھی جرات نہ کرے گا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے جس کا روزے دار کے اندر پیدا کر دینا اور اسے مستحکم بنائے رکھنا شرع مطہرہ کا مقصود ہے۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جو روزہ کی حالت میں بری بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ حاجت نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے (بخاری وغیرہ)“

ایک اور حدیث شریف میں فرمایا کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ انہیں روزے سے سوا پیاس (بھوک) کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ انہیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ (ابن ماجہ نسائی)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَإِذَا بَتَلَىٰ أَبْرَاهِيمَ رَبَّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ عَشْرُ خِصَالٍ مِنَ السَّنَةِ خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ وَخَمْسٌ فِي الْبَدَنِ فَأَمَّا فِي الرَّأْسِ السِّوَاكُ وَالْمُضْمِضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَالْحَلْقُ وَأَمَّا فِي الْبَدَنِ نَتْفُ الْأَبِطِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَالْحِجَانُ وَالِاسْتِنْجَا

ترجمہ : (۲۰۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قول خداوندی کی تفسیر میں کہ ”جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں“ ارشاد فرمایا ہے کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آزمائش ۱۸۳ کیلئے واجب کی تھیں وہ دس چیزیں ہیں ان میں سے پانچ کا تعلق صرف سر سے ہے اور باقی پانچ چیزیں بدن کے دوسرے اعضاء سے متعلق ہیں جن چیزوں کا تعلق سر سے ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) مسواک کرنا۔ (۲)

کلی کرنا۔ (۳) ناک کی صفائی کیلئے پانی استعمال کرنا۔ (۴) مونچھیں کترانا اور (۵)

اور جو پانچ چیزیں باقی اعضائے بدن سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں: (۶) بخل کے بال دور کرنا۔ (۷) ناخن تراشنا۔ (۸) موئے زیر ناف ۱۸۶ کی صفائی۔ (۹) ختنہ ۱۸۷ اور پانی سے استنجاء کرنا۔

**تشریح:** ۱۸۴ خدائی آزمائش یہ ہے کہ بندے پر کوئی پابندی لازم فرما کر دوسروں پر اس کے کھرے کھولے ہونے کا اظہار کر دے۔ مذکورہ بالا حدیث میں جو

باتیں مذکور ہیں یہ سب چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واجب تھیں اور ہم پر ان میں سے بعض واجب ہیں بعض سنت بعض روایات میں نخلق (سرمنڈانے) کی بجائے فرق کا لفظ آیا ہے۔ یعنی سر میں مانگ نکالنا۔ اور بعض روایات میں توفیر اللحیتہ کالف آیا ہے یعنی داڑھی بڑھانی اور شک نہیں کہ مسلمان تو مسلمان، کفار تک جانتے ہیں کہ روز اول سے مسلمانوں کا طریقہ داڑھی رکھنا ہے۔ اہل بیت کرام، صحابہ عظام، ائمہ اعلام اور ہر قرن و طبقہ کے اولیائے امت و علمائے ملت بلکہ قرون خیر، عہد رسالت، عہد صحابہ، عہد تابعین میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کا ازالہ تو ازالہ (موٹانا اور صاف اڑا دینا) اگر کسی کے پیدائشی داڑھی نہ نکلتی اس پر سخت تاسف کرتا کف افسوس ملتا اور اسے ہر پیدائشی عیب سے بڑھ کر عیب سمجھتا۔

علمائے کرام علانات قیامت میں گنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں منڈائیں گے کتروائیں گے اس میشن گوئی کے مطابق، کافروں، عیسائیوں، مشرکوں کی دیکھا دیکھی مدتوں بعد، داڑھی کی یہ تراشیں خراشیں مسلمانوں میں آئیں۔ وہ بھی رندداد باش اور بد وضع بد قماش لوگوں میں پھران میں بھی جو ایمان سے حصہ رکھتے ہیں اب تک اپنی اس حرکت کو اور دوسرے گناہوں اور قباحتوں کی طرح برا جانتے ہیں اور طریقہ اسلامی سے جدا سمجھتے بلکہ ان میں جو خوش عقیدہ ہیں اپنے معظمین دینی کے سامنے جاتے جاتے اور انہیں منہ دکھاتے شرماتے ہیں۔

الحمد للہ یہ ان کے ایمان کی بات ہے شامت نفس سے گناہ کریں لیکن اسے گناہ و تہج جانیں۔ مگر چوری سرزوری والوں سے خدا کی پناہ کہ داڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعار

اسلام کے ساتھ، نفس اسلام و ایمان بھی موند کر پھینک دیں مولیٰ عزوجل ہمیں احکام شرع کے تعمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

۱۸۵۔ مغفہ یعنی کلی کرنا اور استنشاق یعنی ناک کی صفائی کیلئے پانی استعمال کرنا یہ دونوں چیزیں وضو میں سنت موکدہ ہیں اور غسل میں فرض۔ مغفہ کے معنی صرف منہ میں پانی لے کر اگل دینے کے نہیں جیسا کہ عموماً لوگ ایسا کر گزرتے ہیں۔ یونہی استنشاق کے معنی ناک کی نوک سے پانی لگالینے کے نہیں۔ آدمی ایسا کر گزرے تو ایک آدھ بار ایسا کرنے سے سنت ترک ہوئی اور یہ شخص تارک سنت ہوا۔ اور عادت ڈالنے سے گناہ گار و فاسق ہوتا ہے یہ وضو میں ہے اور غسل میں ایسا کیا تو غسل کا فرض رہ گیا۔ اور غسل ادا نہ ہوا نہ ایسے غسل سے نماز ہو سکے۔ نہ اسے مسجد میں جانا جائز ہو جب کہ اس پر غسل فرض ہو۔ مغفہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانی داڑھوں کے نیچے، گالوں کی تہ میں، دانتوں کی جڑ اور کھڑکیوں میں، زبان کی کروٹ میں، حلق کے کنارے تک ہر جگہ پانی بہ جائے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بننے کو روکے گی، دانتوں کی جڑ یا اطراف میں پھنسی ہو تو لازم ہے کہ اسے دور کر کے کلی کرے۔ اور استنشاق یہ ہے کہ دونوں نکتوں کا جہاں تک نرم حصہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک وہ دھل جائے اور یہ یونہی ہو سکے گا کہ پانی لے کر سونگھے اور اوپر کو چڑھائے کہ بال برابر بھی جگہ دھلنے سے رہ نہ جائے۔ یہاں تک کہ اگر ناک کے اندر کثافت جمی ہے تو لازم ہے کہ پہلے اسے صاف کر لے۔ اور احتیاطوں سے روزے دار کو بھی چارہ نہیں ہاں مغفہ میں اسے غرغہ نہ چاہئے کہ کہیں پانی حلق سے نیچے نہ چلا جائے۔ اور استنشاق میں پانی اپر چڑھانے اور سونگھنے میں کہیں دماغ کو نہ چڑھ جائے (عامہ کتب)

۱۸۶۔ ہر ہفتہ میں نہانا، بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور موندے زیر ناف دور کرنا مستحب

ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے پندرہویں روز بھی کرنا جائز ہے اور چالیس روز سے زائد گزار دینا مکروہ و ممنوع ہے بغل کے بالوں کا اکھاڑنا سنت ہے اور موندنا بھی جائز ہے البتہ جنابت کی حالت میں کہ غسل فرض ہوتا ہے نہ بال موندائے اور نہ ناخن ترشوائے کہ یہ مکروہ

ہے (عالمگیری در مختار وغیرہما)

۱۸۷۔ ختنہ سنت ہے اور شعار اسلام میں ہے کہ مسلم اور غیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اسی لئے عرف عام میں اسے مسلمانی بھی کہتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ختنہ کیا اس وقت ان کی عمر شریف ۸۰۔ اسی برس کی تھی۔ علماء فرماتے ہیں کہ بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا جس میں ختنہ کرنے کی طاقت نہیں تو ختنہ کرانے کی حاجت نہیں۔ اور بالغ شخص مشرف باسلام ہوا۔ اگر وہ خود ہی اپنی مسلمانی کر سکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کر لے۔ ورنہ نہیں۔ (عالمگیری)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ مَنْ لَللَّهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
عَشْرَةَ

ترجمہ : (۲۰۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو مسلمان نبی کریم ﷺ پر ایک ۱۸۸۔ بار درود شریف بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر مرتبہ درودیں بھیجتا (اور اس پر بے شمار رحمتیں نازل فرماتا) ہے۔

تشریح و مطالب : ۱۸۸۔ ترمذی شریف میں ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہما

کہتے ہیں میں نے عرض کی ”یا رسول اللہ میں بکثرت دعا مانگتا ہوں۔ تو اس میں سے حضور پر درود کیلئے کتنا وقت مقرر کروں؟“ فرمایا جو تم چاہو“ عرض کی چوتھائی فرمایا ”جو تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے ہی بہتر ہے“ میں نے عرض کی ”نصف“ (یعنی آدھا وقت دعا کیلئے اور باقی آدھا درود خوانی کیلئے مقرر کر لوں) فرمایا جو تم چاہو۔ اور زیادہ کر لو تو تمہارے لئے بھلائی ہے“ میں نے عرض کی ”دو تہائی“ فرمایا ”جو تم چاہو اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے“ میں نے عرض کی کہ ”کل وقت ہی درود شریف کیلئے مقرر کر لوں“ (اور جب وقت پاؤں بجائے دعا کے درود شریف ہی پڑھا کروں) فرمایا ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی کفایت فرمائے گا۔ خدائے تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کے سب کام بنادے گا (بن مانگے تمہاری حاجتیں پوری ہوں گی) اور تمہارے

گناہ بخش دے اللہم صلّ و سلم و باریک علیہ و آلہ و صحبہ دائماً ابداً  
 اے عزیز! درود شریف، اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ اسی لئے آداب  
 دعا سے ہے کہ اولاد دعا کیلئے اول و آخر حمد الہی بجالائے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اپنی حمد  
 کو دوست رکھنے والا نہیں۔ تھوڑی حمد پر بہت راضی ہوتا اور بے شمار عطا فرماتا ہے اور  
 ثانیاً اول و آخر نبی ﷺ اور ان کے آل و اصحاب پر درود بھیجے۔ کہ جب درود مقبول  
 ہوگا اور کرم الہی سے امید واثق ہے کہ ضرور قبول ہوگا تو اس کے طفیل اس کے صدقہ دعا  
 بھی قبول و مستجاب ہوگی۔ پروردگار کریم اس سے برتر ہے کہ اول و آخر (درود شریف) کو  
 قبول فرمائے اور وسط کو رد فرمادے۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دعا زمین و آسمان کے  
 درمیان روک دی جاتی ہے جب تک تو اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے، بلند نہیں ہونے  
 پاتی۔ بلکہ سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے  
 ہیں دعا اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہے جب تک محمد ﷺ اور ان کے آل بیت پر درود نہ  
 بھیجی جائے (بیہقی) اے عزیز! دعا ایک طائر یعنی پرندہ کی مانند ہے کہ جانب آسمان پرواز  
 کرتی ہے۔ اور درود اس کے بازو و شہیرا اور طائر بے پر کیا اڑ سکتا ہے۔

غرض جو مسلمان، محمد رسول اللہ ﷺ کا بندہ بے دام و غلام، ان سے سچی محبت،  
 اور دل میں تمام جہاں سے زیادہ ان کی عظمت رکھنے والا، جو ان کی شان گھٹانے والوں ان  
 کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہیگا۔ دل سے بیزار ہوگا۔ اس کیلئے درود شریف  
 پڑھنے کے بے شمار فوائد ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں (تفصیل کے خواہاں بہار شریعت حصہ  
 سوم دیکھیں) یا فقیر کی کتاب ”ہمارا اسلام“

وَمَنْ سَبَّ مَرَّةً سَبَّ اللَّهَ آ عَلَيْهِ عَشْرَ مَرَّاتٍ الْأَتْرَىٰ فِي قَوْلِهِ  
 تَعَالَىٰ لِلْوَلِيدِ بْنِ مُغِيرَةَ لَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ حِينَ سَبَّ  
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً وَاحِدَةً سَبَّ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَشْرَ  
 مَرَّاتٍ فَقَالَ وَلَا تُطْعُ كُلَّ حَلَاظٍ مَهِينٍ هَمَّازٍ مَشَاءٍ بِسْمِمْ

مَنَاعٌ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَيْمٍ عَثَلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ أَنْ كَانَ ذَامَالٍ  
وَيَنْبِنُ إِذَا تَنَلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ يَعْنِي يُكَذِّبُ  
بِالْقُرْآنِ

الفَظ وَمَعَانِي

سَتْ گالی دینا نازیبا کلمات استعمال کرنا کسی پر عیب لگانا گستاخی کرنا۔  
خَلاَف بہت قسمیں کھانے والا۔ جھوٹی اور باطل باتوں پر قسمیں  
کھانے میں دلیر۔ جھوٹی سچی قسمیں کھانے کا عادی۔ مہینن ایسا شخص جو اپنی کمینشی  
حرکتوں کی وجہ سے خالق و مخلوق دونوں کی نظر میں ذلیل و خوار اور ہر طرح بے وقعت و  
بے اعتبار ہو درحقیقت یہ بہت قسمیں کھانے والے آدمی کی لازمی صفت ہے وہ بات بات  
پر اسی لیے قسم کھاتا ہے کہ اسے خود یہ احساس ہوتا ہے کہ لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں اور  
اس کی بات پر اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ وہ قسم نہ کھائے۔ اس بنا  
پر خود اپنی نگاہوں میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور معاشرے میں بھی اس کی کوئی وقعت نہیں  
ہوتی۔ ہَمَّاز ایسا شخص جو اپنی طعن و تشنیع اور طنز و تعریض سے دوسروں کا دل دکھاتا ہو  
اور اشاروں کنایوں میں ایسی بات کہتا ایسی حرکت کرتا ہو جس سے دوسروں کو ایذا پہنچے۔  
مَشَاءَ بِنَمِيمٍ ایسا شخص جو چٹیاں کھاتا اور ادھر ادھر لگاتا پھرے۔ تاکہ لوگوں کے  
درمیان فساد بھڑکے اور اس کا دھندا چلے۔ مَنَاعٌ لِلْخَيْرِ ہر کار خیر میں رکاوٹ ڈالنے والا  
بخیل کہ نہ خود خرچ کرے نہ دوسرے کو نیک کام میں خرچ کرنے دے۔ حضرت عبداللہ  
بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی میں فرمایا ہے کہ ”بھلائی سے روکنے“ سے مقصود  
اسلام سے روکنا ہے کیونکہ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں سے کہتا تھا کہ اگر تم  
میں سے کوئی اسلام میں داخل ہوا تو میں اپنے مال سے اسے کچھ نہ دوں گا۔ معتد حد سے  
تجاوز کرنے والا۔ اپنی حدود سے آگے بڑھ جانے والا۔ اَیْمٍ۔ گناہ گار۔ فسق پیشہ فاجر  
بدکار۔ عَثَلٌ۔ درشت خو۔ نہایت بدخلق۔ سفاک۔ اور جھگڑالو بد مزاج بد زبان۔ زَنِيمٍ  
ایسا شخص جو کسی قوم یا قبیلہ کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل یا اس کی جانب منسوب کر دیا گیا  
ہو۔ بدگو ہر جس کی اصل میں خطا ہو۔ حرام زائد۔ ذامال۔ مالدار۔ دولت مند۔ بِنَبِنٍ۔ جمع

ہے ابن کی۔ بیٹے۔

ترجمہ : اور جو شخص نبی ﷺ کی شان میں ایک کلمہ بھی گستاخانہ کہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دس واقعی عیوب ظاہر فرمادے گا۔ اس سے سید عالم ﷺ کی فضیلت اور شان محبوبیت معلوم ہوتی ہے دیکھئے ناکہ ولید بن مغیرہ نے نبی کریم ﷺ کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا ”مجنون“ اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس میں موجود دس برائیاں ظاہر کر دیں (اور اس کے دس واقعی عیب گنوائے) اور فرمایا کہ (اے محبوب) ”ہر ایسے کی بات نہ سنتا جو بڑا قسمیں کھانے والا“ ۲۔ ”ذلیل“ ۳۔ ”بہت طعنے دینے والا“ ۴۔ ”بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا“ ۵۔ ”بھلائی سے بڑا روکنے والا“ ۶۔ ”حد سے بڑھنے والا۔“ ۷۔ ”گناہ گار“ ۸۔ ”درشت خو“ ۹۔ اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل ۱۸۹۔ میں خطا۔ ۱۰۔ اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں (اور اس سے مراد اس کی یہ ہوتی ہے کہ وہ قرآن) کی تکذیب کرتا اور صاحب قرآن کو جھوٹا کہتا ہے)

تشریح و مطالب : ۱۸۹۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن

مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد ﷺ نے میرے حق میں دس باتیں بیان فرمائی ہیں۔ نو کر تو میں جانتا ہے ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں۔ لیکن دسویں بات ”اصل میں خطا“ ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں۔ یا تو مجھے سچ بتا دے۔ ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مر جائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا۔ تو اس سے ہے (خزائن العرفان) قرآن مجید میں کسی کا نام لئے بغیر گستاخ رسول کے عیوب بیان کر دئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بد زبان اپنے ان عیوب میں اتنا مشہور تھا کہ اس کا نام بھی لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کی یہ صفات سنتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔ ایسے خبیث کو رو سیاہی دونوں ہی جہاں میں نصیب ہوتی ہے۔

## عظمت رسول اکرم پر ایک قرآنی استدلال

قرآن مجید میں جاہجا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کفار کی جاہلانہ جلال مذکور۔ جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی و بیہودہ گوئی کرتے۔ اور حضرات رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی قوم نے کہا اِنَّا لَنَرَاکَ فِی ضَلٰلٍ مّبِیْنٍ (بے شک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں) فرمایا یَقُوْمُ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اے میری قوم مجھے گمراہی سے کچھ علاقہ نہیں میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کی طرف سے) سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عادی نے کہا اِنَّا لَنَرَاکَ فِیْ سَفَاہَۃٍ وَّاِنَّا لَنُظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ یَقِیْنٰ اِنَّا لَنَرَاکَ فِیْ ضَلٰلٍ مّبِیْنٍ (ہم تمہیں حماقت میں خیال کرتے ہیں اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو) فرمایا یَقُوْمُ لَیْسَ بِیْ سَفَاہَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اے میری قوم مجھ میں املا سقاہت نہیں۔ میں تو پیغمبر ہوں رب العالمین کا سیدنا شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدین نے کہا اِنَّا لَنَرَاکَ فِیْنَا ضَعِیْفًا وَّلَوْ لَا رَهْطُکَ لَرَجَمْنَاکَ وَمَا اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ (ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔ اور اگر تمہارے ساتھ کے یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تمہیں پتھروں سے مارتے۔ اور کچھ تم ہماری نگاہ سے عزت والے نہیں) فرمایا یَقُوْمُ اَرَهْطٰی اَعَزُّ عَلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَاَتَّخَذُ تُمُوْہُ وَّرَآءَکُمْ ظَہْرٍ یٰۤاِیُّہَا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَکُمْ لِیُقْرِیْکُمْ اِلٰہًا مِمَّا کَفَرْتُمْ سِوٰی اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَاِنَّکُمْ لَفِیْ ضَلٰلٍ مّبِیْنٍ (اے میری قوم میرے کہنے کے یہ معدود لوگ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ زیروست ہیں اور اسے تم بالکل بھلائے بیٹھے ہو) سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرعون نے کہا اِنِّیْ لَآظُنُّکَ یٰمُوسٰی مَسْحُوْرًا (میرے گمان میں تو اے موسیٰ تم پر جادو ہوا) فرمایا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا اَنْزَلَ هُوَ اِلَّا رُبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِصٰیِرٍ وَّاِنِّیْ لَآظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَسْحُوْرًا (تو خوب جانتا ہے کہ انہیں نہ اتارا مگر زمین و آسمان کے مالک نے دلوں کی آنکھیں کھولنے کو اور میرے یقین میں تو اے فرعون! تو ہلاک ہونے والا ہے)



مگر حضور سید المرسلین افضل المحبوبین محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلوة اللہ وسلامہ  
 علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کی خدمت والا عظمت میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے  
 ملک السموات والارض جل جلالہ خود متکفل جواب ہوا ہے اور محبوب اکرم مطلوب اعظم  
 ﷺ کی جانب سے آپ مدافعہ (دفاع) فرمایا ہے۔ طرح طرح سے حضور کی تزییرہ و  
 تمییرت (ان کی پاکی و براءت) فرمائی جا بجا رفع الزام اعدائے لیام پر (دشمنوں کے لگائے  
 ہوئے الزامات سے ان کی براءت و پاکدامنی پر) قسم یاد فرمائی یہاں تک کہ غنی معنی عز  
 مجیدہ نے ہر جواب و خطاب سے حضور کو غنی کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا جواب دینا حضور کے  
 خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کیلئے بہتر ہوا۔ اور یہ وہ مرتبہ علمی ہے کہ نہایت نہیں  
 رکھتا۔ ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (آیات  
 سورہ ن ہی کا انداز بیان دیکھئے) کفار نے کہا يَا أَيُّهَا الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرَ إِنَّكَ  
 لَمَجْنُونٌ (اے وہ جن پر قرآن اترا ہے شک تم مجنون ہو) حق جل وعلا نے فرمایا  
 وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنْتَ بِمَجْنُونٍ قَسَمَ قَلَمٍ أَوْ نُشْتَمَاءِ  
 ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ  
 (اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے) کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا، اور  
 حلم و کرم سے پیش آتا ہے۔ مجنون تو چلتی ہوا سے الجھا کرتے ہیں۔ تیرا سا حلم و صبر، کوئی  
 تمام عالم کے عقلا میں تو تپا دے گا وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (اور بے شک تو بڑے  
 عظمت والے ادب تہذیب پر ہے) کہ ایک حلم و صبر کیا تیری جو خصلت ہے اس درجہ  
 عظیم و باشوکت ہے کہ اخلاق عاقلان جہاں مجتمع ہو کر اس کے ایک شتہ کو نہیں پہنچتے۔ پھر  
 اس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے۔ مگر یہ ان کا اندھا پن بھی چند  
 روز کا ہے۔ فَسْتَبْصِرُ وَ يُبْصِرُونَ بِأَيْكُمْ الْمَفْتُونُ (عنقریب تو بھی دیکھ لے گا  
 اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کسے جنون تھا) آج اپنی بے خردی و دیوانگی و کور باطنی  
 سے جو چاہیں کہہ لیں، آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے اور دوست دشمن سب پر کھلا جاتا  
 ہے کہ مجنون کون تھا (جلی الیقین) اے محبوب! آپ کی سیرت تو نظیر اور نمونہ ہے، زندگی

کے ہر شعبہ میں اور وہ بھی کسی ایک قوم، کسی ایک زمانے کیلئے نہیں، ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ کیلئے تو ایسے کمال و دانائی کے مالک، ایسی عدیم النظیر سیرت والے کی جانب، جنوں کی نسبت دینا خود اپنے پاگل پن کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔  
اس نغیس مضمون کی تفصیل کیلئے قارئین کرام (امام اہلسنت فاضل بریلوی کا رسالہ تجلی الیقین مطالعہ کریں)

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَدَهْمٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى حِيْنَ سَاءَ لُوهُ عَنْ قَوْلِهِ عَالِيٍّ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّا نَدْعُوْكُمْ فَلَمْ يَسْتَجِبْ لَنَا فَقَالَ مَا تَقُلُوْنَ كُمْ مِنْ عَشْرَةِ اَشْيَاءٍ اَوَّلَهَا اَنْتُمْ عَرَفْتُمْ اللهُ كَ وَلَمْ تُؤْءِ دُوْا حَقَّهُ وَقَرَأْتُمْ كِتَابَ اللهِ وَلَمْ تَعْمَلُوْا وَاَدْعَيْتُمْ عَدَاوَةَ اِبْلِيسَ وَوَالَيْتُمُوْهُ

ترجمہ: (۲۰۳) حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (یعنی مجھ ۱۹۰ سے دعا مانگو میں قبول فرماؤں گا) پھر اس کا کیا سبب ہے کہ ہم دعائیں مانگتے ہیں مگر قبول نہیں ۱۹۱۔ ہوتیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ تمہاری دس کوتاہیوں کے باعث تمہارے دلوں پر مردنی چھا گئی ہے (تو دعا کیونکر شرف قبولیت پائے) (۱) پہلی بات یہ ہے کہ تم کو ذات و صفات الہی کی معرفت جتنی حاصل ہے اتنا بھی حق تم اس کی عبادت کا ادا نہیں کرتے۔ (۲) دوسرے یہ کہ تم کلام الہی پڑھتے ہو مگر اس کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ (۳) تیسرے تمہیں ابلیس لعین سے عداوت کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے مگر عملاً تم اس کے پیروکار ہو۔

۱۹۰ دعا عرض حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے لیکن ان کے قبول کیلئے چند تشریح و مطالب :

شرطیں ہیں یعنی ایسے آداب کا ہنزلہ شرائط ہیں۔ کہ ان کا اجتماع ان شاء اللہ تعالیٰ قبولیت کا مورث ہوتا ہے جیسے حضور قلب جس کی نسبت خود حدیث میں ارشاد ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرماتا، کسی غافل کھینے والے دل کی۔ اور اگر دعا ان آداب و شرائط سے خالی ہو تو قبولیت کی توقع نہیں ہاں وہ رب کریم اپنے کرم و رحمت سے قبول فرمائے تو یہ دوسری بات ہے۔

فضائل دعا میں احادیث بہ کثرت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں۔ یعنی جیسا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں اس سے ویسا ہی کرتا ہوں۔ وانا فعه اذا دعانی اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے (بخاری و مسلم وغیرہما) اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت کے ساتھ ہونا تو ہر شے کیلئے ہے۔ یہ خاص معیت کرم و رحمت ہے جو دعا کرنے والے کو ملتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا دولت و نعمت ہوگی کہ بندہ اپنے مولیٰ کی معیت سے مشرف ہو۔ ہزار حاجت روائیاں اس پر شمار اور لاکھ مقصد و مراد اس کے تصدق۔ اور فرماتے ہیں حضور انور ﷺ کہ دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے۔ اور دین کاستون اور آسمان و زمین کا نور (حاکم) اور فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی) اور فرمایا جو بلا اتر چکی اور جو ابھی نہ اتری، دعاسب سے نفع دیتی ہے تو دعا اختیار کرو اسے اللہ کے بندو (ترمذی) نیز فرماتے ہیں ﷺ بلا اترتی ہے پھر دعا اس سے جا ملتی ہے۔ تو دونوں کشتی لڑتے رہتے ہیں قیامت تک یعنی دعا اس بلا کو نہیں اترنے دیتی (طبرانی) اور فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے (ترمذی وغیرہ)

۱۹۱۔ آداب دعا سے ہے کہ دعا کرنے والا دعا کے قبول میں جلدی نہ کرے حدیث

میں ہے۔ خدائے تعالیٰ تین آدمیوں کی دعا نہیں قبول کرتا۔ ایک وہ کہ گناہ کی دعائے مانگے۔ دوسرا وہ کہ ایسی بات چاہے جس میں قطع رحم ہو۔ تیسرا وہ کہ قبول میں جلدی کرے کہ میں نے دعائے مانگی اب تک قبول نہ ہوئی۔ ایسا شخص گھبرا کر دعا چھوڑ دیتا ہے اور مطلب سے محروم رہتا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے "احسن

الوعاء" میں فرمایا "سگان دنیا کے امیدواروں کو دیکھا جاتا ہے کہ تین تین برس تک امیدواری میں گزارتے ہیں۔ صبح شام ان کے دروازوں پر دوڑتے ہیں۔ اور وہ ہیں کہ رخ نہیں ملاتے۔ بار نہیں دیتے۔ جھڑکتے، دل تنگ ہوتے، ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ امیدواری میں لگایا تو بیکار ڈالی۔ یہ حضرت گرہ سے کھاتے، گھر سے منگاتے، بیکار بیکار کی بلا اٹھاتے ہیں۔ اور وہاں برسوں گزریں، ہنوز روز اول ہے مگر یہ نہ امید توڑیں نہ پیچھا چھوڑیں۔ اور احکم الحاکمین اکرم الاکرمین عزجلالہ کے دروازے پر اول تو آتا ہی کون ہے اور آئے بھی تو اوکتاتے گھبراتے کل کا ہوتا آج ہو جائے۔ ایک ہفتہ کچھ پڑھتے گزرا۔ اور شکایت ہونے لگی صاحب پڑھا تھا کچھ اثر نہ ہوا یہ احمق اپنے لئے اجابت کا دروازہ خود بند کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "تمہاری دعا قبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرو۔ کہ میں نے دعا کی تھی قبول نہ ہوئی"۔ اور پھر بعض تو اس پر ایسے جاے سے باہر جاتے ہیں کہ اعمال و اوعیہ کے اثر سے بے اعتقاد بلکہ اللہ عزوجل کے وعدہ و کرم سے بے اعتقاد۔ والعیاذ باللہ الکریم الجواد

اے عزیز وہ ارحم الراحمین ہے۔ اس سے ناامید ہونا، مسلمان کی شان نہیں۔ جو کافروں کو نعمت سے محروم نہیں رکھتا تجھے کب محروم کرے گا؟

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حاجت روائی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔ اور کبھی بمقتضائے حکمت تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے۔ کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق و اخلاص وغیرہ شرائط قبول نہیں ہوتے اس لئے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے۔ یا آخرت میں اس کیلئے ذخیرہ ہوتی ہے۔ یا اس سے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔ غرض آدمی کو چاہئے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو اسے اپنا قصور سمجھے۔ خدا کی شکایت نہ کرنے کہ اس کی عطایں نقصان نہیں۔ تیری دعا میں نقصان

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر  
تجھ سے کیا ضد تھی، اگر تو کسی قابل ہوتا!

وَأَدْعَيْتُمْ حُبَّ الرَّسُولِ وَتَرَكْتُمْ أَثْرَهُ وَسُنَّتَهُ وَأَدْعَيْتُمْ حُبَّ  
الْجَنَّةِ وَلَمْ تَعْمَلُوا لَهَا وَأَدْعَيْتُمْ خَوْفَ النَّارِ وَلَمْ تَنْتَهَوْا عَنِ  
الدُّنُوبِ وَأَدْعَيْتُمْ أَنَّ الْمَوْتَ هَقٌّ وَلَمْ تَسْتَعِدُّوا لَهُ وَاشْتَغَلْتُمْ  
بِعُيُوبِ غَيْرِكُمْ وَتَرَكْتُمْ عُيُوبَ أَنْفُسِكُمْ وَتَاكُلُونَ رِزْقَ اللَّهِ  
وَلَا تَشْكُرُونَهُ وَتَدْفِنُونَ مَوْتَكُمْ وَلَا تَعْتَبِرُونَ

ترجمہ: چوتھے ۴- تمہارا دعویٰ ہے کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑی  
محبت ہے۔ لیکن نہ تمہیں ان کے اسوہ حسنہ کا خیال ہے۔ نہ ان کی سنت کریمہ  
کے اتباع کا لحاظ۔ پانچویں ۵- یہ کہ تم زبان سے جنت کی خواستگاری کا اظہار تو  
کرتے ہو مگر کام جنت میں لے جانے والے نہیں کرتے۔ چھٹے ۶- یہ کہ تم  
آتش جہنم کا خوف تو اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے (اور جہنم سے پناہ مانگتے) ہو  
لیکن خدا و رسول کی نافرمانیوں سے باز نہیں آتے۔ ساتویں ۷- بات یہ ہے کہ  
تم یہ تو کہتے ہو کہ موت برحق ہے لیکن تم موت کیلئے تیاریاں نہیں کرتے  
دوسروں کی عیب جوئی سے بڑی دلچسپی ہوتی ہے، لیکن خود اپنے عیبوں کو کبھی  
نہیں ٹٹولتے۔ نواں ۹- سبب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ۱۹۲- روزی تو  
کھاتے پیتے پہنتے اوڑھتے اور برتتے ہو مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اور  
دسواں ۱۰- باعث دعا قبول نہ ہونے کا یہ ہے کہ تم اپنے مردوں کو اپنے ہاتھوں  
اپنی آنکھوں کے رو برو دفن تو کرتے ہو مگر اس سے کوئی عبرت و نصیحت حاصل  
نہیں کرتے۔

تشریح و مطالب : ۱۹۲ - یاد رکھنا چاہئے کہ اردو زبان و محاورے میں اگرچہ

رزق کا اطلاق، صرف ان چیزوں پر ہوتا ہے جو کھانے پینے

کے کام میں آتی اور لائی جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان کے اعتبار سے رزق

کا دائرہ صرف انہی چیزوں تک محدود نہیں بلکہ کھانے پینے، پہننے اور ٹھننے، سواری و مکان،

غرض برتنے کی ساری چیزیں اس کے اطلاق میں داخل ہیں۔ بلکہ یہ لفظ عطا و رحمت اور

بخشش و نصیب کے عام معنی میں مستعمل ہے۔ رب العالمین نے کہ سارے جہانوں کا

مالک، ان کا مربی، ان کا پروردگار اور ان کی تربیت فرمانے والا ہے اور جس نے اپنے کرم

کے خزانے اپنے بندوں کیلئے عام فرمادیئے ہیں۔ جو کچھ اپنے بندوں کو، اس دنیا میں دیا ہے

وہ اس کا رزق اس کی عطا اور اس کی بخشش ہے حتیٰ کہ اولاد تک اس کا رزق ہے اور ان

کا شکر بجالانا، ایک انسانی فریضہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ فرائض سے غفلت برتنا، فسق و فجور

ہے اور آدمی آلودگیوں میں اپنا دامن آلودہ کئے ہوئے بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھائے تو وہ کسی

اعزاز و اکرام کا حق نہیں رکھتا۔ ہاں وہ رب کریم رب العالمین خود ہی فضل و کرم سے

اسے نوازے، یا یہ دعا ہی ایسے اوقات میں کرے جو قبولیت دعا کیلئے مخصوص ہیں اور وہ دعا

قبولیت کا شرف پائے تو یہ دوسری چیز ہے۔ یونہی اس کی دعا کسی بندہ صالح کی دعا کی معیت

میں بلند ہو اور قبول ہو جائے تو یہ محض کرم و فضل خداوندی ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا مِنْ عَبْدٍ وَآمَةٍ دَعَا بِهِذِهِ الدُّعَاءِ فِي لَيْلَةٍ

عَرَفَةَ أَلْفَ مَرَّةٍ وَهِيَ عَشْرُ كَلِمَاتٍ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ كَ شَيْئًا إِلَّا

أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَدْعُ بِقَطْبِعَةٍ رَحِمٍ أَوْ مَائِمٍ

ترجمہ : (۲۰۴) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مسلمان مرد خواہ

عورت عرفہ کی مبارک ۱۹۳ رات میں یہ دعا کہ صرف دس کلمات پر مشتمل

ہے ایک ہزار مرتبہ پڑھے اور پھر اپنی حاجت بارگاہ الہی میں عرض کرے تو رب

کریم اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ جب تک قطع رحمی یا کسی گناہ و نافرمانی کی دعا

نہ کرے۔

چند احادیث کریمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم  
و شرف و مجدد و کرم ارشاد فرماتے ہیں :-

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا میں اللہ ہوں۔ میں رحمن ہوں۔ رحم (یعنی رشتہ) کو میں نے پیدا کیا اور اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا۔ لہذا جو اسے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا۔ اور جو اسے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا (ابوداؤد)

(۲) اپنے نسب کو اتنا (تو) سیکھو جس سے صلہ رحم کر سکو۔ کیونکہ صلہ رحم اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے۔ اس سے مال میں زیادتی اور اثر (یعنی عمر) میں تاخیر ہوگی (ترمذی)

(۳) اپنا نسب پہچانو تاکہ صلہ رحم کرو۔ کیونکہ اگر رشتہ کاٹا جائے تو اگرچہ قریب ہو وہ قریب نہیں۔ اور اگر جوڑا جائے تو وہ دور نہیں اگرچہ دور ہو (حاکم)

(۴) جس گناہ کی سزا دنیا میں بھی جلد ہی دے دی جائے اور اس کیلئے آخرت میں بھی عذاب کا ذخیرہ رہے وہ بغاوت (اور اہل حق کے ساتھ مخالفت) اور قطع رحم سے بڑھ کر نہیں (ترمذی ابوداؤد)

(۵) جتنے گناہ ہیں ان میں سے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے سوا والدین کی نافرمانی کے کہ اس کی سزا زندگی میں موت سے پہلے دیدی جاتی ہے (بیہقی)

(۶) رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا (بخاری و مسلم)

(۷) جس قوم میں قاطع رحم (رشتہ داریوں اور قرابت کے تعلقات کو توڑنے والا) ہوتا ہے اس پر رحمت الہی نہیں اترتی (بیہقی) اس ایک کے گناہ کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑتا ہے۔ یعنی جبکہ ان کے علم میں ہو اور وہ اس کا تدارک نہ کریں۔ ۱۲

عَنْ بِنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ لَا بَلِيْسَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ كَمَا أَحْبَبْتُكَ مِنْ أُمَّتِي قَالَ عَشْرُ نَفَرٍ أَوْلَهُمُ الْإِمَامُ الْجَائِرُ وَالْمُتَكَبِّرُ وَالْغَنِيُّ الَّذِي لَا يُبَالِي مِنْ أَيْنَ يَكْتَسِبُ الْمَالَ وَفِي مَاذَا يُنْفِقُ وَالْعَالِمُ الَّذِي صَدَّقَ الْأَمِيرَ عَلَى جَوْرِهِ وَالتَّاجِرُ الْخَائِنُ وَالْمُخْتَكِرُ وَالزَّالِي

ترجمہ : (۲۰۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کہتے ہیں ”ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلیس لعین سے دریافت فرمایا کہ میری امت میں ایسے کتنے لوگ ہیں جو تجھے پیارے (اور تیرے چہیتے) ہیں کہنے لگا۔ دس قسم کے“ (اور وہ یہ ہیں اور) ان میں سرفہرست ہے عالم حاکم (کہ اپنے ظلم و جور کی بدولت حکومت کا کاروبار چلا جا رہا ہے۔ اس کے حیر و استبداد کا خوف، لوگوں پر مسلط نہ ہو تو آج اس کی حکومت و سرداری کا تختہ الٹ دیں) (۲) کبر و غرور کا مارا ہوا نخوت و تکبر میں ڈوبا ہوا (کہ ہمیشہ دوسروں کی اہانت و تذلیل کی راہیں نکالتا اور حیلے بہانے سے انہیں ذلیل و رسوا کرتا ہے) (۳) وہ سرمایہ دار جو اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔ (۴) وہ بد خصال عالم دین جو حاکم وقت کے ظلم و جبر کی صحیح تاویلیں کرے۔ (۵) خیانت ۱۹۳۰ کرنے والا تاجر۔ (۶) ذخیرہ ۱۹۵۰۔ اندوزی کرنے والا۔ (۷) زنا کار عیاش۔

**تشریح و مطالب :** ۱۹۳۰۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تمام کمائیوں میں زیادہ پاکیزہ ان تاجروں کی کمائی ہے کہ جب وہ بات کریں جھوٹ نہ بولیں اور جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کریں۔ اور جب وعدہ کریں اس کا خلاف نہ کریں اور جب کسی چیز کو خریدیں تو اس کی خدمت (برائی) نہ کریں اور جب اپنی چیزیں تو اس کی تعریف میں مبالغہ نہ کریں۔ اور ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں ڈھیل نہ ڈالیں۔ اور جب ان کا کسی پر آتا ہو تو سختی نہ کریں (بیہوشی) اور ظاہر ہے کہ جب ایسا تاجر خدا و رسول کا پیارا ہوگا تو آپ ہی شیطان کی نظروں میں دشمن کی طرح کھٹکے گا۔ اور جو اس کا عکس ہوگا وہ خدا و رسول کا مبغوض اور شیطان مردود کا مقبول و محبوب ہوگا۔ ۱۹۵۰۔ محتکر کے معنی ہیں احتکار کرنے والا۔ اور احتکار سے مراد ہے غلہ روک لینا اور غلہ روک لینا منع اور سخت گناہ ہے۔ احتکار یعنی غلہ روک لینے کی صورت یہ ہے کہ آدمی گرانی کے زمانہ میں غلہ خرید لے اور اسے بیچ نہ کرے بلکہ ذخیرہ کرے اور



روک رکھے کہ لوگ جب خوب پریشان ہوں گے تو خوب گراں کر کے بیچوں گے اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ فصل میں غلہ خریدتا ہے اور رکھ چھوڑتا ہے کچھ دنوں کے بعد جب گراں ہو جاتا ہے تو یہ بیچتا ہے یہ نہ احسار ہے نہ اس کی ممانعت کہ اس کی نیت مخلوق خدا کو ہراساں کرنے کی نہیں، وہ غلہ بازار میں میسر ہے اور خرید و فروخت کا سلسلہ جاری برخلاف پہلی صورت کے کہ اس کی نیت میں فتور ہے۔ وہ اپنی بدباطنی سے اس وقت کا انتظار کرتا ہے جب بازاروں میں غلہ آنا بند ہو جائے۔ لوگ پریشان ہوں اور اب یہ غلہ نکال کر من مانی قیمت پر فروخت کرے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بدباطن، شیطان کا یار و مددگار ہی ہو سکتا ہے۔

وَإِكْلِ الرُّبُوبِ وَالْبُخَيْلِ الَّذِي لَا يَبَالِي مِنْ آيِنٍ يَجْمَعُ الْمَالَ  
وَشَارِبِ الْخَمْرِ وَمُدٍّ مِنْ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَاكْمُ  
أَعْدَاءُكَ مِنْ أُمَّتِي؟ قَالَ عَشْرُونَ نَفْرًا أَوْلَهُمْ أَنْتَ يَا مُحَمَّدُ  
فَانِي أَبْغِضُكَ وَالْعَالِمُ الْعَامِلُ بِالْعِلْمِ وَحَامِلُ الْقُرْآنِ إِذَا  
عَمِلَ بِمَا فِيهِ وَالْمُؤَدِّنُ لِلَّهِ فِي خُمْسِ صَلَوَاتٍ وَمِحْبِ  
الْفُقَرَاءِ

ترجمہ : (۸) سو خوار (۹) بخیل جسے اس کا لحاظ نہیں کہ مال کہاں کہاں سے حاصل کیا۔ (اور فردانی کے باوجود حاجتمندوں کے کام نہیں آتا) اور دسواں ۱۰۔ شرابی شراب کا عادی (جس کا کام جام و ساغر کے بغیر نہیں چلتا) پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں وہ کون کون سے لوگ ہیں جنہیں تو اپنا دشمن جانتا ہے؟ کہنے لگا۔ ایسے افراد کی سرسری تعداد میں تک پہنچتی ہے۔ ان میں ۲۰ میں سب سے زیادہ خود آپ میرے دشمن ہیں اور میرے دل میں آپ کی طرف سے بغض بھرا ہوا ہے۔ (۲) عالم باعمل (کہ علم کے تمام تقاضوں کو حتی الامکان نبھاتا ہے) (۳) حافظ قرآن کریم کہ فرمودات قرآن پر عمل پیرا رہتا ہے (۴) بہ نیت ثواب ۱۹۔ نماز پنج گانہ کیلئے اذان کہنے والا مؤذن۔

(۵) محتاجوں کا درو مند۔

۱۹۶ء حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ اذان دینے والا جو طالبِ ثواب ہے اس شہید کی مثل ہے کہ خون میں آلودہ ہے اور جب مرے گا قبر میں اس کے کپڑے نہ پڑیں گے (طبرانی راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ)

## تشریح و مطالب :

حضرت انس راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو سال بھر اذان کہے اور اس پر اجرت طلب نہ کرے، قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جس کیلئے تو چاہے شفاعت کر (ابن عساکر)

تنبیہ : عوام کو چاہئے کہ جو شخص اپنے آپ کو اذان دینے کیلئے وقف کر دے اور اپنا قیمتی وقت اسی نیک عمل میں لگا دے تو اس کی ضرورت بل جل کر پوری کریں۔ اور ممکن حد تک موزن کو معاش کی فکر سے بے نیاز کر دیں۔ یونہی موزنوں کو چاہئے کہ وہ اذن کا معاوضہ ملے نہ کریں بلکہ وقت کا عوض چاہیں تاکہ ان ثوابوں سے محروم نہ رہیں۔

وَالْمَسَاكِينِ وَالْيَتَامَىٰ وَذُو قُلُوبٍ رَّحِيمٍ وَالْمُتَوَاضِعِ لِلْحَقِّ  
وَشَابِّ نَشَاءٍ فِي طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَآكُلِ الْحَلَالَ وَالشَّابَّانِ  
الْمُتَحَابِّانِ فِي اللَّهِ وَالْحَرِيصِ عَلَى الصَّلَاةِ فِي الْجَمَاعَةِ  
وَالَّذِي يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامٌ وَالَّذِي يُمَسِّكُ نَفْسَهُ عَنِ  
الْحَرَامِ وَالَّذِي يَنْصَحُ وَفِي رِوَايَةٍ

ترجمہ : مسکینوں کا حاجت روا۔ یتیموں کا دوست۔ (۶) مہربان شخص۔ (۷) حق کی خاطر عاجزی و انکساری کرنے والا۔ (۸) وہ صالح جوان جس کا عالم شباب اللہ کی اطاعت میں گزرا۔ (۹) رزق ۱۹۷ء۔ حلال کھانے والا۔ (۱۰) وہ دو دوست ۱۹۸ء۔ جن کی دوستی اور محبت صرف اللہ کیلئے ہے۔ (۱۱) وہ نمازی جو جماعت ۱۹۹ء۔

سے نماز پڑھنے کا بہت زیادہ شوق رکھتا ہے۔ (۱۲) وہ عبادت گزار جو رات کی تنہائی میں اس وقت نفل پڑھتا ہے جب لوگ محو استراحت ہوتے ہیں (۱۳) وہ تقویٰ شعار جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اپنے نفس کو بچاتا ہے (۱۴) وہ نیک آدمی جو اپنے تمام مسلمان بھائیوں کی بھلائی چاہتا ہے اور یا ان کیلئے دعائے خیر میں رہتا ہے اور اس کے دل میں ۲۰۰ کوئی رنجش نہیں ہوتی۔

**تشریح و مطالب :** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ (شریعت کے دیگر فرائض کے بعد حلال روزی حاصل کرنا فرض ہے (بیہقی، مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ جب کوئی اس بات کی پروا نہ کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام؟ (بخاری شریف)

**تنبیہ :** کپڑا سلنے کیلئے دیا تو درزی نے اس میں سے کپڑا کاٹ لیا، روٹی کاٹنے کو دی تو کاٹنے والے نے روٹی نکال لی اس قسم کی چیزیں سب ناجائز و حرام ہیں۔ جو لوگ حرام روزی سے پیٹ بھرتے ہیں وہ اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بدن کو حرام غذا دی گئی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا (بیہقی، مشکوٰۃ) راوی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ۱۹۸۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ کسی نے کہا نماز اور زکوٰۃ کسی نے کہا جہاد حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ ہے۔ یعنی خدا ہی کیلئے کسی سے محبت کرنا اور خدا ہی کیلئے کسی سے بیزار رہنا (احمد ابو داؤد)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں ”یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حب فی اللہ کا نماز، زکوٰۃ اور جہاد سے زیادہ محبوب ہونا

کیسے صحیح ہوگا؟ جبکہ یہ چیزیں علی الاطلاق تمام اعمال سے افضل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرے گا وہ انبیائے کرام، اولیائے عظام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت کرے گا اور ان لوگوں کی پیروی اور فرمانبرداری بھی ضرور کرے گا (اس لئے کہ محبت کیلئے اطاعت لازم ہے) اور جو شخص کہ خدائے تعالیٰ کیلئے دشمنی کرے گا تو دین کے دشمنوں سے یقیناً دشمنی کرے گا۔ گویا حضور نے فرمایا کہ اعمال و طاعات کا مدار اور جڑ و بنیاد حب اللہ اور بغض لہ ہے (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ۱۳۸)

۱۹۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز باجماعت کا ثواب تنہا پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ ہے (بخاری مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا وہ آدمی رات تک عبادت میں کھڑا رہا اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی۔ (بخاری مسلم) مسئلہ عاقل، بالغ، قادر پر جماعت واجب ہے بلاعذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق، مردود الشہادۃ ہے اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ جماعت کا نام سنت اس لئے ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ہے ۲۰۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بندوں کے اعمال ہفتہ میں دو مرتبہ پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں، تو ہر بندہ کی مغفرت ہوتی ہے سوائے اس بندہ کے جو اپنے کسی مسلمان بھائی سے بغض و کینہ رکھتا ہے اس کے متعلق حکم دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے (یہو یعنی فرشتے ان کے گناہوں کو نہ منائیں) یہاں تک کہ وہ آپس کی عداوت سے باز آجائیں (مسلم شریف) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کو بطور دشمنی کے چھوڑے رکھے، اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو چاہئے کہ اپنے بھائی سے مل کر سلام کرے۔ اگر وہ سلام کا جواب دے دے تو (مصالحات کے) ثواب میں دونوں شریک ہیں اور اگر سلام کا جواب نہ دے تو

جواب نہ دینے والا گناہ گار ہوا اور سلام کرنے والا ترک تعلقات کے گناہ سے بری ہو گیا۔  
(ابوداؤد معکوة)

يَدْعُوَ اللَّالِخُونَ وَلَيْسَ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ وَالَّذِي يَكُونُ أَبَدًا  
عَلَىٰ وُضوءٍ وَسَخِيًّا وَحَسَنُ الْخُلُقِ وَالْمُصَدِّقُ رَبَّهُ بِمَا  
ضَمِنَ اللَّهُ تَأْلَهُ وَالْمُحْسِنُ إِلَىٰ مَشُورَاتِ الْأَرْامِلِ  
وَالْمُسْتَعِدُّ لِلْمَوْتِ

ترجمہ : (۱۵) جو ہمیشہ پاک ۲۰۱- و صاف اور با وضو رہتا ہے (۱۶) وہ سخی جس کے  
صدقہ و خیرات سے تمام بندگان خدا مستفید ہوتے ہیں (۱۷) خوش خلق (اور  
ملنسار مومن جو سب کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتا ہے۔ (۱۸) جو اللہ کی دی  
ہوئی ضمانتوں میں اللہ کوچ سمجھتا ہے اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے (۱۹) وہ ہمدرد جو  
یواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتا ہے اور ہر بے کس و مظلوم کے ساتھ  
احسان و بھلائی سے پیش آتا ہے۔ (۲۰) وہ مرد مومن جو سفر آخرت اور موت  
کیلئے آمادہ رہتا ہے۔

تشریح و مطالب : ۲۰۱- حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”پاکیزگی نصف ایمان ہے“  
(مسلم شریف)

مسئلہ : استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے اسے پھینک دینا سخت ناجائز و گناہ  
ہے۔ وضو کے بچے ہوئے پانی کو پھینک دینا حرام ہے اور کھڑے ہو کر پینا ثواب ہے۔ جو  
وضو نماز جنازہ کیلئے کیا گیا اس سے ہر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

۲۰۲- حضرت جریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ  
جو شخص نرمی سے محروم کیا جاتا ہے وہ (دوسرے لفظوں میں) بھلائی سے محروم کیا جاتا  
ہے (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”مسلمانوں میں

کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (ابوداؤد)

قَالَ وَهَبُ بْنُ مَنبِهِ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مَنْ تَزَوَّدَ فِي الدُّنْيَا  
صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَبِيبَ اللَّهِ وَمَنْ تَرَكَ الْغَضَبَ صَارَ فِي  
جَوَارِ اللَّهِ وَمَنْ تَرَكَ حُبَّ الْعَيْشِ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
ترجمہ : ۲۰۶۔ حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا کہ تورات میں یوں لکھا ہوا ہے  
کہ (۱) جو شخص دنیا میں سفر آخرت کا زاد عمل ۲۰۳۔ جمع کر لیتا ہے وہ قیامت  
کے دن اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق دار بن جاتا ہے۔ (۲) جو شخص غیظ و  
غضب ۲۰۴۔ کو چھوڑ دیتا ہے وہ اللہ کے جوار رحمت میں ہو جاتا ہے۔ (۳) جو  
دنیاۓ فانی کے عیش و راحت ۲۰۵۔ کو ترک کر دے گا وہ قیامت کے دن عذاب  
الہی سے مامون و محفوظ رہے گا۔

تشریح و مطالب : ۲۰۳۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ  
خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ (اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر  
توشہ پرہیزگاری ہے) جس طرح دنیوی سفر کیلئے توشہ ضروری ہے ایسے ہی سفر آخرت کیلئے  
پرہیزگاری کا توشہ لازم ہے (خزائن العرفان)

۲۰۴۔ حدیث میں ارشاد ہوا کہ بہادر وہ نہیں جو پہلوان ہو اور دوسرے کو پچھاڑ  
دے بلکہ بہادر وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ (بخاری۔ مسلم  
راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

۲۰۵۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ  
دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا  
خدا کے تعالیٰ کی نظر میں پھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو اس میں سے کافر کو ایک  
گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (ترمذی)

أَمِنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ وَمَنْ تَرَكَ الْحَسَدَ صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
مَحْمُودًا عَلَى رُوسِ الْخَلَائِقِ وَمَنْ تَرَكَ حُبَّ الدِّيَارَةِ صَارَ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَزِيزًا عِنْدَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَرَكَ الْفُضُولَ فِي  
الدُّنْيَا صَارَ آنَا عَمَّا فِي الْأَبْوَارِ وَمَنْ تَرَكَ الْخُصُومَةَ فِي الدُّنْيَا  
صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: بغض ۲۰۶۔ وحسد کی کدورت جو دور کر دیتا ہے حشر کے دن تمام اہل  
حشر کے سامنے اس کی عزت افزائی اور تعریف ہوگی۔ (۵) جسے اقتدار کی  
چاٹ ۲۰۷۔ اور منصب کی ہوس نہیں ہوتی وہ قیامت کے دن شہنشاہ مطلق  
کے پاس مقام خاص میں ہوگا (۶) جو شخص فضول باتوں سے اپنی زبان ۲۰۸۔  
اور فضول کاموں سے اپنی ذات کو روک لیتا ہے وہ اللہ کے نیک بندوں میں  
شمار کیا جاتا ہے۔

۲۰۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم

ﷺ نے فرمایا۔ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو (ابوداؤد) کسی شخص میں کوئی  
خوبی دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ وہ خوبی اس سے زائل ہو کر میرے پاس آجائے اسے حسد  
کہتے ہیں۔ حسد کرنا حرام ہے (بہار شریعت) اور اگر یہ تمنا ہے کہ وہ خوبی مجھ میں بھی  
آجائے تو اسے رشک کہتے ہیں یہ جائز ہے۔

۲۰۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو قضا کا طالب

ہو اور اس کی درخواست کرے وہ اپنے نفس کی طرف سپرد کیا جائے گا اور جس کو مجبور کر  
کے قاضی بنایا گیا اللہ تعالیٰ اس کے پاس فرشتہ بھیجے گا جو ٹھیک چلائے گا۔ (ابوداؤد)  
ترمذی ابن ماجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے قضا

طلب کی (اقتدار طلب کیا) اور اسے مل گئی پھر اس کا انصاف (عدل) اس کے علم (حور) پر

غالب رہا یعنی عدل نے ظلم کرنے سے روکا اس کیلئے جنت ہے اور جس کا جور عدل پر غالب آیا اس کیلئے جہنم ہے۔ (ابوداؤد)

۲۰۸۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ (ترمذی)

۲۰۹۔ شریعت مطہرہ نے جھگڑا تو بہت بری بات ہے، مسلمانوں کو تو برا کہنا بھی ناپسند فرمایا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”مسلمان کو گالی دینا فسق و گناہ ہے“ (بخاری، مسلم)

مِنَ الْفَائِزِينَ وَمَنْ تَرَكَ الْبُخْلَ فِي الدُّنْيَا صَارَ مَذْكُورًا عِنْدَ  
رُوسِ الْخَلَائِقِ وَمَنْ تَرَكَ الرَّاحَةَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
مَسْرُورًا وَمَنْ تَرَكَ الْحَرَامَ فِي الدُّنْيَا صَارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي  
جَوَارِ الْأَنْبِيَاءِ وَمَنْ تَرَكَ النَّظَرَ فِي

ترجمہ: (۷) جو نیک آدمی دنیا میں لڑائی ۲۰۹۔ جھگڑے سے دور رہتا ہے وہ روز جزا کامیاب و کامران ہوگا۔ (۸) جو شخص بخل اور کجخوسی سے اپنا دامن محفوظ رکھتا ہے اس کا ذکر خیر مالک محشر کے سامنے علانیہ ہوگا (۹) جو شخص دنیا میں عیش پسندی اور آرام طلبی سے باز رہے وہ روز آخرت مسرتوں سے ہمکنار ہوگا (۱۰) جو مومن حرام ذریعوں سے کمانے اور کھانے اڑانے سے محفوظ رہے گا، وہ قیامت میں انبیائے کرام کی ہمسائیگی و ہم نشینی سے مشرف فرمایا جائے گا۔ (۱۱) جو (عذابِ آخرت سے ڈر کر) بدنگاہی سے ۲۱۱۔ اپنی حفاظت کرے۔

۲۱۰۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سخی اللہ تعالیٰ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور روزخ سے دور ہے۔ اور بخیل (کجخوس) اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے اور جاہل

تشریح و مطالب



سچی خدا کے نزدیک عبادت گزار بخیل سے کہیں بہتر ہے (ترمذی) حضرت ابو بکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مکار اور بخیل جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ وہ شخص جو خیرات دے کر احسان جتائے (ترمذی) حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن میں دو باتیں یعنی بخل اور بد خلقی جمع نہیں ہوتی۔

(ترمذی)

۲۱۱۔ بد نگاہی اسلام میں حرام ہے، قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے سورۃ نور میں فرمایا قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ ابْصَارَهُمْ اور فرمایا قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ ابْصَارِهِنَّ (آیت ۳۰-۳۱) مفسرین نے اس آیت کے تحت فرمایا کہ جس چیز کا دیکھنا جائز نہیں اس پر مرد عورت نظر نہ ڈالیں، مرد کا بدن زیر ناف سے گھٹنے سے نیچے تک شرم گاہ ہے اس کا دیکھنا جائز نہیں اور عورتوں میں سے اپنے محارم کا بھی یہی حکم ہے مگر اتنا اور ہے کہ ان کے پیٹ اور پیٹھ کا دیکھنا بھی جائز نہیں اور اجنبیہ عورت کے تمام بدن کا دیکھنا ممنوع ہے (خزانة العرفان) امر د لڑکے کی طرف بھی شہوت سے دیکھنا حرام ہے (مدارک احمدی) نگاہوں کی حفاظت کے جملہ احکام و مسائل کو تفصیل سے سمجھنے کیلئے حضرت مترجم قدس سرہ کی کتاب ”تفسیر سورہ نور“ چادر اور چار دیواری“ کا مطالعہ فرمائیں (احمد میاں برکاتی)

الْحَرَامُ فِي الدُّنْيَا أَفْرَحَ اللّٰهُ آعِيْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ  
تَرَكَ ۱۲- الغنى في الدنيا واختار الفقر بعنة الله تعالى يوم  
القيامة مع الوليين والنبيين ومن قام ۱۳- بحوائج الناس في  
الدنيا قضى الله تعالى حوائجهم في الدنيا والآخرة ومن  
أراد أن يكون في قبره مؤنس فليقم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن سیرتیں عطا فرمائے گا اور اس کی  
آنکھوں کو نور و سرور حاصل ہو گا اور اسے جنت میں جگہ دے گا (۱۲) جس

مغص نے دنیا کی دولت کو ٹھکرا کر راہ حق کی فقیری و فاقہ کو ہنسی خوشی اختیار کیا  
 اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں دیوں اور نبیوں کے ساتھ اٹھائے گا (۱۳) جو مغص  
 دنیا میں اللہ تعالیٰ کے محتاج بندوں کے کام آئے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں آخرت میں  
 اس کی مرادیں پوری گا (۱۴) اگر کسی کو گوشہ قبر میں مونس و غمخوار کی ضرورت  
 ہو تو اسے چاہئے کہ رات کی تاریکی میں کھڑا ہو اور نفل نماز پڑھے (تہجد  
 پڑھے) (۱۵) جس کو (گرمی محشر سے بچنے کیلئے) رحمن کریم کا سایہ مطلوب ہو

فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ وَيُصَلِّ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ فِي ظِلِّ عَرْشِ  
 الرَّحْمَنِ فَلْيَكُنْ زَاهِدًا وَمَنْ ۱۶ - أَرَادَ أَنْ يَكُونَ حِسَابُهُ يَسِيرًا  
 فَلْيَكُنْ نَاصِحًا لِنَفْسِهِ وَإِخْوَانِهِ وَمَنْ ۱۷ - أَرَادَ أَنْ يَكُونَ  
 الْمَلِيكَةَ زَائِرِينَ فَلْيَكُنْ وَرِعًا وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْكُنَ فِي  
 بِحُبُوبَةِ الْجَنَّةِ فَلْيَكُنْ ذَاكِرَ اللَّهِ وَاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

ترجمہ: وہ ہمیشہ معصیت سے بچتا رہے (۱۶) جس کی یہ خواہش ہو کہ روز  
 حساب اس سے آسان حساب کیا جائے تو وہ ہمیشہ اپنے نفس اور اپنے بھائیوں  
 کے ساتھ ہر معاملہ میں خیر خواہی کرتا رہے (۱۷) جس کی تمنا ہو کہ فرشتے اس  
 کی زیارت و ملاقات کو آئیں تو وہ نیکی اور پرہیزگاری کو اپنے دامن میں سجائے  
 (۱۸) اور جو یہ چاہے کہ بہشت کے مرکز اعلیٰ میں سکونت حاصل ہو تو وہ شب و  
 روز ذکر خداوندی میں مشغول رہے۔

وَمَنْ ۱۹ - أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَلْيَتَّبِعْ إِلَى اللَّهِ  
 تَوْبَةً نَصُوحًا وَمَنْ ۲۰ - أَرَادَ أَنْ يَكُونَ غَنِيًّا فَلْيَكُنْ رَاضِيًّا بِمَا  
 قَسَمَ اللَّهُ مَا تَعَالَى وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ مَعَ اللَّهِ فَقِيهَا فَلْيَكُنْ  
 خَاشِعًا وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَكُونَ حَكِيمًا فَلْيَكُنْ عَالِمًا

ترجمہ: (۱۹) اور جو شخص جنت میں بلا حساب داخل ہونا چاہے وہ

گناہوں سے خالص توبہ کرنے اور اللہ کی طرف رجوع ہو۔ (۲۰) جسے غنائے قلب (دل کی بے نیازی) مطلوب ہو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے عطا فرمادیا ہے اسی پر قناعت کرے۔ (۲۱) جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں فقیہ، دانشور بننا چاہتا ہے تو وہ خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی بندگی کرے (۲۲) جو شخص حکیم باخبر بننے کا خواہشمند ہے تو وہ علوم دینیہ میں کامل مہارت حاصل کرے اور دینی علوم سیکھ کر عالم (با عمل) بنے۔

وَمَنْ ۲۳ - أَرَادَ أَنْ يَكُونَ سَالِمًا مِنَ النَّاسِ فَلَا يَذْكُرْ أَحَدًا إِلَّا بِخَيْرٍ وَلْيَعْتَبِرْ فِيهَا مِنْ أَمْرِ شَيْءٍ خُلِقَتْ وَلِمَاذَا خُلِقَتْ وَمَنْ ۲۴ - أَرَادَ الشَّرَفَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَخْتَرْ الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَمَنْ ۲۵ - أَرَادَ الْفِرْدَوْسَ وَالنَّعِيمَ الَّذِي لَا يَفْنَى لَا يَصِغْ عُمُرَهُ فِي فَسَادِ الدُّنْيَا وَمَنْ ۲۶ - أَرَادَ الْجَنَّةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَعَلَيْهِ بِالسَّخَاوَةِ لِأَنَّ السَّخِيَّ قَرِيبٌ إِلَى الْجَنَّةِ وَبَعِيدٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ ۲۷ - أَرَادَ أَنْ يَنْوِّرَ قَلْبَهُ بِالنُّورِ التَّامِّ فَعَلَيْهِ بِالتَّفَكُّرِ وَالْإِعْتِبَارِ وَمَنْ ۲۸ - أَرَادَ أَنْ يَكُونَ لَهُ بَدَنٌ صَابِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ خَاشِعٌ فَعَلَيْهِ بِكَثْرَةِ الْإِسْتِغْفَارِ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ

ترجمہ : (۲۳) جو شخص لوگوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہنا چاہے تو وہ سب کو بھلائی کے ساتھ یاد کرے اور اس دنیا میں اس واقعہ سے ضرور عبرت حاصل کرے کہ کیسی حقیر چیز ۲۴ - پانی سے پیدا کیا گیا ہے لیکن کن (اعلیٰ) (الرفیع) مقصد کیلئے پیدا کیا گیا ہے (۲۵) جو شخص دنیا و آخرت میں اپنے سر پر شرف و فضل کا تاج رکھنا چاہے وہ آخرت کو بیٹہ دنیا پر ترجیح دیا کرے (۲۶) جو شخص

جنت فردوس اور فنانہ ہونے والی نعمتوں کی خواہش رکھتا ہے وہ اپنی عمر عزیز کو دنیا کی برائیوں میں ضائع نہ کرے۔ (۲۶) دنیا و آخرت دونوں کو جو جنت بنانا چاہے وہ جو دوسھا کرے صدقہ و خیرات کرے اس لئے کہ سخی جنت سے قریب ہے اور دوزخ سے دور (۲۷) جو شخص اپنے دل کو ایمان کی کابل تجلی سے روشن کرنا چاہے وہ کائنات کی ہر چیز میں غور و تدبیر کرے اور زندگی کے ہر واقعہ سے عبرت حاصل کرتا رہے (۲۸) جو یہ چاہے کہ اس کے پاس صبر کرنے والا جسم ہو ہر وقت خدا کو یاد کرنے والی زبان ہو اور اللہ سے ڈرنے والا قلب سلیم ہو، تو وہ کثرت کے ساتھ اپنے لئے تمام مومن مردوں اور عورتوں کیلئے اللہ کے دربار میں دعائے مغفرت کرتا رہے۔

**تشریح و مطالب :** ۲۱۲۔ قرآن کریم میں ہے **مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ أَدْمَىٰ** کو  
 کودتے پانی سے پیدا کیا گیا۔ اور مقصد تخلیق یوں بیان  
 فرمایا "میں نے جن و انسان کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا (سورہ ذاریت آیت ۵۶)

### تم الكتاب

الہی تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ساری نوع  
 انسانی کو ہدایت عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



کتابخانه اولیٰ

مستان اولیٰ

لہذا تمام امور اور اشارات

پہنچتی

تعالیٰ کے حکم سے تمام امور میں اہمیت

موجود ہے اور اس کے لئے

تعمیر

شہزادہ محمد و ارشد کوہ قافلی

پوسٹ ماہر کیت غزنی سٹیٹ  
اردو بازار لاہور 7352795

پوسٹ ماہر کیت غزنی سٹیٹ

پوسٹ ماہر کیت غزنی سٹیٹ  
اردو بازار لاہور 7352795

پوسٹ ماہر کیت غزنی سٹیٹ

معارف  
اسرار  
حجرات

رسول اکرم  
کی سنتیں  
مولانا محمد صدیق ہنزوی

شمع شبستانِ اقصا  
اقبال احمد خورشیدی

عزیز مانی  
مفت شہاب الدین صاحب مدظلہ العالی

شمالِ تہذیبی  
مفت شہاب الدین صاحب مدظلہ العالی

الانوار  
مفت شہاب الدین صاحب مدظلہ العالی

تذکرہ  
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ  
مفت شہاب الدین صاحب مدظلہ العالی

تاریخِ اہلخانہ  
مفت شہاب الدین صاحب مدظلہ العالی

پیشوا  
مفت شہاب الدین صاحب مدظلہ العالی

جدید  
تذکرہ  
اولیائے پاک و ہند  
ڈاکٹر منیر حسین صاحب

اللغات  
ڈاکٹر منیر حسین صاحب

تذکرہ الاولیاء  
ڈاکٹر منیر حسین صاحب

۴، بی آر ڈو بازار، لاہور

7352795

پروگریسو بکس